Published by :
Idarah Nashr wa Isha'at Imam-e-Reza (a.s.)
Unity Complex, 'B' Wing, Room No. 301,
Yari Road, Versova, Andheri (West), Mumbai - 61.

اسرار نماز

تالیف: حجۃ الاسلام والمسلمین آقای محسن قرائتی

مترجم

حجۃ الاسلام والمسلمین سید شمیم الحسن صاحب پتاروی

پتہ: یونیٹی کمپلکس، بی ونگ روم نمبر ۳۰۱،
یاری روڈ، ورسوا، اندھیری (ویسٹ)۔

ادارۂ نشرواشاعت امام رضا علیہ السلام
+91-9867468821

نام : اسرار نماز

نام مؤلف : حجۃ الاسلام والمسلمین آقائی محسن قرائتی

نام مترجم : سید شمیم الحسن رضوی پتاروی

سنہ طباعت : ۱۳/رجب المرجب ۱۴۳۰ھ، ۷/جولائی ۲۰۰۹ء

تعداد : ایک ہزار

طبع : اوّل

ناشر : ادارۂ نشر واشاعت امام رضا علیہ السلام

پتہ : ادارۂ نشر واشاعت امام رضا علیہ السلام

یونیٹی کامپلیکس تھرڈ فلور، بی-۳۰۱، یاری روڈ،

ورسوا، اندھیری (ویسٹ)، ممبئی-۶۱

Unity Complex, 'B' Wing, 3rd Floor,
Room No. 301, Yari Road, Versova,
Andheri (W), Mumbai - 400 061.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عرض مترجم

میری دیرینہ خواہش تھی کہ دینی خدمات کے پیش نظر کچھ لکھنے پڑھنے کا کام کیا جائے لیکن عدیم الفرصتی اور توفیقات الٰہی نہ ہونے کی وجہ سے مواقع فراہم نہ ہوتے تھے لیکن ادھر خداوند عالم کے لطف وکرم سے کچھ ایسے اسباب مہیا ہوگئے کہ حجۃ الاسلام والمسلمین آقای محسن قرائتی کی کتاب پرتوی از اسرار نماز کو ناچیز نے اردو زبان میں ترجمہ کیا جس کا نام اسرار نماز ہے اگرچہ کما حقہ اسکا ترجمہ نہ ہوسکا لیکن پھر بھی کسی حد تک مطالب کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے پرتوی از اسرار نماز درحقیقت موصوف محترم کے دروس ہیں جس کو کتابی شکل دے دی گئی ہے جس میں عبادت وفلسفۂ عبادت و واجب نمازیں وتعقیبات اور نوافل کو قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے چنانچہ رفیق خاص مدیر مؤسس مدرسہ امام رضا الدینیہ حجۃ الاسلام والمسلمین عالی جناب مولانا سید ابراہیم الموسوی الجزائری نے اپنی تمام قومی وملی دینی ومذہبی ودرسی اور مدرسہ کے تمام امور میں مصروفیات کے باوجود زحمت فرماکر نظر ثانی کی اور ثقۃ الاسلام مولانا سید عالم مہدی صاحب زید پوری نے ترجمہ میں مدد فرمائی اور ثقۃ الاسلام مولانا سید کلب حسن صاحب نے پروف کی تصحیح میں تعاون فرمایا میں ان تمام حضرات کا تہہ دل سے شکرگزار ہوں کہ انھوں نے اپنا قیمتی وقت صرف کیا۔

ہماری یہی کوشش ہے کہ مذکورہ کتاب میں کوئی غلطی نہ رہ جائے لیکن پھر بھی اگر ترجمہ میں کسی اعتبار سے کوئی کمی رہ جائے تو ارباب نظر متوجہ فرمائیں گے وہ مثاب اور میں ممنون رہوں گا۔

احقر سید شمیم الحسن رضوی پتاوری

فہرست

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عبادت

چونکہ عبادت روح نماز ہے لہٰذا اس کے متعلق بحث کرنے سے پہلے ہم عبادت کے معنی اور اس کے فلسفہ اور مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گے۔

ہم عبادت کیوں کریں:

عبادت کے معنی ذلت و عاجزی کا اظہار کرنا۔

خداوند عالم کے سامنے ذلت و عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے جھکنا عبادت ہے۔

عبادت کی اہمیت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ کائنات کی خلقت اور انبیاء کی بعثت کا مقصد عبادت قرار دیا گیا ہے۔

جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ

(سورہ ذاریات، آیت ۵۶)

ترجمہ: اور میں نے جنات اور انسان کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

تمام انبیاء و مرسلین کی بعثت کا مقصد خداوند عالم کی عبادت کی طرف دعوت دینا ہے۔

جیسا کہ سورہ نحل کے چھتیسویں (۳۶) آیت میں ارشاد ہو رہا ہے۔

وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِی کُلِّ اُمة رسولاً اَنِ اعْبُدُواللّٰهَ وَاجْتَنِبُوْا الطَّاغُوْتَ.

(سورہ نحل، آیت ۳۶)

ترجمہ: اور یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا ہے کہ تم لوگ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔

پس دنیا کی خلقت کا ہدف اور پیغمبروں کا بھیجنا خدا کی عبادت ہے۔

یہ بات واضح ہے کہ خدائے متعال ہماری عبادت کا محتاج نہیں ہے۔

فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنۡكُمۡ

(سورہ زمر، آیت ۷)

پس خدا تم سے بے نیاز ہے۔

عبادت کا فائدہ خود عبادت کرنے والوں کو اس طرح ہوتا ہے جیسے شاگردوں کا اپنے سبق کا پڑھنا خود ان کے لئے مفید ہوتا ہے۔ نہ کہ معلم و استاد کے لئے۔

اصول عبادت:

وہ چیزیں جو خدا کی بندگی اور پرستش کے لئے انسانوں کو آمادہ کرتی ہیں۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ عظمت خدا:

انسان جب خدا کی عظمت و بزرگی کے سامنے اپنے آپ کو دیکھتا ہے تو اس کے اندر خود بخود فروتنی و عاجزی کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی شخص کسی بڑے عالم یا کسی بزرگ شخصیت کو دیکھتا ہے تو اپنے کو اس کے مقابل حقیر و ناچیز سمجھنے لگتا ہے اور اسی بناء پر اس کی تعظیم و تکریم کرنے لگتا ہے۔

۲۔ فقر و احتیاج کا احساس اور اس سے وابستگی

فقر و احتیاج کا احساس اور اس سے وابستگی فطری طور پر جب انسان اپنے کو کسی سے وابستہ سمجھتا ہے تو اس کے سامنے اظہارِ عاجزی کرتا ہے۔ لہٰذا ہمیں اب یہ سمجھنا چاہیئے کہ

ہماری ساری حاجتیں اور ضرورتیں خداوند متعال سے وابستہ ہیں اور ہم اپنے سارے امور میں اس کے محتاج ہیں اور یہی عاجزی و احتیاج کا احساس ہی انسان کو خدا کی عبادت کی طرف متوجہ کرتا ہے وہ خدا جو کمال مطلق اور ہر چیز سے بے نیاز ہے اس نے عبادت لوگوں کے فائدہ کے لئے رکھی ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہے کہ اگر فقر و بیماری اور موت نہ ہوتی تو ہرگز انسان کی گردن خدا کے سامنے نہیں جھکتی۔

۳۔ خداوند متعال کی نعمتوں کی طرف توجہ

انسان ہمیشہ نعمتوں کے حاصل ہونے پر شکر خدا کرتا ہے اور اس کی عبادت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ اور یہی فلسفۂ شکرِ خدا کی بے شمار نعمتوں کے حاصل ہونے پر انسان کو اس کی عبادت کے لئے مجبور کر دیتا ہے جو آئمہ معصومین علیہم السلام نے اپنی دعاؤں اور مناجات میں نعمتوں کی ابتدا کا تذکرہ انسان کی پیدائش سے پہلے کیا ہے۔ اس طرح انسان کو خدا سے محبت پیدا ہوگی۔ اور اپنی ضروریات کو خدا کے سامنے پیش کرے گا۔

جیسا کہ خداوند متعال کا ارشاد ہے:

فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ الَّذِیْ اَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوْعٍ وَ آمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ.

(سورہ قریش، آیت ۴)

ترجمہ: لہٰذا انھیں چاہیئے کہ ان کے گھر کے مالک کی عبادت کریں جس نے انھیں بھوک میں سیر کیا ہے اور خوف سے محفوظ بنایا ہے۔

۴۔ فطرت

عبادت کرنا انسان کی حیات کا جز اور اسکا فطری تقاضا ہے اور یہ فطری جذبہ انسان کو صحیح راستہ دکھاتا ہے جس کی بناء پر وہ خدا پرست بن جاتا ہے اور کبھی انسان جہل یا انحراف کے

سایہ میں زندگی گزارتا ہے تو پھر پتھر لکڑی اور سورج اور گائے وطاغوت کی پرستش کرتا ہے۔

انبیاء کرام اس لئے نہیں آئے تھے کہ انسان کے نفس میں عبادت کا احساس پیدا کریں بلکہ ان کی بعثت صرف اس لئے ہوئی تھی کہ عبادت جو کہ ایک فطری تقاضا ہے اسے صحیح سمت مل جائے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے:

فبعث اللّٰہ محمداً بالحق لیخرج عبادہ من عبادۃ الاوثان الیٰ عبادتہ.

اللہ تعالیٰ نے محمدؐ کو حق کے ساتھ اس لئے بھیجا ہے کہ اس کے بندوں کو بتوں کی پرستش سے چھوڑا کر اللہ کی عبادت کرائیں۔

قرآن مجید میں زیادہ تر آیتیں توحید باری تعالیٰ کی طرف دعوت دیتی ہیں نہ کہ اصل عبادت کی طرف' اس لئے کہ روح عبادت انسان کے اندر خود ہی پہلے سے موجود ہے۔

جیسے ہر بچہ کے اندر کھانا کھانے کی خواہش لیکن اگر رہنمائی نہ کی جائے تو کھانا کھانے کے بجائے وہ کوڑا کرکٹ بھی کھا سکتا ہے اور اس کو اس میں مزہ بھی ملے گا۔

اگر انبیاء کی رہبری نہ ہو تو یہ انسان کا فطری جذبہ بتوں کی پرستش کی طرف منحرف ہو جائے گا جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چالیس دن کی غیبت کی وجہ سے لوگ سامری کے بہکاوے میں آگئے اور خدا کے علاوہ سونے کے بنے ہوئے گوسالہ کی عبادت کرنے لگے۔

عبادت کے معنی:

عبادت اس چیز کا نام ہے کہ انسان اپنی زندگی کے سارے مرحلوں میں رضائے الٰہی کی طرف اس طرح توجہ رکھے کہ انسان کے اعمال سے خدا پرستی ظاہر ہو۔

۱۔ فنا کو بقاء

انسان اور اس کی تمام کاوشوں کو فنا ہے اور وہ کام جو انسان صرف خدا کے لئے کرتا ہے اصلاً وہی خدا کے یہاں محفوظ اور باقی رہنے والا ہے۔ قرآن مجید میں خداوند متعال فرماتا ہے۔

مَا عِندَکُمْ یَنفَدُ وَمَا عِندَ اللّٰہِ بَاقٍ.

(سورہ نحل، آیت ۹۶)

ترجمہ: جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ سب خرچ ہو جائے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہی باقی رہنے والا ہے۔

وَ نیز ((کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ))

(سورہ قصص، آیت ۸۸)

ترجمہ: اس کی ذات کے ماسوا ہر شئ ہلاک ہونے والی ہے۔

مادیات کا معنویات کی طرف تبدیل ہونا ہے۔

۲۔ خدا کی خوشنودی

اگر انسان کا ہدف صرف خدا کی خوشنودی ہو تو وہ اس کا بندہ ہو جائے اور اس کا ہر کام خدا کے لئے ہونا چاہیئے یہاں تک کہ کھانا، پینا، سونا، جاگنا، اٹھنا، بیٹھنا ملاقات مسافرت روزانہ کے ہر کام خدا کے لئے ہوتا کہ اس کے ہر کام میں معنویت پیدا ہو جائے۔

اس کے برخلاف اگر کوئی کام خواہ کتنا ہی مقدس کیوں نہ ہو لیکن اس کا مقصد حصول دنیا اور مادیت ہو تو اس کی قیمت گھٹ جاتی ہے۔

پہلا کام جو خدا کے لئے ہو فائدہ مند اور با مقصد ہے اور دوسرا مادیت اور دنیا کے لئے کام ہو اس میں نقصان ہے۔

۴۔فرد اور معاشرہ کی تشکیل

خدا کی وحدانیت کا عقیدہ اور اس کی عبادت و پرستش انسان کے ذریعہ اسی وقت ہوسکتی ہے کہ جب انسان کا دل ہوا و ہوس اور مادیت کی طرف مائل نہ ہو۔ اور قوم وقبیلہ لباس و زمان وزمین وشہر کے امتیازات پر فخر ومباہات کرنے سے پرہیز کرے اور اس کا دل خدا کی ذات اور اس کے کمال وقدرت کی طرف مائل ہو۔ اور اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتا ہو یہ سب مسائل انسان کی فکر وحیات میں تنہا واجتماع دونوں طرف سے اپنا اثر قائم کرتے ہیں اصل عبادت یعنی صراط مستقیم پر قائم رہنا ہے۔

وَ اَنِ اعْبُدُوْنِیْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْم

(سورہ یٰس، آیت ۶۱)

ترجمہ: اور میری عبادت کرو کہ یہی صراط مستقیم ہے۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ

(سورہ بقرہ، آیت ۱۵۳)

ترجمہ: صبر اور نماز کے ذریعہ مدد مانگو۔

عبادت ہر انسان کو ذاتی طور پر ہوا و ہوس گناہوں اور شیطانی وسوسوں سے نجات دیتی ہے اور ایسے عبادت گزار کہ جو خدا کی عبادت کرتے ہیں انھیں شیطانوں ظالموں اور استعماری طاقتوں کی اطاعت وفرمانبرداری سے دور رکھتی ہے۔

اقبال لاہوری کہتے ہیں:

آدم از بے بصری بندگی آدم کرد
گوہری داشت ولی نذر قباد و جم کرد

انسان نے اپنی بے بصری اور جہالت کی وجہ سے انسان کی غلامی میں زندگی بسر کی۔ اور ذاتی شرافت کو حکومت کے لئے فروخت کر دیا۔

یعنی از خوی غلامی زسگان پست تر است
من نہ دیدم کہ سگی پیش سگی سر خم کرد

یعنی غلامی کی عادت ایسی ہوتی ہے کہ جو کتوں کی فطرت سے بھی بدتر ہوتی ہے۔ کیونکہ میں نے آج تک نہیں دیکھا کہ کوئی کتا کسی کتے کے سامنے سر کو جھکائے ہوئے ہو۔

اللہ کی عبادت انسان کو خود شناسی کی دعوت دیتی ہے اور اس کے ذریعہ اچھا معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

اس کے برخلاف غیر خدا کی پرستش سے پورے معاشرے میں فتنہ وفساد وجود میں آتا ہے۔

عبادت کے مختلف گوشے

اسلامی طرز فکر میں عبادت صرف نماز وروزہ میں محدود نہیں ہے بلکہ ہر وہ شایستہ کام جو لوگوں کے نفع کے لئے ہو عبادت ہے بہت سے ایسے کام جو اسلام میں عبادت کے مفہوم میں شمار ہوئے ہیں انھیں میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) خدائی امور کے بارے میں غور وفکر کرنا

جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

ليست العبادة كثرة الصّلوٰة والصوم انما العبادة التفكر فی امر الله

(میزان الحکمت ج ۷ ص ۵۴۲)

نماز وروزہ کی کثرت کو عبادت نہیں کہتے ہیں بلکہ عبادت اللہ کے امر (یعنی اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں) کے بارے میں غور وفکر کرنے کو کہتے ہیں ہر وہ فکر جو انسان کو

خدا کے نزدیک کرے اور اس کی ذات میں عرفان پیدا کرے اس کو بھی عبادت کہتے ہیں۔

(۲) تجارت

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

العبادة سبعون جزء افضلها طلب الحلال.

(وسائل ج ۱۲ ص ۱۱)

عبادت کے ستر جزء ہیں اس میں سب سے بہتر عبادت حلال روزی کمانا اور اس کے لئے کوشش کرنا ہے۔

(۳) تحصیل علم

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا ہے:

من خرج یطلب با با من العلم لیرد به باطلا الی الحق و ضالاً الیٰ الهدیٰ کان عَمَلُه کعبادةِ اربعین عاماً.

(المحجة البیضاء ج ۱ ص ۱۹)

اگر کوئی شخص حصول علم کے لئے باطل کو قبول نہ کرے اور ہدایت حاصل کرنے کے ارادے سے اپنے قدم کو گھر سے باہر نکالتا ہے تو اس کا عمل ایسا ہے کہ اس نے چالیس سال خدا کی عبادت انجام دی۔

(۴) خلق خدا کی خدمت

بہت سی ایسی روایتیں ہیں جس میں لوگوں کی مدد و خدمت کرنا اور ان کے مشکلات کو دور کرنے کی کوشش کرنا بہت سی دیگر عبادتوں یہاں تک کہ حج مستحبی سے بہتر عبادت قرار پاتا ہے۔

جیسا کہ سعدی کا یہ شعر ہے۔

عبادت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

عبادت صرف خدمت خلق ہے۔ تسبیح و جاء نماز اور درویش کے لباس پہننے کو عبادت نہیں کہتے ہیں۔

(۵) کائنات میں عدل کی حکومت کا انتظار

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَفْضَلُ الْعِبَادَةِ اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ

(نہج الفصاحۃ، جملۃ ۴۰۹)

امام مہدی علیہ السلام کا انتظار تمام عبادتوں میں سے سب سے افضل عبادت ہے۔

یہ بات روشن ہے کہ امام مہدی صاحب الزمانؑ کا انتظار کرنا اور مثبت اقدام کے ذریعے انکی حکومت کے لئے راہ ہموار کرنا بہترین عبادت ہے پس اپنے تمام امور کو الٰہی رنگ دینا ان کی قیمت کو دو چند کر دیتا ہے۔ اس کو بھی ہر عبادت بلکہ عبادت سے بڑھ کر سمجھا گیا ہے۔ البتہ نیت کا صحیح و سالم ہونا وہ کیمیا ہے کہ جو ہر معمولی دھات کو قیمتی سونا بنا دیتا ہے۔ لہٰذا ہر وہ کام جس میں خوشنودی الٰہی مقصود ہو وہ عبادت ہے اس طرح آپ کہہ سکتے ہیں کہ عبادت کے گوشے اور شعبے اتنے ہیں کہ جو قابل شمار نہیں ہیں یہاں تک کہ والدین اور علماء کے چہروں کی طرف نگاہ کرنا اور قرآن مجید و کعبہ محترم کو دیکھنا بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے۔

کس طرح عبادت کرنی چاہیئے

عبادت کا طریقہ ہمیں قرآن و اہل بیت سے سیکھنا چاہیئے جیسا کہ کسی کے گھر کا پتہ گھر

والوں ہی سے معلوم کیا جاتا ہے اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ قرآنی آیات اور معصومین علیہم السلام کی احادیث میں کن امور کو اور کس کیفیت کو عبادت کہا گیا ہے تو اس کا جواب قرآن وعترت ہی سے ملے گا پس اولیاء دین کے کلمات وفرمودات کے آئینہ میں سب سے پہلے جو چیز آتی ہے وہ معرفت خدا ہے۔

معرفت کے ساتھ عبادت انجام دینا

حدیث میں وارد ہوا ہے:

رکعتان من عالم خیر مِن سبعین رَکْعَةً من جاهل.

(سفینۃ البحار، کلمہ عبد)

عالم کی دو رکعت نماز جاہل کی ستر رکعت نماز سے بہتر ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

وہی نماز اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوتی ہے جو تعقل اور معرفت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔

دوسری حدیث میں ہے:

اَلْمُتَعَبِّدُ علی غَیْرِ فِقهٍ کحِمَارِ الطَّاحونة

(سفینۃ البحار ج۸۴ ص۲۵۹)

وہ عابد جو عبادت کو بغیر معرفت کے انجام دیتا ہے اس کی مثال کولھو کے بیل کی طرح ہے۔

معرفت کے ساتھ نماز کے معنی یہ ہیں کہ انسان نماز پڑھتے وقت یہ سمجھے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور کیا کر رہا ہے نیت میں حضور قلب اور خلوص دل ہر نماز کے لئے شرط ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

دو رکعت نماز توجہ اور خلوص سے پڑھنا تمام رات غفلت کے عالم میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

(بحار ج۸۴ ص۲۵۹)

قرآن مجید کا اعلان ہے:

لاَ تَقْرَبُوا الصَّلوٰةَ وَ اَنْتُمْ سُکاریٰ حَتّٰی تَعْلَمُوا مَا تَقُوْلُوْنَ.

(سورہ نساء، آیت ۴۳)

ترجمہ: ایمان والو خبردار نشہ کی حالت میں نماز کے قریب بھی نہ جانا جب تک کہ یہ ہوش نہ آجائے کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص دو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ اس کو معلوم ہونا چاہیئے کہ کس سے گفتگو کر رہا ہے اور کیا کہہ رہا ہے تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(۲) عبادت عاشقانہ

جس طرح مریض کو اچھا ولذیذ کھانا اچھا نہیں لگتا اسی طرح سے اگر عبادت محبت سے لبریز نہیں ہے تو عابد کو عبادت کا مزہ نہیں آئے گا۔

عبادت وہی ہے کہ جو محبت ونشاط ولذت سے بھری ہوئی ہو نہ کہ سستی و بے حالی و افسردہ دلی کے ساتھ ہو۔

عبادت میں نشاط وہ نقطہ امتیاز ہے کہ جو عبادت گزار کو خداوند متعال سے والہانہ عشق عطاء کرتا ہے جو معرفت اور ذات خدا سے خلوص پیدا کرتا ہے ورنہ اجباری اور زبردستی والی عبادت بے اثر ثابت ہوتی ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

لا تکرھوا الیٰ انفسکم العبادۃ.

(اصول کافی ج ۲ ص ۸۳)

عبادت کو اپنے لئے بار اور بوجھ نہ سمجھو۔

ہم ایک بزرگ عظیم اور محبوب شخصیت کی زیارت اور اس کی جس طرح ملاقات کا شدت سے شوق رکھتے ہیں اسی طرح ہمیں خدائے بزرگ و عظیم کی عبادت کا والہانہ شوق ہونا چاہیئے۔

اولیاء دین و آئمہ معصومین علیہم السلام اس طرح عشق خدا سے بھرپور عبادت کا شوق رکھتے تھے کہ وہ عبادت کرتے وقت اس کی ذات میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر غرق ہو جاتے تھے کہ انکا یہ انداز تمام لوگوں کے لئے باعث تعجب قرار پاتا ہے جس کی چند مثالیں بعد میں بیان ہوگی۔

(۳) مخلصانہ عبادت

عبادت کا جوہر وہ خلوص ہے جو عبادت کو قیمتی اور معتبر بناتا ہے جس عبادت میں خلوص نہ ہو بلکہ ریا و نفاق و شہرت طلبی اور عوام فریبی ہو اس عبادت کی کوئی قیمت نہیں ہے اور ایسی عبادت خدا کی بارگاہ میں قابل قبول نہیں ہے۔

قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے:

وَلاَ یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ ربہ اَحَدًا.

(سورہ کہف، آیۃ ۱۱۵)

ترجمہ: اور کسی کو اپنے پروردگار کی عبادت میں شریک نہ بنائے۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے:

مَنْ شہّر نفسہ بالعبادۃ فانتھوہ علیٰ دینہ

(بحار ج ۷۰ ص ۲۵۲ وسائل ج ۱ ص ۵۸)

جس نے ریا اور شہرت کی غرض سے عبادت انجام دی اس نے اپنے دین کو برباد اور متہم کر دیا اس کے متعلق لوگ اچھا خیال نہیں رکھتے جو لوگ اپنے دین کے ذریعہ سے عوام فریبی کا جال بچھاتے ہیں ان کی عبادت بے روح جسم کے مانند خلوص سے خالی ہوتی ہے۔

وَ مَا اُمِرُوْا اِلاَّ لِیَعْبُدُو اللّٰہَ مُخلصین لہ الدین

(سورہ بینۃ آیت ۵)

ترجمہ: اور انھیں صرف اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ خدا کی عبادت کریں۔

خاشعانہ عبادت

خشوع وہ قلبی توجہ ہے جو پروردگار کی طرف بندے کو مائل کرے اور ایسی حالت اس پر طاری ہو جائے جو عظمت پروردگار کے مناسب ہو خدا کی عبادت اس کی عظمت کے احساس کے ساتھ اس طرح ہو کہ بندہ اپنی حقارت و ناچیزگی کا احساس کرے اور اس کے مقابل اپنے کو ہر طرح سے محتاج بنا لے۔

قرآن مجید نجات یافتہ مؤمنون کے صفات کو اس طرح بیان کرتا ہے:

والذین ھم فی صلاتھم خاشعون.

(سورہ مؤمنون آیت ۲)

ترجمہ: جو اپنی نمازوں میں گڑگڑانے والے ہیں۔

یہ خشوع ایسا ہو کہ جو عبادت گزار سارے وجود کو اپنے اندر سمیٹ لے اور یہ ظاہر ہو جائے کہ نماز گزار نماز پڑھتے وقت اپنے خدا کو دیکھ رہا ہے اور اپنی حقارت اور ناچیزگی کو

اس کی عظیم قدرت کے سامنے ہیچ سمجھے۔

حدیث میں وارد ہوا ہے۔

اُعْبُدِ اللّٰهَ کَاَنَّکَ تَرَاهُ.

(مصباح الشریعۃ ص ۸)

اللہ کی ایسی عبادت کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔

دوسری حدیث میں ہے۔

فَصَلِّهَا لِوَقْتِهَا صلاۃَ مُوَدِّعٍ

(بحار ج ۸۴ ص ۲۳۲)

نماز کو اس کے وقت پر اس طرح پڑھو کہ گویا تمہاری آخری نماز ہے۔

اور تم گویا اس نماز کے بعد الوداع کہہ رہے ہو۔

(۵) رازدارانہ عبادت

ایک عام انسان شیطان کی چالوں سے محفوظ نہیں رہتا ہے اس لئے کہ غرور و خودنمائی و ریا سے عبادت گزار کی عبادتیں تباہ و برباد ہوجاتی ہیں لہٰذا اس آفت و مصیبت کو دور کرنے کا تنہا راستہ یہی ہے کہ عبادت گزار مخفیانہ اور رازدارانہ عبادت انجام دے جیسا کہ رسول خداؐ کا ارشاد گرامی ہے۔

اَعْظَمُ الْعِبَادَةِ اَجْرًا اَخْفَاهَا.

(بحار ج ۷۰ ص ۲۵۱)

عبادت کا زیادہ ثواب اس وقت ہے جب اس کو مخفیانہ ادا کیا جائے البتہ کچھ ایسے موارد ہیں کہ اسلام نے عبادت کو بالاعلان انجام دینے کا حکم دیا ہے۔

مثلاً نماز جماعت و جمعہ و حج۔ اس لئے کہ مسجد میں نماز جماعت پڑھنا گھر میں فرادیٰ نماز پڑھنے سے بہتر ہے ساتھ ہی ساتھ کچھ مواقع ایسے بھی ہیں جس میں مخفیانہ عبادت ہی ریا و خودنمائی سے انسان کو محفوظ رکھتی ہے۔

عبادت میں مشکلات

شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے اور اس نے قسم کھا رکھی ہے کہ کسی نہ کسی بہانے سے انسان کو بہکا کر اس کی عبادتوں کو تباہ و برباد کردے گا۔

چنانچہ شیطان درج ذیل راہوں سے انسان کی عبادت فاسد و باطل کرنے کے لئے وارد ہوتا ہے۔

(۱) ریا: جب کوئی خدا کے لئے کام نہ کرے بلکہ لوگوں کو دکھانے یا شہرت کے لئے عبادت کرے ایسا انسان شیطان کے جال میں گرفتار ہوجاتا ہے اور اس کی عبادت بیکار ہوجاتی ہے۔ ہر عبادت میں عمل سے پہلے نیت و ارادے میں شیطان خلل واقع کردیتا ہے اور عبادت گذار کو قصد قربت سے روک دیتا ہے۔

(۲) عجب: شیطان انسان کو عبادت کے وقت اس کے نفس میں غرور و تکبر پیدا کرتا ہے اور کوئی کام جب انسان خدا کے نام سے شروع کرتا ہے تو درمیان میں ہی اس کی عبادت کو تباہ کردیتا ہے اور انسان کو غرور میں مبتلا کردیتا ہے۔

(۳) گناہ: گناہ عبادات کے اچھے آثار کو ختم کردیتا ہے اس کی مثال اس طرح ہے کہ ایک کسان مہینوں کی محنت سے کھیت اور باغ تیار کرتا ہے۔ اور اس میں جب پھل آجاتے ہیں یا فصل تیار ہونے کے قریب ہوجاتی ہے تو اس کی ذرا سی غفلت کی بناء پر مثلاً آگ لگ جاتی ہے جس کے سبب ساری فصل خاکستر ہوجاتی ہے۔ بالکل اسی طرح ہمارے گناہ ہماری عبادتوں کو یکسر تباہ و برباد کردیتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ شیطان گندے پانی سے دل کے صاف و شفاف پیالہ کو خراب کردیتا ہے یا ظرف

کے بھر جانے پر اس کو غلاظت سے آلودہ و فاسد کر دیتا ہے۔ یا صاف پانی کو ظرف قلب تک پہنچنے ہی نہیں دیتا۔

امام سجاد علیہ السلام دعائے مکارم الاخلاق میں خدا سے راز و نیاز کے ساتھ اس طرح فرماتے ہیں۔

اَلٰهی عَبِّدْنِی لَکَ وَلاَ تُفْسِدْ عبادتی بِالْعُجْبِ اَعِزَّنِیْ وَلاَ تَبْتَلِیَنِّی بِالْکِبْرِ.

(صحیفہ سجادیہ، دعا شمارہ ۲۰)

اے اللہ مجھے اپنا بندہ قرار دے اور میری عبادت کو غرور و خودنمائی کے ذریعہ فاسد و خراب نہ کر اور اس عبادت کے ذریعہ عزت عطاء فرما اور مجھے تکبر میں بتلا نہ کر۔

لا تُبْطِلُوا صَدَقَاتکم بالمَنّ و الاذیٰ.

(سورہ بقرہ، آیت ۲۴۶)

صدقہ دینا بھی مالی عبادت کی قسم میں سے ایک ہے یہ تعبیر قرآن اپنے صدقہ کو احسان جتا کر برباد مت کرو۔

پودے کو لگاتے وقت حفاظت کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ پھل آنے کے بعد اس کی حفاظت کی شدید ضرورت محسوس کی جاتی ہے اور اسے ہر آفت سے محفوظ رکھنا دشوار مسئلہ ہوجاتا ہے ایسے ہی گناہ اور مادیت کا غلبہ انسان کی روحانیت کو سلب کرلیتا ہے جس کی بناء پر اس کی نیکیاں برباد ہوجاتی ہے۔

حدیث میں پڑھتے ہیں:

اِنَّ الْحَسَدَ یَاکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ.

(میزان الحکمۃ حسد کے بیان میں)

ترجمہ: حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

روایت میں وارد ہوا ہے کہ ایک مغرور عبادت گذار اور ایک شرم سار فاسق مسجد میں بیک وقت داخل ہوئے فاسق چونکہ اپنے گناہوں پر پشیمان اور شرمندہ ہوا لہٰذا اس نے خدا سے توبہ طلب کی اور وہ مؤمن ہوگیا لیکن عبادت گزار اپنے غرور کے سبب فاسق سے بدتر ہوگیا۔

عبادت پر مغرور نہ ہونا چاہیئے

عبادت کے لئے سب سے بڑی آفت غرور و خود پسندی ہے جس کے علاج کے لئے مندرجہ ذیل اقدام کرنے ہوں گے۔

جس کی بناء پر وہ غرور و خود پسندی کی آفت سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

(ا) کیا واقعی ہم نے حق عبادت ادا کیا۔

انسان کبھی کبھی جہل مرکب میں بتلا ہوجاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ عبادت خدا میں مشغول ہے۔ حالانکہ وہ غلط راستہ اختیار کئے ہوئے ہے۔ اور انسان اپنے عمل کو حد سے زیادہ اہمیت دینے لگتا ہے اور نا محبوب کو محبوب سمجھنے لگتا ہے چنانچہ شیطان اس کے پیچھے لگ جاتا ہے اور اس کے عمل کو خوبصورت بنانے کی کوشش کرتا ہے خواہ وہ کتنا ہی برا کیوں نہ ہو۔

قرآن مجید کی اس آیت میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوْءُ عَمَلِهِ فَرَاٰهُ حَسَنًا

(سورہ فاطر، آیت ۸)

ترجمہ: تو کیا وہ شخص جس کے برے اعمال کو اس طرح آراستہ کردیا گیا کہ وہ اسے اچھا سمجھنے لگا۔

اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیَاةِ الدُّنْیَا وَ هُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ

يُحۡسِنُونَ صُنۡعًا.

(سورہ کہف آیت ۱۰۴)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوشش زندگانی دنیا میں بہک گئی ہے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ اچھے اعمال انجام دے رہے ہیں۔

زُيِّنَ لَهُمۡ سُوۡءُ اَعۡمَالِهِمۡ.

(سورہ توبہ آیت ۳۷)

ترجمہ: ان کے بدترین اعمال کو ان کی نگاہ میں آراستہ کردیا گیا۔

(۲) آیا ہماری عبادت قبول بھی ہوتی ہے۔

عبادت کی قبولیت کے شرائط اور اس کی نشانیاں ہیں

خداوند متعال متقی افراد کی نمازوں اور صدقات کو قبول کرتا ہے لہٰذا غیر متقی کی کوئی بھی عبادت قبول نہیں ہوتی ہے۔ اس موقع پر بڑا دلچسپ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو انسان اپنی عبادت کی قبولیت کا یقین نہیں رکھتا پھر وہ اس پر مغرور کیوں ہو جاتا ہے۔

(۳) آیا ہماری عبادتیں تباہ و برباد نہیں ہوتیں؟

بعض ایسے گناہ ہیں کہ جو عرصہ دراز نمازوں اور عبادتوں کو تباہ و برباد کردیتے ہیں اور ایسے لوگ جب دنیا سے جائیں گے تو خالی ہاتھ جائیں گے۔

نماز و عبادت کے ساتھ کچھ ایسے گناہ بھی سرزد ہوتے ہیں جن کی بناء پر ہمیں اپنی عبادتوں کی قبولیت کا اطمینان حاصل نہیں ہو پاتا۔

(۴) کیا ہم عاقبت بہتر ہونے کی امید رکھیں

بہت سے انسان بدانجامی اور سوء عاقبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں اسی بناء پر اولیاء خدا نے عاقبت بخیر ہونے کی دعائیں کی ہیں کہ جس سے بڑھ کر کوئی عظیم نعمت نہیں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام خدا سے دعا فرماتے ہیں اے اللہ جب مجھے دنیا سے اٹھانا تو مسلمان اٹھانا

تَوَفَّنِي مُسۡلِماً

(سورہ یوسف آیت ۱۰۱)

قرآن مجید کہتا ہے عقلمندوں کی خواہش یہ ہے کہ ان کو ان کی نیکیوں کے ساتھ اٹھانا۔

و توفنا مع الۡاَبۡرَارِ

(سورہ آل عمران، آیت ۱۹۳)

اسی لئے قرآن مجید میں صراط مستقیم پر باقی رہنے کی ہدایت کی گئی ہے اور چند آیتوں میں عافیت کا وعدہ صرف متقین کے لئے کیا گیا ہے۔

وَالۡعَاقِبَةُ لِلۡمُتَّقِينَ.

(اعراف ۱۲۸، ہود ۴۹، قصص ۸۳)

اب ہمیں سوچنا چاہئے کہ شیطان اپنی عبادتوں کی اس کثرت کے ساتھ خداوند عالم کی بارگاہ سے نکال دیا گیا تو وہ افراد جو تمام عمر نماز و عبادت میں بسر کرتے ہیں اور اس کے بعد اس پر غرور کرتے ہیں تو کیا ان کی عبادتیں قبول ہو سکتی ہیں۔

عبادتوں اور نعمتوں کا موازنہ

ہمارے پاس جو کچھ ہے خدا کی طرف سے ہے مثلاً سلامتی کی نعمت اعضاء و امکانات و رزق تمام چیزیں خدا کی طرف سے ہے توفیق عبادت بھی اسی کی طرف سے ہے۔ سراپا اس کی نعمت میں ہم غرق ہیں وہ چونکہ ہمارے ساتھ نیکی کرنا چاہتا ہے اس لئے نیکی کی طرف بلایا ہے۔ نبیوں کو بھیجا شوق عمل دلایا اور وسیلہ بنایا۔

اور ہم جہاں بھی کہیں بھی ہوں جس زمانے میں ہوں، جن شرائط میں ہوں جن سن و سال میں بھی ہوں جس حالت میں بھی ہوں خدا ہمیں اپنی بارگاہ میں حاضر ہونے کی دعوت دیتا ہے۔

عبادت سے بھاگنے والوں کو آخرکار قبول کر لیتا ہے اپنی بارگاہ میں ہماری حاضری اور مسلسل دعائیں طلب کرنے سے وہ خستہ حال بھی نہیں ہوتا اور ہماری پذیرائی میں کوئی کمی بھی نہیں کرتا اور ہماری معمولی عبادت کو ثواب کے عوض قبول کر لیتا ہے ہمارے عیوب کو چھپاتا ہے اور سیکڑوں نعمتوں سے ہمیں مستفید کر دیتا ہے۔

تو ہمیں اب سوچنا چاہیئے کہ بے انتہا نعمتوں کے مقابل میں ہمارے اعمال کی حیثیت ہی کیا ہے۔

(۶) عبادت وغفلت میں موازنہ

ہمیں یہ سوچنا چاہیئے کہ ہماری عبادتیں زیادہ ہیں یا اس کے مقابل میں گناہ زیادہ ہیں۔
جو غفلت کی بنیاد پر سرزد ہیں۔

فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَ.

(سورہ تکویر آیت ۲۶)

تم لوگ کدھر جا رہے ہو۔

اس آیت میں ہماری غفلت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس طرح کہ ہم سے جو گناہ غفلت کی بنیاد پر سرزد ہوتے ہیں کیا اس کے مقابل میں ہماری نماز قبول ہو سکتی ہے۔
جیسا کہ امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَلَسْتُ اَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِفَضْلِ نَافِلَةٍ مع کَثِیْرٍ ما اَغْفَلْتُ من وظائفِ فُرُوضِکَ و تَعَدَّیْتُ عن مَقَامَاتِ حُدُودِکَ.

خدایا میں ان تمام واجبات سے غفلت اور حدود سے تجاوز کرنے کو کس صورت سے نوافل اور مستحبات کے ذریعہ تلافی کروں اور تیرے راستہ کو پاسکوں اور تیری بارگاہ میں حاضر ہوسکوں۔

(۷) عبادت و نیاز میں موازنہ

عبادتیں ہماری آخرت کا توشہ ہیں جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام اس منزل پر بارگاہ خداوندی میں فریاد بلند کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

آہ من قلة الزاد و طول السَّفَرِ

کہ راستہ طولانی ہے و توشہ سفر و سامان سفر بہت کم ہے قبر میں برزخ کی منزلوں سے گزرتے ہوئے قیامت تک جو ہماری طولانی راہ ہے اس کے لئے ہمیں زیادہ سامان سفر کی ضرورت ہے تو اب ہمیں سوچنا چاہئے کہ ہماری عبادتیں کفایت کر پائیں گیں؟

ابو درداء کہتے ہیں کہ مسجد نبیؐ میں اعمال اہل بدر و رضوان کے بارے میں گفتگو تھی میں نے کہا علیؑ کی پرہیزگاری تمام لوگوں سے بہتر تھی یہ میری بات لوگوں کے کانوں کو گراں گزری چونکہ میں اس کا خود شاہد تھا اس لئے یہ واقعہ بیان کیا۔ ایک شب میں نے حضرت علی علیہ السلام کو دیکھا کہ کھجوروں کے درختوں کے درمیان پوشیدہ ہو گئے میں ان کے پیچھے پیچھے گیا لیکن وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اور آپؑ بارگاہ خداوندی میں مناجات کرتے ہوئے۔

اس طرح روئے کہ بے ہوش و بے حرکت ہو گئے میں نے سوچا کہ شاید علی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ پس جناب فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کے گھر گیا تا کہ انکو اطلاع کروں آپ نے فرمایا کہ علی کی حالت خوف خدا سے اکثر ایسی ہو جاتی ہے۔ میں لوٹا اور ان کے قریب گیا اور تھوڑا پانی لایا اور چھڑکا اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام کو ہوش آ گیا میں رویا اس وقت حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا اے ابودرداء اس وقت تمہاری کیا کیفیت ہوگی کہ جب قیامت میں تم مجھے دیکھو گے کہ حساب کے لئے مجھے بلایا جائے گا اور گنہگار خدا کے عذاب پر

یقین کررہے ہوں گے۔ پس اس اپنی ناچیز عبادت پر ہمارا غرور پروردگار کی رحمت کے مقابل میں ہماری غفلت کی نشان دہی کرتا ہے۔

(۸) اولیاء خدا سے ہماری عبادتوں کا موازنہ

ہماری ناچیز عبادت اولیاء خدا کے مقابلہ میں سچ بات یہ ہے کہ بہت تھوڑی ہے۔ جب کہ وہ معصوم تھے۔ ان کی دعا اور بندگی اپنے زمانہ میں سب سے ممتاز شمار کی جاتی تھی بلکہ تمام زمانوں کے مقابلہ میں سب سے بہتر تھی اور ہمیشہ رہے گی۔

اولیاء خدا کی عبادت کے مقابلہ میں اپنی عبادت کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے اور اس پر مغرور نہ ہونا چاہیئے ہم چند مثالوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

(۱) پیغمبر خداؐ نے بہت عبادت کی اور اس طرح عبادت کی کہ آپؐ نے اپنے آپ کو زحمت و مشقت میں ڈالا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

طٰهٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرآنَ لِتَشْقٰى

(سورہ طہ، آیۃ ۱-۲)

ترجمہ: طہٰ ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نہیں نازل کیا ہے کہ آپ اپنے کو زحمت میں ڈال دیں۔

(۲) امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا سے بڑھ کر دنیا میں کوئی عبادت کرنے والا نہیں تھا۔ آپؑ اس قدر عبادت کرتی تھیں کہ آپؑ کے قدم مبارک ورم کر جاتے تھے۔

(۳) امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں ہمارے پدر بزرگوار امام زین العابدین علیہ السلام شب و روز میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے بالکل ویسے ہی جیسے امیر المومنین علیہ السلام پڑھتے تھے اور آپؑ نے جب پانچ سو کھجور کے درختوں کا باغ لگایا تو ہر درخت کے پاس دو دو رکعت نماز پڑھی۔

(۴) امام محمد باقر علیہ السلام نقل فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے پاس گیا دیکھا آپ کے پیر ورم کر گئے ہیں اور چہرہ کا رنگ بدل گیا ہے اور آنکھیں سرخ ہوگئی ہیں اور آپ کی پیشانی پر سجدہ کے نشان ہیں میں رو پڑا جس وقت آپ میری طرف متوجہ ہوئے فرمایا فلاں تحریر لے آؤ اس تحریر سے حضرت علی علیہ السلام کی عبادت کے بارے میں تھوڑا بہت مجھ کو سنایا اور ایک طرف رکھ دیا اور پھر آپؑ نے فرمایا کہ کون ہے جو ہمارے جد امجد جیسی عبادت کر سکتا ہے۔

(۵) امام کاظمؑ قید خانہ میں صبح سے لے کر ظہر تک ایک سجدہ کیا کرتے تھے آپؑ کا سینہ زمین سے سجدے کے وقت اس طرح لگ جاتا تھا کہ لوگوں کو گمان ہوتا تھا کہ بس جیسے ایک چادر زمین پر بچھی ہوئی ہے۔

جب ہمارے بزرگ آئمہ معصومین ایسے ہیں کہ اپنی عبادت میں کوتاہی کا اعتراف کرتے تھے اور ان کی زبان پر جاری ہوتا تھا۔

مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ

پروردگار جو حق تیری عبادت کا تھا ہم سے ادا نہ ہوسکا۔

دوسری طرف ہم اپنی عبادت پر بے پناہ کوتاہیوں کے باوجود غرور اور خود نمائی کرنے لگتے ہیں جبکہ ہماری عبادت اور اولیاء خدا کی عبادت میں زمین و آسمان کا فرق ہے پس ہم اپنی عبادت پر کیوں کر غرور کریں۔

باطل عبادتیں

ہم کہتے ہیں کہ بندگی صرف خدا کی جائز ہے اس کے علاوہ دوسرے موجودات کے لئے بندگی اور پرستش باطل ہے یہ ناجائز عبادتیں زیادہ تر جہالت کی بناء پر یا انبیاء کی ہدایت سے دوری اختیار کرنے کی بناء پر ہم سے انجام پاتی ہیں۔

خداوند عالم نے قرآن مجید میں باطل اور ناجائز عبادتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انھیں بے دلیل اور بیہودہ کہا ہے اور اس کو دلیل کے ساتھ رد کیا ہے اگر ہم نے غیر خدا سے مدد مانگی تو یہ ہماری غلطی ہے۔[1]

[1] یہ اور بات ہے کہ معصومینؑ سے متوسل ہونا خود مرضیٔ معبود و حکم الٰہی سے ثابت ہے۔

جب کہ تمام قدرت خدا کے پاس ہے۔

اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا

(سورہ بقرہ آیت ۱۶۵)

ترجمہ: ساری قوت اللہ کے لئے ہے۔

اگر ہم عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو عزت بھی خدا کے ہاتھ میں ہے۔

فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا

(سورہ فاطر، آیت ۱۰)

اگر کسی نے حصول معاش ورزق کے لئے باطل خداؤں کی عبادت کی تو اس کے لئے یہ خدا کا ارشاد ہے۔

لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا

(سورۂ عنکبوت آیت ۱۷)

ترجمہ: وہ تمہارے رزق کے مالک نہیں ہیں۔

اگر نفع یا دفع ضرر کے لئے غیر خدا (یعنی بتوں وغیرہ کو) وسیلہ بنایا تو وہ نہ کوئی فائدہ پہونچا سکتے ہیں نہ نقصان:

لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا

(سورہ مائدہ آیت ۷۶)

ترجمہ: تم اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے لئے نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں۔

اگر نافرمانوں کو اپنے سے برتر مانتے ہو تو جان لو کہ وہ لوگ بھی تمہاری طرح بندے ہیں۔

عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ

(سورہ اعراف، آیت ۱۹۴)

ترجمہ: سب تمہیں جیسے بندے ہیں۔

اگر بت پرستی باپ دادا کی تقلید کی وجہ سے ہے تو وہ لوگ خود گمراہی میں تھے۔

اَنْتُمْ وَ اٰبَائُكُمْ فِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ.

(سورہ انبیاء آیت ۵۴)

یقیناً تم اور تمہارے باپ دادا سب کھلی ہوئی گمراہی میں ہو۔

اگر خیال کر رہے ہو کہ قیامت میں تمہاری فریاد کو پہونچیں گے تو ایسا نہیں ہے جان لو کہ تمہاری پرستش درست نہیں ہے بلکہ وہ بعد میں دشمن ہو جائیں گے۔

كَلَّا سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَ يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا.

(سورہ مریم، آیت ۸۲)

ترجمہ: ہرگز نہیں، عنقریب یہ معبود خود ہی ان کی عبادت سے انکار کر دیں گے اور ان کے مخالف ہو جائیں گے۔

یہ لوگ بغیر دلیل کے دوسرے خداؤں کے سراغ میں گئے ہیں جبکہ کوئی دلیل ان کی پرستش کے لئے نہیں ہے۔

وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطَانًا.

(سورہ حج آیت ۷۱)

ترجمہ: اور یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر ان کی پرستش کرتے ہیں جن کے بارے میں خدا نے کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے۔

کوئی چیز اور کوئی شخص سوائے خدا کے پرستش کے لائق نہیں ہے اس لئے کہ یہ باطل معبود اپنا حقیقی وجود رکھتے ہی نہیں بلکہ ایک قسم کی ذہنی پیداوار ہیں یا ایسے موجود ہیں جن کی کوئی خاصیت نہیں پس ہر صورت میں مناسب نہیں ہے کہ انسان طوق بندگی کو اپنی گردن میں ڈالے۔

انسان کو چاہیئے کہ خداوند کریم کی نافرمانی کرنے والی مخلوق کی اطاعت نہ کرے۔

امام جواد علیہ السلام نے فرمایا:

مَنْ اَصْغٰی اِلٰی نَاطِقٍ فَقَدْ عَبَدَهُ۔

جو کوئی کسی کی (باطل) بات سنتا اور اس پر عمل کرتا ہے وہ اس کی عبادت کرتا ہے۔ اگر حق کہتا ہے تو بندہ حق ہے اور اگر باطل کہتا ہے تو باطل کی پرستش کرتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں جس کسی نے معصیت خالق میں مخلوق کی اطاعت کی پس اس مخلوق کا بندہ ہو گیا پس یہ باطل عبادت صرف پتھر لکڑی و سورج و ستارہ کی پرستش پر ہی منحصر نہیں ہے بلکہ ہر وہ فکر و گفتگو جو غیر اللہ کے لئے ہو جائز نہیں ہے۔ یہاں تک کہ غیر الٰہی نظام کو قبول کرنا بھی باطل عبادتوں میں ہی شمار ہوتا ہے۔

عبودیت اور عبادت میں فرق

ظاہری اطاعت و پرستش کہ جسے دل قبول نہ کر رہا ہو اسلام میں اس کی قیمت نہیں ہے۔ بلکہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ بندہ خدا کی بارگاہ میں بغیر کسی قید و شرط کے اپنی ذات کو اللہ کی ذات سے مخصوص کر دے اور اللہ کے دین اور اس کے فرمان کیمقابل اپنی خواہشات کو کچل دے اور تمام لوگوں کی خوشامد سے بے اعتنائی برتے۔

ذات خدا سے مخصوص ہو جانا اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا ہی عبودیت ہے جو کہ ہر عبادت کا راز ہے۔ ابلیس اپنی تمام عبادتوں کے باوجود مفہوم عبودیت نہیں سمجھ سکا تو اس نے خدا کے حکم و آدم کے پیکر کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا جس کی بناء پر مردود بارگاہ خداوند قرار پایا۔

ابلیس کے غرور اور انکار کی بنیاد یہی تھی کہ وہ تسلیم عبودیت کی منزل میں نہیں تھا اور دل کی خواہش کا تابع بنا ہوا تھا۔ قرآن کا اعلان ہے:

اَفَكُلَّمَا جَآئَكُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لاَ تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ.

(سورہ بقرہ، آیت ۸۷)

ترجمہ: لیکن کیا تمہارا مستقل طریقہ یہی ہے کہ جب کوئی رسول تمہاری خواہش کے خلاف کوئی پیغام لے کر آتا ہے تو اکڑ جاتے ہو جب انبیاء کرام تمہارے لئے خدا کی طرف سے قانون لے کر آئے اور وہ تمہارے دل کے مطابق نہ تھا تو تم لوگوں نے انکار کیا۔

دوسری جگہ خدا فرماتا ہے:

فَلاَ وَ رَبِّکَ لاَ یُؤْمِنُوْنَ بِکَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لاَ یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا.

(سورہ نساء، آیت ۶۵)

ترجمہ: پس آپ کے پروردگار کی قسم یہ ہرگز صاحب ایمان نہ بن سکیں گے جب تک آپ کو اپنے اختلافات میں حکم نہ بنائیں اور پھر جب آپ فیصلہ کر دیں تو اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی کا احساس نہ کریں اور آپ کے فیصلہ کے سامنے سراپا تسلیم ہو جائیں۔

پس انسان کی عبادت اس وقت قیمتی ہوگی جب وہ راز عبادت کو سمجھ لے اور اللہ کی مرضی میں اپنی مرضی کو تابع کردے عبادت صرف خدا کی بندگی کو کہتے ہیں نہ کہ انسان اپنی ہوا و ہوس کے مطابق عبادت کرے جب کبھی صدر اسلام میں مسلمانوں کے لئے حکم جہاد آیا تو لوگوں نے کہا کیوں یہ فرمان اتنی جلدی آگیا کاش کہ کچھ مدت بعد آتا۔ اور ابھی آگیا۔

لَوْلَا اَخَّرْتَنَا اِلٰی اَجَلٍ قَرِیْبٍ

(سورہ نساء، آیت ۷۷)

ترجمہ: کاش تھوڑی مدت تک اور ٹال دیا جاتا۔

جب بیت المقدس سے کعبہ کی طرف مسلمانوں کا رخ موڑا گیا تو کچھ لوگوں کے اعتراض کا جواب قرآن مجید میں اس طرح دیا گیا۔

لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْهِ

(سورہ بقرہ، آیت ۱۴۳)

ترجمہ: کہ ہم دیکھیں کہ کون رسول کا اتباع کرتا ہے اور کون پچھلے پاؤں پلٹ جاتا۔

تسلیم و عبودیت کا مکمل نمونہ جناب ابراہیم و اسماعیل علیہم السلام کی داستان میں ہم دیکھتے ہیں کہ باپ فقط خدا کے حکم کا مطیع اور بیٹا بھی قربان گاہ پر جا کر اپنا گلا کٹوانے کے لئے تیار ہے اور اس وقت جناب اسماعیلؑ کہتے ہیں اے بابا جو حکم ہے اس کو انجام دیجئے۔

یَا اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ

(سورہ صافات، آیت ۱۰۲)

ترجمہ: بابا جو آپ کو حکم دیا جا رہا ہے اسی پر عمل کریں۔

جناب ابراہیم کی شخصیت ایک کامل نمونہ ہے۔ ان کی زندگی خدا کی اطاعت و بندگی میں گزری چاہے اپنے فرزند کی قربانی ہو یا یہ کہ جناب ہاجرہ و جناب اسماعیل کو بیابان مکہ میں

چھوڑ دینے کا ہو یا نمرود کی آگ میں جلایا جانا ہو۔

عبادت کا تسلسل

رہرو آن نیست گہہ تند وگہی خستہ رود

رہرو آن آنست کہ آہستہ و پیوستہ رود

مسافر وہ نہیں ہے کہ جو تیز چلے اور پھر تھک جائے بلکہ مسافر وہ ہے جو آہستہ چلے اور مسلسل چلتا رہے ہر کام میں تسلسل محبوب و پسندیدہ رہا ہے ایسے ہی اسلام کی نظر میں کم اور تھوڑی عبادت جو کہ مسلسل ہو پسندیدہ اور محبوب ہے۔ اس عبادت سے جو زیادہ اور غیر مسلسل ہو۔ جیسا کہ قرآن کا ارشاد ہے:

فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِه.

(سورہ مریم، آیت ۶۵)

ترجمہ: لہٰذا اس کی عبادت کرو اور اس عبادت کی راہ میں صبر کرو۔

رسول خدا سے نقل کیا گیا ہے:

آفةُ الْعِبَادَةِ الْفَتْرَةُ.

(بحار ج ۷۷، ص ۶۸)

عبادت کی آفت یہ ہے کہ کبھی اس کو انجام دے اور کبھی اس کو ترک کر دے۔

بہت سی حدیثوں میں اس قسم کا مضمون ہے۔

اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى اَدْوَمُهَا وَ اِنْ قَلَّ.

(نہج الفصاحۃ جملہ ۴۵۳)

خدا کے نزدیک محبوب ترین عمل وہ ہے جو ہمیشہ ہوتا رہے خواہ وہ قلیل ہی کیوں نہ ہو۔

ہر وہ کام جو تم نے شروع کیا ہے اس کو کم از کم ایک سال تک انجام دو۔ پس عبادت و پرستش کی امنگ رکھنا بہت اہم ہے۔ نہ یہ کہ عبادت و دعا و مسجد میں انسان ہر وقت رہے اور تھوڑی مدت میں ان سب چیزوں کو چھوڑ دے اور عبادت سے مطلب نہ رکھے۔

عبادت کے لئے فرصت

عمر اور زندگی کی فرصت کا سرمایہ ہاتھ سے جاتا ہے اُسی طرح جیسے آسمان میں بادل گزرتا ہے ہماری زندگی بھی ختم ہوتی چلی جارہی ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہوشیار رہیں اور اس گزرتی ہوئی زندگی سے فائدہ اٹھائیں اور خدا کی بندگی کریں۔

بہت ہی عمدہ حدیث حضرت علی علیہ السلام نے فرمائی:

(الحیات ا ص ۳۳۱)

اِنَّ اللَّیْلَ وَالنَّھَارَ یَعْمَلَانِ فِیْکَ فَاعْمَلْ فِیْھِمَا وَ یَاخُذَانِ مِنْکَ فَخُذْ مِنْھُمَا

یہ آتے جاتے شب و روز جو تمہاری زندگی کم کر رہے ہیں پس تم ان سے فائدہ اٹھاؤ اور اللہ کی عبادت کرو۔

سچ یہ ہے کہ ہم عمر اپنی تو گذار رہے ہیں اور اس شب و روز کا سرمایہ ہم خرچ کر رہے ہیں لیکن ہمیں یہ غور کرنا چاہیئے کہ اس کے بدلہ ہمارے ہاتھ میں کیا آرہا ہے۔

جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلدُّنْیَا سَاعَۃٌ فَاجْعَلُوْھَا طَاعَۃً

(بحار ج ۷۷، ص ۱۶۴)

دنیا ایک گھنٹہ کی ہے پس اس میں اللہ کی بندگی کرتے رہو۔ اگر خاص شرائط کی بناء پر

ہمیں بندگی کے مواقع کم ملتے ہیں تو ہمیں چاہیئے کہ ہم موقع تلاش کریں اور اس کے لئے زمین ہموار کریں۔ اور اپنے کو آمادہ کریں اور اس طرح خدا کی عبادت کریں کہ مکان و زمان کے محدود ہونے پر ہم خدا کی بندگی سے دور نہ ہوں۔

اِنَّ اَرْضِیَ وَاسِعَۃٌ فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْن

(سورۂ عنکبوت آیت ۵۶)

ترجمہ: میری زمین بہت وسیع ہے لہٰذا میری عبادت کرو عبادت کی سختیوں کے لئے قوت برداشت کا ہونا ضروری ہے اس لئے کہ خدا پرستی کی راہ میں بہت سی دشواریوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے اور یہ دشواری کبھی شیاطین کی طرف سے پیدا ہوتی ہے جو لوگوں کو عبادت خدا سے روکتی ہے۔

اور کبھی ایسے بے دینوں کی طرف سے دشواری پیدا ہوتی ہے جو دینداروں کا استہزاء کرتے اور مذاق اڑاتے ہیں کبھی نفس ہی اپنا شیطان بن جاتا ہے جو خود انسان کو عبادت سے روکنے لگتا ہے۔ اور کبھی دوسری رکاوٹیں سامنے آجاتی ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ پیغمبرؐ جب خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھتے تھے تو لوگ ان پر ہنستے تھے اور طرح طرح کی اذیتیں دیتے تھے۔ دوسری طرف مسلمانوں کو بھی کفار مصیبتوں میں گرفتار کرتے تھے جیسا کہ بلال حبشی کو اسی خدا پرستی کے جرم میں کوڑے مارے گئے۔ ان تمام مصیبتوں کے باوجود مردان خدا کسی حالت میں خدا پرستی اور دینداری سے رکے نہیں۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا اپنی تمام مصیبتوں اور بھائیوں اور اعزہ وانصار کی شہادتوں کو دیکھنے کے باوجود یہاں تک کہ کوفہ وشام کے سفر میں بھی نماز شب ترک نہیں کیا ہے اور کمزوری کے ہوتے ہوئے بیٹھے ہی بیٹھے نماز شب ادا کیں رہبر کبیر انقلاب ایران حضرت امام خمینی رضوان اللہ علیہ نے اپنی عمر کی آخری رات میں بھی اسپتال میں بستر پر مستحبی نمازیں ادا کیں۔

غرض کہ حق کی راہ میں ایسی دشواریاں آتی ہیں جن کو اللہ کا بندہ ہر حالت میں برداشت کرتا ہے اور دشمنوں کی دشمنی کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

لاَ تَسْتَوْحِشُوْا فِي طَرِيقِ الْهُدٰى لِقِلَّةِ اَهْلِه

(از نہج البلاغہ فیض السلام ص ۱۹۲)

حق کی راہ میں افراد کی کمی کے سبب خوفزدہ نہ ہونا چاہیئے۔ اگر آپ غور کریں تو کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کوئی معمولی چیز خریدنے کے لئے انتظار میں کھڑا رہتا ہے تو کیا نماز کی ادائیگی کے لئے اسے وقت کا انتظار نہ کرنا چاہیئے؟

عبادت کے لئے دوسروں کو آمادہ کرنا

ایک مومن نہ صرف اپنی نماز ادا کرتا ہے بلکہ ساتھ ہی ساتھ دوسروں کو نماز اور خدا پرستی کی طرف دعوت دیتا رہتا ہے اور اُسے ایسا کرنا چاہیئے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے کہ اللہ کے مومن بندے خود عمل صالح انجام دیتے ہیں اور دوسروں کو حق و صبر کی تقلین و وصیت کرتے ہیں۔

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

(سورہ عصر آیۃ ۳)

اگر دس افراد سگریٹ پینے والے کسی جگہ جاتے ہیں تھوڑی مدت میں دوسروں کو بھی سگریٹ کا عادی بنا دیتے ہیں یا کچھ لوگ جو شر پسند یا فسادی ہیں کسی محلہ یا شہر میں جاتے ہیں تو فساد برپا کرتے ہیں تو ایسا کیوں نہیں ہوسکتا کہ نماز و عبادت گزار لوگوں میں جا کر انھیں خدا کی معرفت کرائیں اور انھیں خدا پرستی و عبادت کی تلقین کریں۔

عبادت کے شرائط

پس اہمیت عبادت اور اس کی پریشانیوں و تکلیفوں کو بیان کرنے کے بعد عبادت گزار کے شرائط کو بیان کرنا چاہیں گے۔

پروردگار نے انسان کو اس لائق سمجھا کہ اپنے لطف و کرم سے ایسے عبادات کی ادائیگی کی تکلیف دے کر اسے مکلّف بنایا اور وہ خدا کی عبادت کے ذریعہ روئے زمین پر خدا کا امین قرار پایا اللہ نے جو انسان کو تکلیف کے لئے منتخب کیا یہ اس کے لئے باعث افتخار ہے جس کے لئے عید کی طرح خوشی منانا چاہیئے۔

ایک عالم دین اپنے بلوغ کی ہر سال سال گرہ مناتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ وہ مبارک دن ہے کہ ہم پر واجبات کی ادائیگی کی تکلیفیں عائد ہوئیں اور ہم نے یہ عظیم توفیق حاصل کی۔ جس طرح سے کہ لوگ کسی صدر جمہوریہ کے لئے یا نمائندگی مجلس و وزارت کے لئے مبارکباد دیتے ہیں یہ اس لئے کہ لوگوں کی طرف سے ان پر ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں پس جس دن کوئی شخص مکلّف ہوتا ہے اور اس پر خداوند عالم کی طرف سے واجبات عائد ہوتے ان کے لئے وہ دن مبارک قرار پاتا ہے۔

ہم یہاں پر مختصراً تکلیف کے شرائط بیان کریں گے۔

(۱) بلوغ۔ اسلام میں حکم ہے لڑکے جب پندرہ سال قمری پورا کرلیں اور لڑکیاں نو سال کی ہوجائیں تو سن تکلیف کو پہونچ جائیں گے۔ اور ان پر تمام واجبات کی ادائیگی ضروری ہوجاتی ہے البتہ بعض لڑکے و لڑکیوں کے لئے اس سے پہلے بھی بالغ اور مکلّف ہونے کا امکان پایا جاسکتا ہے۔

اس کے علاوہ بلوغ۔ بلوغ سیاسی بھی ہے کہ جس میں انسان کا شعور اتنا بڑھ جائے کہ وہ سیاسی اور معاشرتی مسائل میں صحیح سوجھ بوجھ کی طاقت پیدا کرلے اور اس کے شعور میں

رہبران اسلام کی اطاعت کا شعور جاگ جائے ۔ اس کی مثال امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے فرزند جناب قاسم علیہ السلام نے جنھوں نے کربلا میں شہادت حاصل کی اور اپنے چچا امام حسین علیہ السلام سے یہ فرمایا کہ اگر اسلامی حکومت پر یزید (لعن) جیسا ظالم انسان قابض ہے تو اس کے خلاف جنگ کر کے موت کو قبول کر لینا ہمارے لئے شہد سے زیادہ شیریں ہے۔

اقتصادی بلوغ

اقتصادی بلوغ یہ ہے کہ انسان اپنے مال اور دوسروں کے مال سے صحیح فائدہ حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ جیسا کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے یتیموں کے مال کو ان کے ہاتھ میں اس وقت دو کہ جب تم کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان کے اندر اپنے مال کو خرچ کرنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی ہے۔

بلوغ ازدواج:

لڑکے اور لڑکیاں جب بالغ ہو جائیں اور اس قابل ہو جائیں کہ وہ اپنی زندگی کے مسائل اور اسکی ذمہ داریوں کا احساس کرلیں تو اس وقت وہ رشتہ ازدواج میں منسلک کر دئے جائیں جس کے لئے صرف قانونی عمر و جنسی بلوغ کافی نہیں ہے۔ یقیناً تکلیف کے لئے پہلی شرط بلوغ ہے۔ لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہے کہ نابالغ لوگ بالکل آزاد ہو جائیں قرآن کریم نے نابالغ افراد کے لئے بھی احکام بیان کئے ہیں کہ وہ بغیر اجازت کسی کے کمرہ یا خلوت گاہوں میں داخل نہ ہوں یہاں تک کہ خود اپنے ماں باپ کی خلوت میں بغیر اجازت کے داخل نہ ہوں۔ جیسا کہ حضرت لقمان اپنے فرزند کو حکم دیتے ہیں کہ اے میرے کم سن بیٹے نماز قائم کرو اور لوگوں کو نیکی کی دعوت دو اور ہر برائی سے لوگوں کو روکو

يَا بُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ انْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(سورہ لقمان آیت ۱۷)

ترجمہ: بیٹا نماز قائم کرو نیکیوں کا حکم دو اور برائیوں سے منع کرو۔

اگرچہ تکلیف میں بلوغ شرط ہے۔ لیکن والدین کے لئے یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو دینی امور خصوصاً نماز و روزہ کی طرف متوجہ کریں یہاں تک کہ ترک نماز پر اگر وہ تنبیہاً کوئی سزا بھی دیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۳) تکلیف کے لئے بلوغ شرط ہے۔ لیکن اگر نابالغ بچہ نقصان کرتا ہے تو ان کے والدین سرپرست پر تلافی ضروری ہے اس لئے کہ لوگوں کا حساب و کتاب خدا کے حساب و کتاب سے جدا ہے (یعنی خدا اپنے احکام کے سلسلہ میں تو رعایت فرماتا ہے لیکن حقوق عباد میں کوئی کوتاہی یا نقصان ہو تو اس پر راضی نہیں ہوتا۔

(۴) اگرچہ تکلیف بلوغ شرط ہے۔ لیکن اگر نابالغ نیک اعمال انجام دیتے ہیں تو اس کے وہ ثواب کے حقدار بنتے ہیں اور اگر کوئی گناہ وخطاء کے مرتکب ہو جاتے ہیں تو اس پر ان کے لئے تعزیر و تنبیہ قرار دی گئی ہے۔

(۲) قدرت: اعمال پر قدرت حاصل کرنا بھی تکلیف کے لئے شرط ہے۔ جو شخص معذور ہے وہ مکلف نہیں ہے۔

ہر وہ شخص جتنا بجالانے کی طاقت رکھتا ہے وہی انجام دے سکتا ہے۔ تکلیف الٰہی میں قدرت کے محدود ہونے کی رعایت کی گئی ہے۔ خدا فرماتا ہے:

لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا

(سورہ انعام آیت ۱۵۲)

ترجمہ: ہم کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے ہیں۔

خداوند عالم نے تمہارے دین میں سختی یا زحمت کی جگہ نہیں دی ہے۔ البتہ اتنی ہی تکلیف دی ہے جس کو نفس انسان برداشت کر سکے۔ اسی لئے دینداری کو زحمت و تکلیف ہی سے تعبیر

کیا گیا ہے یہاں تک کہ جہاد جو انتہائی سخت و مشکل عمل ہے اس سے مریضوں اندھوں اور معذوروں کو دور رکھا گیا ہے۔ یعنی جو جہاد کی طاقت نہیں رکھتے ان پر سے جہاد ساقط کر دیا گیا ہے۔

اختیار

اگر کسی کو گناہ کے لئے مجبور کیا جائے یا واجب کی انجام دہی سے بزور منع کیا جائے تو اللہ کے نزدیک اس کا کوئی مواخذہ اور سزا نہیں ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ تکلیف کے لئے بنیادی شرط انسان کا صاحب اختیار اور اس پر عمل کرنے کے لئے آزاد ہونا ہے۔ مجبوری و معذوری اور اضطرار کے عالم میں مسئلہ کا حکم بھی مختلف ہو جاتا ہے۔ مثلاً اگر طاغوت حکومتیں اپنے ملک میں مسلمانوں کو حج کرنے کی اجازت نہیں دیتی تو اس سے ترک حج کا مواخذہ نہیں ہوگا یا اگر بھوکا شخص بھوک سے مر رہا ہے اور اسے مردار کھانا پڑ رہا ہے۔ تو اس پر بھی اس سے مواخذہ و عذاب نہیں ہے۔

(۴) عقل: یہ عقل و شعور انسان کی فضیلت اور اس کی تکلیف کا ملاک ہے حساب و کتاب اور مواخذہ بھی عقل کی بنیاد پر ہوگا اگر انسان صاحب عقل و شعور نہیں ہے۔ تو وہ جزاء وسزاء کا مستحق نہیں ہوگا۔

بعض روایت میں وارد ہوا ہے کہ سب سے پہلے اللہ نے عقل کو پیدا کیا اور اسے اپنی بندگی وعبودبت کا حکم دیا۔

حدیث کی کتابوں میں سب سے پہلے عقل کے متعلق بحث کی گئی ہے اور اسلام میں وہ چیزیں جو عقل کو کمزور کر دیں جیسے شراب و دیگر منشیات انھیں حرام قرار دیا گیا ہے۔

اور وہ چیزیں جن سے عقل میں افزائش پیدا ہو جیسے تعلیم و تعلم مطالعہ کا شوق دلایا گیا ہے۔

واجبات کے صحیح ہونے کی شرطیں

عبادت کی قیمت و اہمیت اس وقت ہے جب وہ درست اور صحیح ہو۔ اس میں دو اہم اسباب ہیں۔

۱۔ مقصد کا صحیح ہونا۔

۲۔ اس عبادت کی ظاہری شکل کا صحیح ہونا۔

ہر عبادت کا مقصد پروردگار کی مرضی اور اس کے تقرب کا حاصل کرنا ہے۔ اس اعتبار سے ہر وہ عبادت جو ریا اور خود نمائی شہرت کی بناء پر ہو یا غیر خدا کے لئے یا اس عبادت کے لئے تعریف چاہتا ہو۔ تو ایسی عبادت کو شرک سے تعبیر کیا گیا ہے لیکن اگر مقصد خدا کی خوشنودی ہو۔ اور لوگ اپنے کام میں خلوص کی طرف متوجہ ہوں۔ تو ایسی عبادت کو صحیح و سالم قرار دیا گیا ہے۔

عبادت میں ریا نہ یہ کہ صرف حرام ہے بلکہ وہ عبادت کو باطل کرنے والی ہے۔ لہٰذا ہر انسان کو چاہیئے کہ عبادت الٰہی خالص نیت کے ساتھ انجام دے جس میں غیر اللہ کا تصور نہ آئے۔

اخلاص عمل کے بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

وَالْعَمَلُ الْخَالِصُ الَّذِیْ لاَ تُرِیْدُ اَنْ یَحْمَدُکَ عَلَیْهِ اَحَدٌ اِلاَّ اللّٰه.

خالص عمل وہ ہے کہ جس میں تم سوائے پسندیدگی خداوندی کے اور کسی کی تعریف نہ چاہو۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایات ہے۔

مَا اَخْلَصَ عَبْدٌ لِلّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا اِلاَّ جَرَتْ یَنَابِیْعُ الْحِکْمَةِ مِنْ قَلْبِهِ اِلٰی لِسَانِهِ.

اگر کوئی بندہ اپنے ہر عمل کو چالیس روز تک صرف اور صرف خدا کے لئے انجام دے تو اس کے قلب و روح سے علم و حکمت کے چشمے نکل کر زبان پر جاری ہوجائیں۔

اخلاص ایک ایسی دانشگاہ ہے کہ چالیس روز ہی میں انسان کو فارغ التحصیل کر کے سند حکمت عطا کر دیتا ہے۔

ہر عبادت کی ایک صحیح شکل وصورت ہوتی ہے کہ جب انسان اس شکل میں اس عبادت کو انجام دیتا ہے تب ہی وہ اپنی ذمہ داری پوری کرتا ہے۔ کہ جس میں اپنی ذاتی اور من مانی رائے کا کوئی دخل نہیں ہوتا جیسا کہ رسول خدا نے فرمایا:

لَا قَولَ وَلَا عَمَلَ وَلَا نِیَّةَ الا بِاِصَابَةِ السُّنَّة.

کوئی قول وفعل ونیت کی قیمت اس وقت تک نہیں ہوتی ہے جب تک کہ وہ اسے اللہ کے حکم کے مطابق انجام نہ دے۔

لہٰذا ہمیں اولیاء دین سے عبادت کی صحیح شکل وصورت سیکھنا چاہیئے۔ جبکہ حضرت ابراہیمؑ بارگاہ خداوندی میں اس طرح دعا گو ہوتے ہیں کہ پروردگار ہمیں صحیح عبادت کرنے کی توفیق عنایت فرما۔

وَ اَرِنَا مَنَاسِکَنَا.

(سورہ بقرہ، آیت ۱۲۸)

ہمیں ہمارے مناسک دکھلا دے۔

جیسا کہ نماز کہاں قصر پڑھنا ہے اور کہاں تمام اور کب آہستہ پڑھنا ہے اور کس وقت بہ آواز بلند۔ اور نمازوں کی رکعتوں کی تعداد وغیرہ یہ سب خدا کے مقررہ نظام سے ہونا چاہیئے۔

لہٰذا اگر کوئی شخص ان کی مخالفت کرتے ہوئے نماز پڑھتا ہے تو اس نماز کی کوئی قیمت

نہیں ہے جیسے اگر کہیں تمہارے سو قدم کے اندر خزانہ پوشیدہ ہے تو اس کے مطابق زمین کو کھودنا چاہیئے کم وبیش زمین کھودنے پر خزانہ سے محروم رہے گا اور بلاوجہ تکلیف اٹھائے گا۔

دوسری مثال یہ ہے کہ اگر تم کسی شخص کو کسی شہر میں ٹیلیفون کرنا چاہتے ہو تو اس شہر کے کوڈ نمبر اور اس شخص کے ٹیلیفون نمبر کو ملاؤ گے۔

اور نمبر کسی شمار کے کم یا زیادہ ہونے پر دوسرے شخص کو یا دوسرے شہر ٹیلیفون لگ جائے گا

اسی طرح ہمیں ہر عبادت کو اس کی اصل صورت میں انجام دینا ہوگا۔ تب ہی ہم ثواب کے مستحق قرار پائیں گے۔

امام باقر علیہ السلام تفسیر آیۃ

وَاْتُوا الْبُیُوتَ مِنْ اَبْوَابِهَا

(سورہ بقرہ آیت ۱۸۹)

ترجمہ: اور گھروں میں دروازے سے داخل ہو۔

دوسری طرف مقصد یہ ہے کہ ہر کام کو اس کی راہ سے کرنا چاہیے، اور دستور کے مطابق عمل ہونا چاہیئے یعنی ہر کام کو اس کی صحیح شکل میں انجام دو اور ہر عمل کو اس کے مطابق پورا کرو۔

عبادت کی شکل بدل جانے کے اسباب

قرآن مجید نے متعدد جگہوں پر ایسی مثالیں دی ہیں کہ مختلف قومیں محض اس بناء پر ہلاک کردی گئیں کہ انھوں نے عبادت کی شکل کو بگاڑ دیا اور ان شکلوں کے تغیر کے پیچھے مختلف عقائد کارفرما تھے۔ جن کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔

منت و سماجت

خداوند عالم نے بنی اسرائیل کو مقدس سرزمین پر داخل ہونے کے وقت حکم دیا کلمہ حطہ زبان پر جاری کرو یعنی اے اللہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما ان لوگوں نے اس حکم کا مذاق

اڑایا اور حطہ کے بجائے حطہ کہا یعنی گیہوں لہٰذا خدا ان کی ان باتوں سے سخت ناراض ہوا اور ان کو اس حرکت پر ہلاک کر دیا۔

(۲) اپنی روشن فکری کی بناء پر کسی عبادت کی شکل کو بدل دینا

اسلام میں چار مہینہ کہ جس میں جنگ کرنا ممنوع ہے۔

اور یہ حکم تین ماہ ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم مسلسل ہے اور ایک ماہ الگ جو رجب کا مہینہ ہے۔ قرآن ان چاروں مہینوں کو اربعۃ حرم کہہ کر محترم قرار دیا جس میں جنگ کرنے کو منع کیا گیا ہے البتہ دفاعی جنگ اس میں شامل نہیں ہے۔

لیکن بعض روشن فکر افراد نے ان مہینوں میں اختلاف پیدا کیا اور انھوں نے کہا کیا فرق پڑتا ہے سال کے کسی چار مہینہ میں ہم جنگ سے رک جائیں گے۔

قرآن مجید نے ان کی اس روشن فکرانہ تبدیلی پر تنبیہ کی اور ان کی اس فکر کو کافرانہ فکر سے تعبیر کیا ہے۔

بیجا تقدس

منظور یہ ہے کہ بہت سے لوگ مذہب کی آڑ میں اپنے دل کے خواہشات کو پورا کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ وہ قانون خدا میں تبدیلی کرتے ہیں۔ جس کی مثال بنی اسرائیل کی داستان مین اس طرح آئی ہے کہ خداوند عالم سنیچر کے روز مچھلی کا شکار کرنے کو انھیں منع کیا۔ لیکن وہ لوگ سنیچر کے دن گڑھے میں مچھلی کو لے لیتے اور اس کے دوسرے روز مچھلی کو گڑھے سے باہر نکال کر کہتے تھے کہ ہم نے سنیچر کے دن مچھلی کا شکار نہیں کیا اور مچھلی نہیں پکڑی قرآن مجید نے ان کے اس عمل پر ان کی مذمت کی۔

عبادات کے قبول ہونے کے شرائط

عبادات کی شرطوں کی صحت کے علاوہ اس کے قبول ہونے اور اس کے مکمل ہونے کے لئے بھی کچھ شرطیں ہیں جن کی رعایت کرنے کے بعد انسان کو معنوی ہدایت اور خدا کی قربت میسر ہوتی ہے۔

کبھی کبھی عبادت بلحاظ شرائط تو صحیح ہوتی ہے لیکن وہ نتیجہ خیز و ثمر آور نہیں ہوتی۔ جس کی مثال اس دوا کی طرح ہے جو شفا بخش نہیں ہوتی۔

کبھی عبادت انسان کو عذاب و سزا سے چھٹکارا دلاتی ہے لیکن خدا کے نزدیک محبوب قرار نہیں پاتی۔

آیتوں اور روایتوں میں اعمال و عبادات کے قبولیت کے شرائط مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) شرط اعتقادی (۲) شرط ولایتی (۳) شرط اخلاق (۴) شرط اقتصادی (۵) شرط اجتماعی (۶) شرط طبی

ان مذکورہ بالا شرطوں کی وضاحت سے پہلے ہم اس امر کی تاکید کرنا چاہیں گے، کہ عبادات کے قبول ہونے کے مسئلہ پر خاص توجہ دے تا کہ وہ عبادت کے معنوی فوائد مکمل طور پر حاصل کر سکے۔

جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

کُونُوا علیٰ قبولِ الْعَمَلِ اَشَدَّ عِنایَۃً مِنکُم عَلَی الْعَمَل۔

اصل عمل سے پہلے اس کی قبولیت پر ساری توجہ دینا چاہیئے جیسا کہ ایک انسان کسی ادارے میں ملازمت حاصل کرنے کے لئے وہاں کا کارڈ حاصل کرے اور ظاہری طور پر اس ادارے کے تمام قانون پر بھی عمل کرے۔

لیکن اس ادارے کے افسر سے گفتگو کرتے وقت بداخلاقی کا مظاہرہ کر دے تو ظاہر ہے وہ افسر اس ادارے میں قبول نہیں کرے گا۔ ویسے ہی عبادات میں ہوسکتا ہے پوری صحیح شکل میں انجام پاتی ہو۔ پھر ذرا سی کوتاہی کی بناء پر درگاہ خداوندی میں قبول نہیں ہوسکتی۔

پس معلوم ہوا قبول عبادت کوئی دوسری چیز ہے ان کے شرائط یہاں ہم لکھ رہے ہیں۔

کسی بھی عقیدے کے صحیح ہونے کی شرط خدا پر ایمان لانا ہے۔ خدا پر ایمان نہ رکھنا عمل کو تباہ کر دیتا ہے۔

وَ مَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ.

(سورہ مائدہ آیت ۵)

ترجمہ: اور جو بھی ایمان سے انکار کرے گا اس کے اعمال یقیناً برباد ہو جائیں گے۔

وہی لوگ مسجدوں کو ذکر خدا سے آباد رکھنے والے ہوتے ہیں جو خدا اور آخرت پر ایمان لا چکے ہوتے ہیں۔

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ.

(سورہ توبہ آیت ۱۸)

ترجمہ: اللہ کی مسجدوں کو صرف وہ لوگ آباد کرتے ہیں جن کا ایمان اللہ اور روز آخرت پر ہے۔

نیک عمل ہر مرد و عورت کے لئے مخصوص ہے جو مؤمن ہو۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً.

(سورہ نحل آیت ۹۷)

ترجمہ: جو شخص بھی نیک عمل کرے گا وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحب ایمان ہو ہم اسے پاکیزہ حیات عطا کریں گے۔

وہ لوگ جو خدا پر ایمان نہیں رکھتے اور خدا کے لئے اعمال صالحہ انجام نہیں دیتے ان کے لئے دردناک عذاب وسزا ہے۔

قرآن کریم نے کافروں کے اعمال کو ایسی راکھ سے تعبیر کیا ہے کہ جو طوفانی ہوا میں اڑ کر اس طرح منتشر ہو جاتی ہے کہ اپنی جگہ پر باقی نہیں رہتی۔

شرط ولایت

حقیقی اور آسمانی رہبر و ولایت کا عقیدہ ہی انسان کی نماز و روزہ حج و جہاد وغیرہ جملہ عبادات کی قبولیت کا سبب بنتا ہے جیسے کہ آج ایران میں ولایت فقیہ کا عقیدہ اس طرح کارفرما ہے۔ جس میں تمام دینی احکام منزل کمال تک پہونچ رہے ہیں برخلاف ان اسلامی ممالک کے کہ جن میں عبادات تو ہیں لیکن ولایت فقیہ کے نہ ہونے پر احکام خداوندی معطل ہیں۔ جس کے سبب وہ ذلت کے شکار ہیں۔

قوم وملت کی رہبری یہ ایک ایسی مثال ہے جیسے ایک کار کا ڈرائیور اگر کار میں بیٹھنے والے سب کے سب مرتب و مہذب بیٹھے ہوئے ہوں لیکن اگر ڈرائیور نشے میں ہو یا راستہ سے منحرف ہو۔ تو کوئی حادثہ ہونا لازمی ہے لیکن اگر ڈرائیور تجربہ کار ہو اور لوگ بے ترتیب بیٹھے ہوئے ہوں تب بھی مسافر اپنے منزل مقصود تک پہونچ جائیں گے۔

امام محمد باقر علیہ السلام کی حدیث ہے۔

مَنْ دَانَ اللّٰهَ بِعِبَادَةٍ يَجْهَدُ فِيْهَا نَفْسَهُ وَلاَ اِمَامَ لَهُ مِنَ اللّٰهِ فَسَعْيُهُ غَيْرُ مَقْبُوْلٍ.

(وسائل ج ۱ ص ۹۰)

جو شخص خدا پر ایمان رکھتا ہو اور تمام واجبات انجام دیتا ہو لیکن خدا کی طرف سے منسوب کئے ہوئے امامت کا قائل نہ ہو تو عبادت کے سلسلہ میں اس کی ساری کوششیں بے فائدہ اور غیر مقبول ہیں۔

جن مسلمانوں کے ذہن میں آسمانی ولایت و رہبری کا اعتقاد پایا جاتا ہے تو ان کی عبادت شیطان کی پرستش کی طرف نہیں ہوتی اور ایسے معاشرہ میں آسمانی قوانین خرافات کے شکار نہیں ہوتے نماز جمعہ اپنے پورے شکوہ کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔ اس میں شیاطین انتشار نہیں کر پاتے اور لوگوں کا حج اپنے پورے شاندار طریقہ کے ساتھ انجام پاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے:

فَمَنْ لَمْ يَتَوَلَّنَا لَمْ يَرْفَعِ اللّٰهُ لَهُ عَمَلاً.

(کافی ج ۱ ص ۴۳۰)

جو شخص آسمانی ولایت کو قبول نہیں کرتا تو خدا اس کے اعمال کو قبول نہیں کرتا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہم ہیں باب اللہ یعنی بارگاہ خداوندی تک پہچانے کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔

لہٰذا تمام عبادات کے قبولیت کی شرط آسمانی و حقیقی ولایت کا عقیدہ ہے جس کے ساتھ تقویٰ بھی ہونا چاہیئے۔

جیسا کہ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَمَا تَنَالُ وِلَايَتَنَا اِلَّا بِالْعَمَلِ وَالْوَرَعِ.

بغیر عمل و پرہیزگاری کے ہماری ولایت تک تم نہیں پہونچ سکتے ہو۔

شرط اخلاقی یعنی تقویٰ

(۳) جیسا کہ جناب آدم علیہ السلام کے بچوں کی داستان قرآن مجید میں وارد ہوئی ہے کہ دونوں نے اللہ کی بارگاہ میں قربانی پیش کی لیکن ایک بچے کی قربانی قبول ہوئی اور دوسرے بچے کی قربانی رد ہوگئی۔

اسی لئے خدا قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّمَا يَتَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ.

خداوند عالم متقین کے اعمال کو قبول کرتا ہے۔

ایک حکایت نقل کی جاتی ہے۔ ایک شخص بازار سے گزرتے وقت ایک دوکان سے دو روٹی چرالی اور دوسری دوکان سے دو انار چرالیا۔ ان دو انار و دو روٹیوں کو ایک فقیر کو دے دیا اس سے لوگوں نے کہا یہ تم نے کیا کیا؟ اس نے جواب دیا خداوند عالم ہر گناہ کے بدلہ ایک سزا دیتا ہے لیکن نیک کام کے لئے دس گناہ ثواب دیتا ہے میں نے دو انار اور دو روٹی چرالی چار گناہ کئے اور ان اناروں و روٹیوں کو فقیر کو دے دیا۔ اس طرح چالیس ثواب حاصل کئے چار گناہ چالیس ثواب میں سے کم ہو گئے پھر بھی چھتیس گنا ثواب ہمارے حصہ میں بچ گئے۔ تو اس سے کہا گیا کسی نیک عمل کا ثواب اس وقت ہے کہ جب انسان تقویٰ اختیار کر کے اس عمل کو انجام دے غصبی مال سے راہ خدا میں خرچ کرنا کوئی ثواب نہیں رکھتا۔

خدا فرماتا ہے:

اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ.

(سورہ مائدہ آیت ۲۷)

ترجمہ: خدا صرف صاحبان تقویٰ کے اعمال کو قبول کرتا ہے۔

شرط اقتصادی یعنی حقوق الناس کی ادائیگی:

حاجت مندوں کی ضرورت کو پورا کرنا اور محرومین کے حقوق کی ادائیگی کو اس حد تک شرع اسلام میں اہمیت دی گئی ہے کہ کبھی اسے عبادت کی قبولیت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے زکوٰۃ کا ادا کرنا یا حلال کمائی کا حاصل کرنا یہ سب عبادت کی قبولیت کا ذریعہ قرار پاتے ہیں۔

ان امور کا تعلق براہ راست حقوق الناس سے ہے۔ جیسا کہ امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ صلّٰی وَلَمْ یُزکّ لَمْ تُقبَلْ صَلوٰتُہٗ.

(بحار ج۹۶ص۱۲)

جو شخص نماز پڑھے لیکن زکوٰۃ (مالیات اسلامی) ادا نہ کرے اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔

دوسری حدیث میں حضرت علی علیہ السلام نے جناب کمیل سے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہاری غذا اور آمدنی حلال طریقہ سے حاصل نہیں ہوئی ہے۔ تو تمہارے لئے خدا کی تسبیح اور اس کا شکر بجالانا قابل قبول نہیں ہوسکتا۔

شرط اجتماعی یعنی دوسروں کا بھلا چاہنا

یعنی دوسروں کے بارے میں بھلائی چاہنا - ایک دوسرے سے جڑے رہنے کی کوشش کرنا اور مسلمانوں کے درمیان آپس میں میل ملاپ اور بھائی چارگی اور اچھے روابط اور اسلام کے ماننے والے کے درمیان آپس میں نیکی کرنا بہت اہمیت رکھتا ہے اور اسی طرح ہر وہ گفتگو وعمل کہ آپس کے میل جول کو خراب کرے۔

یہ جائز نہیں ہے۔ جس میں غیبت سوءظن بدخواہی قطع ارحام برا چاہنا رابطہ کا قطع کرنا وقطع تعلق رکھنا وبدخلقی یہ سب ایسے اعمال ہیں کہ ان کرنے سے عبادت قبول نہیں ہوتی ہے۔

جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ اغْتَابَ مُسلِمًا اَوْ مُسلِمَةً لَمْ یَقْبَلِ اللّٰہُ صَلاتَہٗ ولا صِیَامَہٗ

اَربَعِینَ یَوْمًا وَ لَیْلَةً اِلَّا اَنْ یَغفِرَ لَہٗ صَاحِبُہٗ.

رسول اللہؐ نے فرمایا جو کوئی مسلمان مرد یا عورت کی غیبت کرے چالیس روز تک اس کی نماز و روزہ کو خدا قبول نہیں کرتا مگر یہ ہے کہ جس کی غیبت کی ہے وہ اسے معاف کردے نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یَا اَبَاذَرْ اِیَّاکَ وَ ھِجْرَانَ اَخِیکَ فَاِنَّ الْعَمَلَ لاَ یُتَقَبَّلُ مَعَ الْھِجْرَانِ.

اے ابوذر برادران دینی سے قطع تعلق رکھنے سے پرہیز کرو اس لئے کہ ایسے افراد کا عمل قابل قبول نہیں ہوتا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

لاَ یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنْ مُؤْمِنٍ عَمَلاً وَھُوَ مُضْمِرٌ عَلٰی اَخِیْہِ سُوْءً.

ہر وہ مؤمن جو اپنے دینی واسلامی بھائی سے بدی کی نیت رکھتا ہے۔ تو خداوند عالم اس کے عمل کو قبول نہیں کرتا۔

اور امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اِنَّ سُوْءَ الْخُلْقِ یُفْسِدُ الْعَمَلَ کَمَا یُفْسِدُ الخِلُّ الْعَسَلَ.

لوگوں کے ساتھ بداخلاقی اس کے عمل کو اس طرح تباہ وبرباد کردیتی ہے۔ جیسے سرکہ شہد کو خراب کردیتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ دوسروں کی بدگوئی لوگوں کے بارے میں بری نیت دوستی کا ترک کرنا غیبت اور اس کے مثل اور چیزیں جو مسلمانوں کے گروہ کی یکجہتی کو کمزور کرنے کی وجہ بنتے ہیں اور ان کے واجبات کے قبول ہونے میں رکاوٹ بنتے ہیں لہٰذا ہر عبادت گزار ونمازی کو چاہیئے کہ دینی رابطہ خدا کے بندوں کے ساتھ مستحکم رکھے تا کہ اللہ کی عبادت قبول ہو۔

(۶) صلہ رحم

اسلام کے مقدس آئین نے عبادت و اخلاق و اجتماع کے درمیان ایسا رابطہ قائم کیا ہے کہ جیسے جسم کے اعضاء کا رابطہ خود جسم سے ہوتا ہے۔ اور صلہ رحم کے امور میں زن و شوہر کے حقوق کے احترام کو اتنا اہم ٹھہرایا گیا ہے۔ کہ جن سے بے توجہی عبادت گزار کی عبادت قبول نہیں ہوتی ہونے دیتی اس طرح زمینی رشتوں کا قطع تعلق آسمانی برکتوں کے ختم ہو جانے کا سبب بنتا ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ کَانَ لَهُ امْرَأَةٌ تُؤْذِیهِ لَمْ یَقْبَلِ اللّٰهُ صَلاتَهَا وَلاَ حَسَنَةً مِنْ عَمَلِهَا وَ عَلَی الرَّجُلِ مِثْلُ ذَالِکَ.

(وسائل ج ۱۴ ص ۲۱۶)

جو کوئی عورت اپنے شوہر کو اذیت دے گی خداوند عالم نہ اس کی نماز قبول کرے گا اور نہ اس کے کسی نیک عمل کو قبول کرے گا مرد کے لئے بھی یہی قانون ہے یعنی بیوی شوہر کے ساتھ برا سلوک کرے یا شوہر بیوی کے ساتھ برا سلوک کرے تو یہ دونوں چیزیں مانع قبول عبادت ہے۔ اور اسی طرح اگر کوئی بیٹا اپنے ماں باپ پر غیظ و غضب کی نگاہوں سے دیکھے تو اس کی عبادت قابل قبول نہیں ہوگی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

مَنْ نَظَرَ اِلٰی اَبَوَیْهِ نَظَرَ مَاقِتٍ وَ هُمَا ظَالِمَانِ لَهُ لَمْ یَقْبَلِ اللّٰهُ لَهُ صَلاۃً.

جس نے اپنے ماں باپ کو تند نگاہ سے دیکھا اس کی نماز قبول نہیں ہوگی اگرچہ ماں باپ اس کے لئے ظالم ہی کیوں نہ ہوں۔

البتہ جس وقت نماز کے ذریعہ معراج حاصل کی تو جس زینہ پر ہم نے قدم رکھا ہے اسے زمین میں محکم و مضبوط ہونا چاہیئے اس کی مثال سیڑھی کی طرح ہے جسے ہم نے اگر ہلتی ہوئی زمین پر رکھا ہے، تو ظاہر ہے ہمارا عمارت پر جانا مشکل اور ناممکن ہے۔ عبادت کے سایہ میں جو معنوی کمال حاصل ہوتا ہے وہ ہمیں لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے مسائل بھی ہیں جن کا روایات میں ذکر کیا گیا ہے۔ وہ بھی نیک اعمال کی قبولیت میں مانع قرار پاتے ہیں جیسے شراب پینا یا جوا کھیلنا۔ وغیرہ البتہ یہ بات خیال میں نہ آئے کہ جب خدا کوئی عمل قبول نہیں کرے گا۔ تو ہم نماز کیوں پڑھیں اور روزہ کیوں رکھیں یہ خیال بھی فاسد ہے۔ روایات میں وارد ہوا ہے کہ ایسے خیالات رکھنے سے انسان کے عمل میں ضعف پیدا ہوتا ہے۔ اور اس کی آئندہ کی عبادت بے قیمت ہو جاتی ہے۔

عبادات کے مکمل ہونے کے شرائط

عبادات کے قبولیت کے بارے میں جو لکھے گئے اس کے علاوہ اور بھی اجزاء شرائط ہیں جو عبادت کی اہمیت بتاتے ہیں۔

عبادت کے شرائط کو پورا کرنا بہت مشکل ہے عبادت کو انجام دینا آسان ہے لیکن عبادت شروع کرنے کا ارادہ کرنا اس لئے بہت مشکل ہے کیونکہ یہ خوشنودیٔ خدا کا سبب ہے۔ (اور شیطان اس میں مسلسل رکاوٹ ڈالتا رہتا ہے)۔

چنانچہ قرآن مجید پیغمبر اسلامؐ کے ان اصحاب کی تعریف کی ہے جنھوں نے سخت مراحل و مقامات پر آپ کا ساتھ دیا تھا۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے اپنی سواری کے باوجود پا پیادہ حج کیا تا کہ لوگوں کو زیادہ ثواب حاصل کرنے کی ترغیب ہو۔

قرآن مجید نے نماز شب پڑھنے والوں کی تعریف کی ہے کہ انھوں نے نرم و گرم بستر

چھوڑا اور نمازیں ادا کیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے:

اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ مَا اَکْرَهَتْ نَفْسَکَ عَلَیْهِ.

(قصار الجمل ج۲ ص۴۷)

سب سے بہتر عبادت وہ ہے کہ اس کے انجام دینے کے لئے تم اپنے نفس کو آمادہ کرو۔

قرآن مجید نے مجاہدوں کی عظمت کو بیان کیا ہے۔

فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا.

(سورہ نساء آیت ۹۵)

ترجمہ: مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں کے مقابلہ میں اجر عظیم عطا کیا ہے۔

عبادت کے شرائط کو پورا کرنا بہت اہم ہے۔

عبادت کے انجام دینے میں اہم و مہم کی رعایت کرنا عقلمندی دوراندیشی و مصلحت شناسی کی علامت ہے اور اسلام بھی ان کاموں کے بجالانے کی ترغیب دیتا ہے جو انسان کے لئے ضروری ہے اور اس کے لئے مفید تر اور مہم ہے اسکا شوق دلاتا ہے چاہے وہ عبادات سے ہوں یا راہ خدا میں خرچ کرنے سے متعلق ہوں۔

پیغمبر اسلام فرماتے ہیں:

لَا صَدَقَةَ وَ ذُو رَحِمٍ مُحْتَاجٌ.

جو ضرورتمند رشتہ دار کو رکھتے ہوئے دوسروں کی مدد کرے تو ایسی مدد اور نیکی کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

لَا قُرْبَةَ بِالنَّوَافِلِ اِذَا اَضَرَّتْ بِالفرائض

وہ مستحب نمازیں جو واجب نمازوں کو ضرر پہونچاتی ہوں وہ خوشنودی الٰہی کا سبب نہیں بنتی۔

عبادت گزاری میں پائداری کا اثر

انسان کی عبادت میں پائداری سے ایسے دائمی برکات و آثار خیر ظاہر ہوتے ہیں جو جلد ختم ہونے والے نہیں ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

رُبَّ یَسِیْرٍ اَنْمٰی مِنْ کَثِیْرٍ.

بہت سے کام جو معمولی اور قلیل ہوتے ہیں لیکن اپنا اثر بڑے کاموں کی بہ نسبت زیادہ رکھتے ہیں چنانچہ بسا اوقات مختصر سی خدمات و تالیفات کے فوائد بے شمار ہوتے ہیں بہ نسبت ان بڑی خدمات و تالیفات کے جن سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

لہٰذا برکت ہونا بھی عبادت کے مکمل ہونے کی شرط ہے۔

(۴) عبادات سنت پیغمبرؐ کے مطابق ہوں۔

پیغمبر اسلام و اولیاء کرام کی سیرت پر عمل کرنا ہی عبادت کا کامل ہونا ہے نہ یہ کہ باپ دادا کی سیرت پر عمل کرنا۔

معصومین علیہم السلام کی روش کے مطابق اگر عبادت ہو تو خداوند عالم کے نزدیک قیمت وارزش رکھے گی۔

قرآن مجید نے متعدد موقعوں پر حکم سَارِعُوْا وَ سَابِقُوْا کہہ کر اسی مفہوم کی وضاحت کی ہے۔

دوسری جگہ قرآن مجید نے فرمایا ہے:

لاَ يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ اُولٰئِكَ اعظم دَرَجَةً مِنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَ قَاتَلُوْا وَ كُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى.

(سورہ حدید آیت ۱۰)

ترجمہ: اور تم میں سے فتح سے پہلے انفاق کرنے والا اور جہاد کرنے والا اس کے جیسا نہیں ہوسکتا جو فتح کے بعد انفاق اور جہاد کرے پہلے جہاد کرنے والے کا درجہ بہت بلند ہے اگرچہ خدا نے سب سے نیکی کا وعدہ کیا ہے۔

اگرچہ خداوند عالم نے دونوں گروہ کے لئے ثواب کا وعدہ کیا ہے۔ سب نیک کاموں میں (انفاق وجہاد) میں سبقت کرنا ہی بنیادی چیز ہے اور عبادت کا نقطہ کمال ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

لاَ يَتِمُّ الْمَعْرُوْفُ اِلاَّ بِثَلاَثٍ خصالٍ تَعْجِيْلُهُ وَ تَصْغِيْرُهُ وَ سَتْرُهُ.

(قصار الجمل ج۲ ص۳۰)

وہ کار خیر زیادہ اہمیت رکھتا ہے جو جلدی انجام دیا جائے اور انجام دینے والا اس کو معمولی سمجھے یعنی اس نیک کام پر مغرور نہ ہو اور اس کو چھپا کر انجام دے یعنی دکھاوے کے لئے انجام نہ دے۔

اس اعتبار سے بہترین نماز جو اول وقت ہو جتنا اول وقت سے دور ہوگی اس کی فضیلت کم ہوگی۔

اور ہم اذان میں جو کہ ہمارا اسلامی شعار وطریقہ ہے اس میں ہم یہی کہتے ہیں حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح حی علی خیر العمل - نماز کے لئے جلدی کرو یہ بہترین عبادت ہے جس

کے لئے انسان کو جلدی کرنا چاہیئے۔

(۶) وہ عبادت جو سخت شرائط میں انجام دی جائے ہر وہ نیک کام اور عبادت جو ظالم حکمراں کی حکومت میں رہ کر انجام دیا جائے وہ زیادہ اثر اس لئے رکھتی ہے کہ اس میں جذبہ ایثار وقربانی زیادہ ہوتا ہے اسی لئے اس کی قیمت واہمیت زیادہ ہوتی ہے۔ اس جگہ جہاں بیرونی ونفسانی خواہشوں کا دباؤ ہو اور جو عبادت سے انسان کو روک رہے ہوں اور انسان ان دونوں پر غلبہ حاصل کرکے اس عبادت کو انجام دے۔ اس کا ثواب بھی دو چند ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید نے سچے مؤمنین کی تعریف یوں کی ہے۔

وَلاَ يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لاَئِمٍ.

(سورہ مائدہ آیت ۵۴)

ترجمہ: کسی ملامت کرنے والے کی ملامت پر پرواہ نہیں کرتے۔

خداوند عالم دوسری جگہ فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسَالاَتِ اللّٰهِ وَ يَخْشَوْنَهُ وَ لاَ يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلاَّ اللّٰهَ.

(سورہ احزاب آیت ۳۹)

ترجمہ: وہ لوگ اللہ کے پیغام کو پہنچاتے ہیں اور دل مین اس کا خوف رکھتے ہیں اور وہ اس کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے ہیں۔

جی ہاں وہ لوگ جو اپنی اور اپنے دین کی حفاظت ظالموں وفاسدوں کے درمیان کرتے ہیں وہ لوگ بلند وبالا مقام رکھتے ہیں۔

وہ عبادت جو لذت دائمی رکھتی ہے

(۷) قرآن مجید منافقوں کے نفاق کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ جب وہ لوگ نماز کے

لئے آمادہ ہوتے ہیں تو وہ لوگ شوق عبادت نہیں رکھتے ہیں بلکہ عبادت کو جبراً و قہراً انجام دیتے ہیں۔

وَ اِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوۃ قَامُوا کُسَالٰی۔

(سورہ نساء آیت ۱۴۲)

ترجمہ: اور یہ نماز کے لئے اٹھتے بھی ہیں تو سستی کے ساتھ چنانچہ شوق عبادت رکھنا نیز اس کو متواتر انجام دینے والا لائق تعریف و تحسین ہے۔

احادیث میں ہے تھوڑا عمل جو متواتر اور ہمیشہ ہو وہ بہتر ہے اس عمل سے جو زیادہ ہو سستی اور بے توجہی کے ساتھ ہو اور وہ عبادت کبھی کرتا اور کبھی نہ کرتا ہو۔ قرآن مجید نے جو ثواب کا وعدہ کیا ہے وہ علم و فکر والی عبادت کے لئے کیا ہے اور ایسے لوگوں کو ہی سچا مسلمان شمار کیا گیا ہے۔

وَ اَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنَاهُمْ مَاءً غَدَقًا۔

(سورہ جن آیت ۱۶ تفسیر صافی)

ترجمہ: اگر یہ لوگ سب ہدایت کے راستہ پر ہوتے تو ہم انھیں وافر پانی سے سیراب کرتے۔

(۸) عبادت پر غرور کا نتیجہ

مغرور انسان اپنی عبادت کو بہت اہمیت دیتا ہے اور اس طرح اپنی عبادت کو برباد کردیتا ہے۔ عبادت کے کامل ہونے کی شرط یہ ہے کہ عابد اپنی عبادت کو زیادہ نہ سمجھے اور اس پر مغرور نہ ہو۔

امام سجاد سلام اللہ علیہ دعائے مکارم الاخلاق میں اپنے خدا سے کچھ اس طرح دعا فرماتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ عَبِّدْنِیْ لَکَ وَلَا تُفْسِدْ عِبَادَتِیْ بِالْعُجْبِ

اے اللہ مجھے توفیق عبادت دے اور میری عبادت کو غرور کی وجہ سے تباہ و برباد نہ فرما۔

بہت سی حدیثیں اس مضمون کی ہیں کہ انسان اپنی عبادتوں اور نیک کاموں کو اہمیت دینے لگتا ہے اور غرور کرنے لگتا ہے ایسا عمل اس کے لئے مناسب نہیں ہے۔

خداوند عالم نے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ہمیشہ تسبیح پروردگار کرتے رہیں شاید اس لئے کہ بندگان خدا اپنی چند رکعت نمازوں پر مغرور نہ ہوں۔

عبادت غور و فکر کے ساتھ ہو

دین میں عمیق آگاہی اور بصیرت عبادات کی ارزش و قیمت معین کرنے کا رمز ہے اور عبادات کے رموز کو بغیر سمجھے ہوئے انجام دینا کوئی قیمت نہیں رکھتا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

اَلَا لَا خَيْرَ فِیْ عِبَادَةٍ لَيْسَ فِيْهَا تَفَكُّرٌ۔

آگاہ ہو جاؤ کہ عبادت کو غور و فکر کے بغیر انجام دینا کوئی قیمت نہیں رکھتا۔

دوسری حدیث میں اسی مفہوم کو یقین سے تعبیر کیا ہے۔

اِنَّ الْعَمَلَ الدَّائِمَ الْقَلِيْلَ علی اليقين اَفْضَلُ عِنْدَاللّٰهِ مِنَ العمل الكثير علىٰ غير يقين۔

(اصول کافی ج ۱ ص ۵۷)

تھوڑا عمل جو یقین کے ساتھ ہو اللہ کے نزدیک افضل ہے اس عمل سے جو زیادہ ہو اور بے یقینی کے ساتھ ہو اتنے ہی پر ہم شرائط عبادت کے بارے میں اکتفاء کرتے ہیں۔

عبادات کا فلسفہ

اسلام کے تمام عبادی احکام میں کوئی نہ کوئی حکمت وفلسفہ پوشیدہ ہے۔

۱۔ کئی آیتیں اور حدیثیں لوگوں کو دعوت غور وفکر دیتی ہیں اس کے علاوہ کوئی بھی دین و مذہب اسلام کی طرح دعوت غور وفکر نہیں دیتا ہے۔

۲۔ قرآن مجید نے مشرکوں اور بت پرستوں پر شدید تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان کے سارے امور اندھی تقلید پر مبنی اور بے دلیل ہوتے ہیں۔

۳۔ خود قرآن مجید نے جب احکام وقانون کو بیان کیا ہے تو اس پر جگہ جگہ دلیلوں کو بیان کیا ہے۔

اور آئمہ معصومین علیہم السلام نے بھی روایات میں اور اسلامی دانشوروں نے اس موضوع پر بہت ساری کتابیں لکھی ہیں اس کے علاوہ جیسے جیسے انسان ترقی کرتا گیا روز بروز احکام اسلامی پر سے اسرار کا پردہ اٹھتا گیا اور جیسے جیسے حیات آگے بڑھتی رہی اس کی شان و عظمت بہت زیادہ ہوتی گئی چنانچہ گذشتہ نکات کے علاوہ کچھ اور چیزیں ہیں جو پیش کی جارہی ہیں۔

۱۔ ضروری نہیں ہے کہ تمام احکام کے اوپر جو دلیلیں ہیں ہر زمانہ میں تمام لوگوں پر ظاہر ہوں۔

ابھی بعض دلیلیں لوگوں پر ظاہر نہیں ہیں لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا جائے گا اس پر روشن ہوتی جائیں گی۔

۲۔ احکام کے فلسفہ میں صرف مادی فوائد کو نہیں دیکھنا چاہیئے اور نہ صرف اقتصادی وطبی پہلو دیکھنا چاہیئے۔ بلکہ اس کے روحانی معنوی اور اُخروی پہلو پر نظر رکھنا چاہیئے۔ جو شخص خدا کو حکیم جانتا اور احکام کو اسی کی حکمت کی بنیاد پر رکھتا ہے وہی مؤمن کہلاتا ہے۔

۳۔ جو کوئی خدا کو حکیم اور اس کے قانون کو حکمت کی بنیاد پر جانتا ہے اس کے لئے مناسب نہیں ہے کہ حکمت کی دلیل کو آج نہ جاننے کی وجہ سے مخالفت کرے جیسے مریض کسی دوا کی خاصیت کو نہ جانتے ہوئے اسے استعمال نہ کرے اور درد کے مارے تڑپ تڑپ کر مر جائے بلکہ دوا کو بہرحال استعمال کرنا چاہیئے اور اس کے تاثیر کی معلومات کی فکر بعد میں کرنی چاہیئے۔

۴۔ اگر کسی حکم کے فلسفہ کو قرآن وحدیث سے محکم دلیل کو نہیں جانتا تو بہتر ہے کہ چپ رہے اور اپنی ہوشیاری کے ذریعہ مسئلہ کو حل نہ کرے۔

۵۔ انسان اگر بعض اسرار کو جان بھی جائے تو اس پر مغرور نہ ہو۔ اس لئے کہ بہت سے ایسے راز ہیں جو اس کے اوپر ظاہر نہیں ہوئے ہیں۔

۶۔ قانونی دائرے سے ہم باہر نہیں جاسکتے ہیں لہٰذا شیطانی چکر میں نہ آئیں جس طرح لوگ اپنے کو ڈاکٹر کے اختیار میں دیدیتے ہیں یا گاڑی کے بنوانے میں میکینک پر بھروسہ کرتے ہیں اور الٹے سیدھے سوال نہیں کرتے ہیں اسی طرح قانون الٰہی کو بھی مانیں اور قبول کریں اور اس پر عمل کریں کیوں کہ پروردگار مہربان اور دانا اور حکمت والا ہے جو آنے والا ہے اس کو اور جو گزر گیا ہے اس کو بھی جانتا ہے اور جو پوشیدہ ہے اس کو آشکار کرنے والا ہے۔

۷۔ انسان نے اگر حکم خدا کے ایک گوشہ کو جان لیا ہے تو یہ خیال نہ کرے کہ حکم خدا کے تمام اسرار کو جان گیا ہے مثلاً اگر کوئی اپنے ہاتھ کو دریا میں ڈالے تو وہ حق نہیں رکھتا ہے کہ اپنے ہاتھ کو دریا سے باہر لانے کے بعد یہ کہے میری انگلی میں جو پانی ہے وہ دریا ہے بلکہ یہ کہے کہ میری انگلی کا پانی دریا کا پانی ہے وہ شخص جس نے حکم خدا کے فلسفہ کو سمجھ لیا ہے تو یہ خیال نہ کرے کہ جو کچھ سمجھا ہے وہ پورا کا پورا ہے ہوسکتا ہے کہ اس میں کچھ رہ گیا ہو کہ جس کو وہ سمجھ نہ پایا ہو کیا انسان کی محدود عقل وفکر اس بات کا دعویٰ کرسکتی ہے کہ ہم نے تمام احکام اور خدا کے تمام رازوں کو سمجھ لیا ہے یہ ناممکن ہے اس

لئے کہ اللہ کا علم غیر محدود ہے۔

۸۔ عقل کی تعریف یہ ہے کہ جو ہم کو فلسفہ احکام کے سمجھنے کی دعوت دیتی ہے لہٰذا اسی سے خطاب کیا گیا ہے کہ اگر کسی چیز کو نہیں جانتے ہو تو صاحب تقویٰ جانکار سے پوچھ لو۔

یہ مقدمات کے چند نمونے قرآن اور حدیث سے نقل کئے گئے ہیں جو فلسفہ احکام کی طرف اشارہ کرتے ہیں ان مقدمات کے بعد چند مثالیں ہیں جو قرآن و حدیث سے نقل کی گئی ہیں جن میں احکام دین کے فلسفہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کو پیش کیا جارہا ہے۔

قرآن

قرآن مجید نماز کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ فحشاء و منکر سے روکتی ہے۔

اِنَّ الصَّلوٰۃ تنھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ

(سورہ عنکبوت آیت ۴۵)

ترجمہ: نماز ہر برائی اور ہر بدکاری سے روکنے والی ہے۔

دوسری جگہ قرآن میں ہے:

اقم الصلوۃ لذکریٰ.

(سورہ طٰہٰ آیت ۱۴)

اور میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔

اس کے علاوہ دوسری جگہ:

اَلاَ بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب

(سورہ رعد آیت ۲۸)

ترجمہ: آگاہ ہوجاؤ کہ اطمینان یاد خدا سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

اور قرآن روزہ کے بارے میں کہتا ہے روزہ تمہارے اوپر واجب ہے تا کہ اہل تقویٰ میں سے ہوجاؤ۔

لعلکم تتَّقُون.

(سورہ بقرہ، آیت ۱۸۳)

چونکہ زیادہ تر گناہ غصہ اور شہوت کی وجہ سے ہوتا ہے روزہ غصہ اور شہوت کو روکتا اور تقویٰ پیدا کرتا ہے۔ اسی وجہ سے ماہ رمضان میں لوگ گناہ و جرائم کے کم مرتکب ہوتے ہیں۔

قرآن حج کے بارے میں کہتا ہے کہ حج کو جائیں تا کہ کثیر منافع ہو زمانہ حج میں لوگوں کا جمع ہونا سیاسی مسائل کے حل کرنے کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔

لِیَشْھَدُوْا مَنَافِعَ لَھُمْ.

(سورہ حج آیت ۲۸)

قرآن زکوٰۃ کے بارے میں کہتا ہے۔ لوگوں سے ان کے مال کی زکوٰۃ لو تا کہ ان کی روح کنجوسی اور دنیا پرستی سے پاک ہو۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً تُطَھِّرُھُمْ.

(سورۃ توبہ آیت ۱۰۳)

ترجمہ: پیغمبرؐ آپ ان کے اموال میں سے زکوٰۃ سے لیجئے کہ اس کے ذریعہ یہ پاک و پاکیزہ ہوجائیں۔

جوا اور شراب کے بارے میں قرآن کہتا ہے۔

شیطان جوا اور شراب کے ذریعہ تمہارے اندر کینہ اور دشمنی پیدا کرتا ہے اور تم کو یاد خدا سے غافل کردیتا ہے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطَانُ اَنْ یُوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَاءَ وَ یُصَدِّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ.

(سورہ مائدہ آیت ۹۱)

ترجمہ: شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعہ تمہارے درمیان بغض اور عداوت پیدا کردے اور تمہیں یاد خدا سے روک دے اور قرآن مجید تو قصاص کو حیاۃ اجتماعی سمجھتا ہے۔

کیوں کہ اگر معاشرہ میں گناہگار انجام کو نہ پہونچیں گے تو معاشرے میں جرم پا... والے اور مظلوم کو ستانے والے ہوں گے لہٰذا ان کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے ان کو اعدام کیا جائے تاکہ دوسروں کو سکون حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ زندگی بسر کرنے کا موقع ملے۔

یہ سب آیات قرآنی کے چند نمونے ہیں جو احکام الٰہی کی حکمت کی طرف اشارہ کررہے ہیں۔

حدیثیں:

اس موضع پر بے شمار حدیثیں ہیں یہاں پر ہم امیر المومنین علیہ السلام کی حدیثوں میں سے صرف چند جملوں کی طرف جو نہج البلاغہ میں ہے اشارہ کررہے ہیں۔

فرض اللّٰہ الایمان تطھیراً من الشِّرک والصَّلوٰۃ تنزیھاً عن الکِبْرِ والزّکوٰۃ تسبیباً للرزق.

(نہج البلاغہ صبحی صالح حکمت ۲۵۲، فیض الاسلام حکمت ۲۴۴)

اللہ نے ایمان کو اس پر فرض کیا ہے تاکہ انسان شرک سے محفوظ رہے اور نماز اس لئے وا... قرار دی ہے تاکہ کبر سے محفوظ رہے اور زکوٰۃ اس لیے واجب قرار دیا ہے تاکہ وسع... رزق کا سبب بنے۔

خدا پر ایمان انسان کو شرک سے روکتا ہے۔ اور اسے معمولی چیزوں کی محبت اور کمزور چیزوں پر اعتماد کرنے سے نجات دلاتا ہے۔ اور نماز میں انسان کی توجہ عظمت پروردگار کی طرف ہوتی ہے کہ جو انسان کو کبر و غرور سے دور رکھتی ہے۔

زکوٰۃ جس معاشرہ میں مہر و محبت ختم ہوگئی ہے زکوٰۃ اس کو پھر سے زندہ کرتی ہے۔ اور محروموں اور کمزوروں کو اسباب معاش مہیا کرتی اور طاقت بخشتی ہے۔ اور زکوٰۃ ادا کرنے والے کے دل سے دنیا و مال کی محبت دور رکھتی ہے۔

زکوٰۃ دینے سے جو مال میں کمی واقع ہوئی ہے وہ اسکو پورا کرنے کے لئے کوشش کرتا ہے یہ بات فطری ہے کہ انسان کا خرچ جتنا زیادہ ہوتا ہے اتنی زیادہ وہ کوشش کرتا ہے۔ لہٰذا زکوٰۃ رزق کی برکت کا سبب ہے۔

اس حدیث علوی میں فلسفہ و حکمت کے بیس اہم نکات جو احکام الٰہی کے مانند ہیں جیسے روزہ امر بمعروف نہی از منکر جہاد و تحریم خمر و زنا و اجرای حدود اور اطاعت امام کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

فطرت

انسان بھی بعض احکام کے فلسفہ سے واقف ہے اور ہر انسان شرائط زمان و مکان کے اعتبار سے جھوٹ کو جھوٹ بدی کو بدی خیانت و تہمت و آدم کشی اور قتل چوری ڈکیتی کم فروشی ظلم و ستم کی برائیوں کو قبول کرتا ہے۔ اور اچھائیوں کی اچھائی کو جاننے والا ہوتا ہے مثلاً عدالت و پاکیزگی نفس کو بخوبی جانتا ہے۔ اور یہ آیت الہام الٰہی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے۔

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوَاهَا.

(سورہ شمس آیت ۸)

ترجمہ: پھر بدی اور تقویٰ کی ہدایت دی ہے۔

علم:

مختلف علوم میں جو تحقیقات ہوئی ہیں اور اسی کے ساتھ فلسفہ احکام اور ان کے رازوں پر سے پردہ اٹھایا ہے انھیں ہم کو جاننے کی کوشش کرنا چاہیئے جیسے یہ تحقیق ہوئی ہے کہ سور کے گوشت میں زہر ہے اور نقصان دہ جراثیم پائے جاتے ہیں جو ہر ایک پر ظاہر ہوچکے ہیں قرآن مجید نے ان چیزوں کو پہلے ہی سے حرام قرار دے کر ان میں چھپے ہوئے نقصانات کو ظاہر کردیا ہے۔

اسلام نے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کو منع کیا ہے تحقیقات کے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنے سے تمام پیشاب آرام کے ساتھ نہیں نکلتا ہے اور غسل کا فلسفہ یہ ہے کہ جنابت کی حالت میں خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے اور اعصاب متاثر ہوجاتے ہیں جو غسل کے ذریعہ معتدل ہوجاتے ہیں۔ مزید غسل میں قربۃ الی اللہ کی نیت انسان کو اللہ کی عبادت کی غفلت سے دور کردیتی ہے۔

اگر اسلام نے انار کی لکڑی سے خلال کو منع کیا ہے تو وہ اس لئے کہ مسوڑوں کو اس لکڑی سے نقصان پہونچتا ہے۔

اسی طرح اسلام کے تمام احکام جو واجبات ومحرمات حتی مستحبات ومکروہات کی شکل میں ہیں اور انسان کی رفتار خوراک پوشاک غرض زندگی کے تمام مسائل سے جو متعلق رکھتے ہیں ان سب میں کوئی نہ کوئی گہرا راز وفلسفہ وحکمت پوشیدہ ہے۔ جس کے بارے میں اسلامی علماء اور دوسرے محققین نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں کہ جس سے ایک اہم نکتہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ جو اسلام کا ہر حکم کسی نہ کسی فلسفہ پر مبنی ہے۔ کچھ اس میں واضح وروشن ہوچکے ہیں اور کچھ رازوں کی طرح پوشیدہ ہیں جو آئندہ جان لئے جائیں گے لہٰذا ہمیں عبودیت کے ناطے ہر حکم کو اللہ کا حکم سمجھ کر مان لینا اور اس پر عمل کرنا چاہیئے۔

تسلیم بزرگ ترین فلسفہ ہے۔

عبادت کا سب سے اہم فلسفہ تسلیم خود سپردگی ہے اس میں شک نہیں اسلام کے قانون اور احکام میں کوئی نہ کوئی فلسفہ اور دلیل ہے لیکن ضروری نہیں ہے کہ ایک عبادت گزار ان تمام دلیلوں کو جان لے کہ اس میں کیا اقتصادی وطبی پہلو ہے۔

مسلمان کو اس لئے حکم دیا گیا کہ وہ اللہ کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کردے اور فوری طور پر عبادت کو انجام دے یہ اس کی انسانیت کا کمال ہے۔ بہت سے حکموں میں جو ہر تسلیم کو سیکھنے پر زور دیا گیا ہے خداوند عالم نے جو جناب ابراہیم کو جناب اسماعیلؑ کی قربانی کا حکم دیا اسے اسی فلسفہ تسلیم کے تحت دونوں نبیوں نے قبول کیا اس کی مثال اس طرح ہے کہ ہمیشہ راستہ چلنے میں ہمارا مقصد کسی جگہ پہونچنا نہیں ہے کبھی خود راستہ چلنا ہدف ہے مثلاً ورزش کے لئے پیدل چلنا یا مسابقہ میں دوڑنا ہے یہاں مقصد خود دوڑنا ہے نہ کہ کہیں پہونچنا ہے۔
اسی طرح الٰہی احکام وعبادت کے فرامین کی بجا آوری کا مقصد کبھی تسلیم ورضا ہوتا ہے اور کبھی اسی ریاضت کی مشق ہوتی ہے کہ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ حکم خدا ہے اور ہمیں انجام دینا ہے اور عبادات میں جو احکام وارد ہوئے ہیں ان کا مقصد انسان کے روح کی پرورش کرنا ہے جس طرح جسم کے لئے ورزش ضروری ہے ویسے ہی روح کے لئے عبادت لازم ہے۔

حضرت امام سجاد وحضرت علی علیہما السلام فرماتے ہیں:

كَفىٰ بی فخراً اَنْ اَكُوْنَ لَکَ عَبْدًا

خدایا میرے لئے افتخار یہی ہے کہ میں تیرا بندہ ہوں۔

مناجات شعبانیہ میں ہم پڑھتے ہیں:

لَئِنْ اَدْخَلْتَنِیْ النَّارَ اَعْلَنْتُ اَهْلَهَا اِنِّیْ اُحِبُّکَ .

خدایا اگر تم نے مجھے دوزخ میں ڈال دیا تو میں دوزخیوں میں اعلان کروں گا کہ میں تجھے دوست رکھتا ہوں۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدایا میری عبادت نہ جنت کی لالچ سے ہے نہ جہنم کے خوف سے ہے بلکہ میں نے تجھے لائق عبادت سمجھا اس لئے عبادت کر رہا ہوں اولیاء خدا اس کی عبادت سے لذت حاصل کرتے ہیں اور گناہگار عبادت اور یاد خدا کی شیرینی سے محروم ہیں کبھی جب کوئی کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کی خدمت کرتا ہے بغیر اس کے کہ اس سے مالی مدد کی امید رکھتا یا اقتصادی فائدہ اٹھاتا ہو وہ محض اس کی شخصیت اور اس سے محبت کی بناء پر اس ذات سے محبت کرتا ہے۔

اور بہت ایسے لوگ ہوتے ہیں جو کسی شخصیت کے ساتھ بیٹھنا یا اس کے ساتھ فوٹو کھچوانے سے خوش ہوتے ہیں جبکہ ان سے فائدہ کی امید نہیں رکھتے بلکہ اس شخص سے خود اس کی نزدیکی ان کو محبوب سمجھتے ہیں جب انسان کے لئے یہ معمولی امور قدر و قیمت رکھتے ہیں تو کیا خدا کی عبادت اور اللہ کی بارگاہ میں حاضری کیا اس کے لئے سرمایہ نہیں ہوگی۔

بہانہ یا تحقیق:

پچھلی بحث سے یہ واضح ہوا کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے اندر عبادت و تسلیم کا جوہر نہیں ہے وہ کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے اپنے کندھے سے تکلیف کا بوجھ اتارنا چاہتے ہیں اس اعتبار سے اس بہانہ کا نام تحقیق رکھ دیتے ہیں اور پھر ہر دینی حکم کے بارے میں فلسفہ اور دلیل تلاش کرتے ہیں اور خود کو اپنے خیال میں بہت بڑا محقق تصور کرنے لگتے ہیں اور بہت سے لوگ اس طرح کی حرکتیں کر کے اپنی روشن فکری کا اظہار کرتے ہیں قرآن کریم نے اس قسم کی مزاج کے افراد کے بارے میں کچھ اس طرح سے بیان کیا ہے۔ کہ ایسے لوگ قیامت کے بارے میں کس طرح کا اعتقاد رکھتے ہیں:

بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهُ يَسْئَلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ.

(سورہ قیامت، آیت ۵)

ترجمہ: بلکہ انسان یہ چاہتا ہے کہ اپنے سامنے برائی کرتا چلا جائے اور پوچھتا ہے کہ یہ قیامت کب آنے والی ہے۔

کچھ لوگ گناہ کے راستہ پر چلتے ہیں اور سوال کرتے ہیں کہ قیامت کب آنے والی ہے وہ لوگ مثل بچوں کے ہر وقت بہانہ کرتے ہیں اور جب کام پورا ہو جاتا ہے تو دوسرا بہانہ ڈھونڈتے ہیں قرآن مجید ان لوگوں کے بارے میں یوں بیان کرتا ہے۔

وَ اِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوْا وَ يَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ.

(سورہ قمر آیت ۲)

ترجمہ: اور یہ کوئی بھی نشانی دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ ایک مسلسل جادو ہے۔

اگر یہ لوگ خدا کی نشانیوں اور انبیاء کے معجزات مشاہدہ کرتے تو انکار کر دیتے اور یہ کہتے کہ یہ سحر و جادو ہے یہ لوگ ایسے ہیں جو معمولی ڈاکٹر، میکانک یہاں تک نفس کے وسوسوں اور خواہشات کے آگے بے چوں و چرا سر تسلیم خم کر دیتے ہیں لیکن جب کوئی حکم دین کے بارے میں پیش کیا جاتا ہے تو اس کے اوپر دلیل مانگتے ہیں اور اہل تحقیق و استدلال ہو جاتے ہیں اور تحقیق کا دعویٰ کرنے لگتے ہیں اور منہ بناتے ہیں۔

ایک حکایت:

ایک روز کسی شخص نے پوچھا نماز صبح کیوں دو رکعت ہے۔ میں نے کہا کہ میں نہیں جانتا ہم نے تو بس خدا کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر کے نماز پڑھی ہے جس وقت اس نے سمجھا کہ میں نہیں جانتا اس کے چہرہ کا رنگ روشن فکروں کی طرح ہو گیا اس نے کہا یہ دنیا دنیائے علم ہے آج دین بغیر علم کے قبول نہیں کیا جاتا ہے میں نے اس سے سوال کیا اب تم یہ بات ہمیں بتاؤ کیوں انار کے درخت کے پتے چھوٹے ہوتے ہیں اور انگور کے درخت کے پتے بڑے ہوتے ہیں۔

اس نے کہا نہیں جانتا میں نے بھی اسی سے کہا یہ دنیا دنیائے علم ہے میں نے اس سے منہ بنا کر کہا تمہارا علم یہ ثابت کرے کہ کیوں ایسا ہے اس کے بعد اس کا غرور تھوڑا کم ہوا میں نے کہا بھائی مجھ کو قبول ہے یہ دنیا دنیائے علم ہے۔ اس معنی میں نہیں کہ موجودات ہستی کے تمام اسرار آج ہی جان لیں۔ اور یقیناً ایسا ہے کہ انار اور انگور کے چھوٹے بڑے ہونے میں یا ان دونوں میووں کے مزے میں مختلف ہونے میں کوئی نہ کوئی ایسا راز ہے جس کو برگ شناس وخاک شناس ومیوہ شناس ابھی پہچان نہیں پائے ہیں ہوسکتا ہے کہ بعد میں اس راز کو پہچان لیں ہر وجود کوئی نہ کوئی راز رکھتا ہے۔ پس ہمیں چاہیے کہ قبول کریں لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ ہم نے آج تمام ہستی کے اسرار کو جان لیا ہے۔ تو ہرگز اس کو قبول نہ کریں۔

حتماً انار کے پتہ کا باریک اور انگور کے پتہ کا بڑا ہونا اور ان کے پھلوں کے مزے میں فرق ہونا ابھی برگ شناس وخاک شناس وگیاہ شناس ومیوہ شناس نے اس کو معلوم نہیں کیا ہے۔ لیکن اسرار کے وجود کو قبول کرتے ہیں پس اگر ہم فرض کریں کہ ہر کوئی عمل دلیل وفلسفہ کے بغیر انجام نہیں دیں گے تو پھر خدا پرستی اور تسلیم کا فلسفہ کیا رہ جائے گا۔ اور خدا کا علم بشری علم سے کہیں آگے ہے روشن فکر کیوں ہر قانون واصول کو بغیر دلیل کے قبول کر لیتے ہیں لیکن جب خدا اور دین کے قوانین کی بات آتی ہے تو دلیل طلب کرنے لگتے ہیں۔

نماز وحی کے آئینہ میں

عبادات اور ان کے شرائط وفلسفہ کی بحثیں گزر چکی ہیں پس ان کلیات کے ذکر کے بعد اب ہم ان کے مصادیق کے بارے میں بیان کریں گے جن میں سب سے نمایاں اور روشن قسم نماز ہے جس کی تفصیل ہم بیان کریں گے ابتداءً قرآن مجید اور حدیث کے مدارک سے نماز کے جزئیات واسرار سے بحث کریں گے۔ اس کا مختصر بیان اس طرح کہ نماز انبیاء کی اہم ترین وصیتوں میں سے ایک ہے۔ اور عبادات کے مصادیق میں سب سے نمایاں مصداق نماز ہے۔

جیسا کہ حضرت لقمان اپنے فرزند سے وصیت کرتے ہیں کہ اے میرے لال نماز کو قائم کرو۔

یا بنی اَقِمِ الصّلوة.

(سورہ لقمان آیت ۱۷)

ترجمہ: میرے بیٹے نماز قائم کرو۔

نماز حافظہ کے لئے بہترین دوا اور ذکر خدا ہے۔

اَقِمِ الصَّلوٰۃَ لِذِکْرِیْ.

(سورہ طہ، آیت ۱۴)

ترجمہ: اور میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔

نماز عہد خدا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا الصلوۃ عہد اللہ۔ نماز عہد خدا ہے۔

نماز پیغمبر کے آنکھوں کا نور ہے اور آپؐ نے پر فرمایا: نماز غموں اور مشکلات میں بہترین مددگار ہے جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے مشکلوں میں نماز اور صبر سے مدد لو اور کامیابی حاصل کرو۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلوٰةِ.

(سورہ بقرہ، آیت ۴۵)

ترجمہ: صبر اور نماز کے ذریعہ مدد مانگو۔

نماز غرور کو ختم کرنے کی دوا ہے حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

اللہ نے نماز کو اس لئے واجب کیا ہے تا کہ انسان کبر سے دور رہے:

والصلوٰۃ تنزیھا عن الکبر.

نماز خدا کی طرف سے نعمتوں پر شکر کا وسیلہ ہے۔

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَنْحر.

(سورہ کوثر، آیت ۲)

ترجمہ: لہٰذا آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھیں اور قربانی دیں۔

نماز دین کا چہرہ ہے جیسا کہ ارشاد ہوا:

الصلوٰۃ وجہ دینکم

نماز دین کا چہرہ ہے

نماز بمنزلہ پرچم ونشانی مکتب اسلام ہے۔جیسا کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا ہے۔

عَلَمُ الْاِسْلامِ الصَّلوٰۃُ.

اسلام کا پرچم نماز ہے۔

وھی عَمُوْدُ دِیْنِکُمْ.

نماز دین کا ستون

نماز جسم کے سر کی طرح ہے۔

جیسا کہ پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا:

مَوضعُ الصَّلوٰۃ مِنَ الدِّیْن کَمَوْضِعِ الرَّاسِ من الْجَسَد.

نماز جنت کی کنجی ہے۔

الصَّلوٰۃُ مِفْتَاحُ الْجَنَّۃِ

نماز لوگوں کے لئے ترازو ہے۔

بُنِیَ الْاِسْلامُ عَلی الصَّلوٰۃِ.

نماز اساس دین ہے۔

نماز ہی کے متعلق قیامت میں سب سے پہلے سوال کیا جائے گا۔

اول ما یحاسب بہ العبد الصلوٰۃ

نماز گناہوں کو دور کردیتی ہے۔حدیث میں نماز کو نہر سے تشبیہ دی گئی ہے جس میں نماز گزار پانچ بار اپنے بدن کو اس طرح دھل لیتا ہے کہ جس کی وجہ سے معمولی داغ بھی نہیں رہتا ہے نماز مخلوق اور خالق کے رابطہ کا نام ہے۔اور جو انسان کے اندر معنویت پیدا کرتی ہے۔اور انسان کو خدا سے آشنا کرنے کے علاوہ خود اپنی فطرت وطبیعت سے آشنا کرتی ہے۔ نماز کے لئے انسان کو خاک وقبلہ پانی طلوع وغروب آفتاب مختلف اوقات کی جان کاری حاصل کرنی پڑتی ہے نماز ہی وہ واحد عبادت ہے جو ڈوبتے ہوئے شخص اور میدان جنگ کے مجاہد پر بھی معاف نہیں ہے۔

اور انسان کی حریت اور آزادی کے لئے بہترین فریاد ہے جس کے ذریعہ ظالم حکمرانوں کی اور تمام ستمگروں کی بندگی کے خلاف بغاوت کرنے والی اور بارگاہ احدیت میں اعلان بندگی کرنے والی ہے اور نماز جناب ابراہیمؑ وحضور ختمی مرتبتؐ وامام حسینؑ وامام مہدیؑ علیہم السلام کی سنتوں کو زندہ کرنے والی ہے۔

نماز بندے کا خدا سے نزدیک ہونے کا بہترین وسیلہ ہے۔

الصَّلوٰۃُ قُرْبَانُ کلِّ تَقِیٍّ

نماز ہر پرہیزگار کے لئے خدا سے قریب ہونے کا ذریعہ ہے۔

نماز تمام انبیاء کی آخری وصیت ہے۔

وھی آخر وَصَایَا الاَنبِیَاءِ

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے انتقال سے پہلے اپنے خاندان و اقرباء اور فرزندوں کو اپنے اردگرد جمع کیا اور وصیت کی تم لوگ کبھی نماز کو ہلکا شمار نہ کرنا ہماری شفاعت ایسے لوگوں کو پہونچ نہیں سکتی جو نماز کو سبک شمار کریں گے۔

نماز اولیاء خدا کے لئے میٹھی شی اور منافقوں کے لئے دشوار اور بھاری بوجھ ہے۔

وَ اِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ اِلاَّ عَلَی الْخَاشِعِیْنَ.

(سورہ بقرہ، آیت ۴۵)

ترجمہ: نماز بہت مشکل کام ہے مگر ان لوگوں کے لئے نہیں جو خضوع و خشوع والے ہیں۔

نماز شیطان کو اذیت دینے والی ہے۔

مُدحِرَۃٌ لِلشَّیطَانِ

اہمیت نماز

نماز کے متعلق آیتیں و حدیثیں نقل کی گئی ہیں اس کے علاوہ اولیاء و انبیاء کرام نے بھی نماز کی اہمیت اور اس کی منزلت کو بیان کیا ہے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے مجھ کو وصیت کی ہے کہ جب تک زندہ رہوں۔ نماز و زکوٰۃ ادا کرتا رہوں۔

و اَوْصَانِیْ بالصّلوۃ والزکوۃ ما دمتُ حیّا.

(سورہ مریم، آیت ۳۱)

ترجمہ: اور جب تک زندہ رہوں اس نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کی وصیت کی ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے روزہ عاشورہ میدان جنگ میں نماز ظہر دشمن کی طرف سے برستے تیروں میں ادا کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی اور بچے کو مکّہ کے گرم و بے آب و گیاہ بیابان میں ٹھہرا کے بیان کرتے ہیں:

اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِی زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوْا الصَّلٰوۃَ.

(سورہ ابراہیم، آیت ۳۷)

پروردگار میں نے اپنی ذریت میں سے بعض کو تیرے محترم مکان کے قریب بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ دیا ہے تاکہ نمازیں قائم کریں۔

ہمارے معصوم پیشوا جب نماز پڑھتے تھے تو خوف خدا سے ان کے چہرہ کا رنگ بدل جاتا تھا۔ اور فرماتے تھے یہ وقت الٰہی امانت کی ادائیگی اور بارگاہ احدیت کے سامنے حاضر ہونے کا ہے۔ اگرچہ بعض لوگ نماز جنت کی لالچ اور جہنم کے عذاب کے خوف سے پڑھتے ہیں لیکن امیر المؤمنین علیہ السلام نماز کو نہ جنت کی لالچ میں نہ جہنم کے خوف سے پڑھتے تھے بلکہ خدا کو لائق عبادت سمجھ کر نماز کو ادا کرتے تھے۔

نماز کی اہمیت کا اسلام میں اس قدر اہتمام کیا گیا ہے کہ والدین سے یہ سفارش کی گئی ہے کہ وہ آٹھ سالہ بچے کو جو ابھی نابالغ ہے اسے نماز کے لئے آمادہ کریں اور وہ نہ پڑھے تو اس پر سختی بھی کریں ہر نمازی نماز کے وقت اپنے خدا سے اس طرح متعلق و مربوط ہو جاتا ہے جس طرح ہوائی جہاز کا ایک پائیلیٹ پرواز کے وقت اپنے کنٹرول روم سے مربوط ہو جاتا ہے۔ نماز گناہوں کو بخشش کا وسیلہ ہے اور انسان کو لغزشوں اور خطاؤں سے روکتی ہے جیسا قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے۔

اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ.

(سورہ ہود آیت ۱۱۴)

ترجمہ: نیکیاں برائیوں کو ختم کرنے والی ہیں۔

نماز کا ترک کرنا

جو شخص نماز کو ترک کرتا ہے گویا اپنے رابطہ کو پروردگار سے توڑ لیتا ہے اور وہ اس طرح دنیا وآخرت میں گھاٹا اٹھاتا ہے روز قیامت اہل بہشت دوزخیوں سے پوچھیں گے کس چیز نے تم کو جہنم کی طرف روانہ کیا جہنمیوں کا جواب ہوگا ہم لوگ نماز نہیں پڑھتے تھے۔

قالو الم نک من المصلین

(سورہ مدثر آیت ۴۳)

ترجمہ: وہ کہیں گے کہ ہم نماز گذار نہیں تھے۔

دوسرے یہ کہ کچھ ایسے نمازی ہیں کہ جو کبھی نماز پڑھتے ہیں اور کبھی نماز نہیں پڑھتے ہیں اور یہ سب ان کی غفلت کی بناء پر ہوتا ہے ایسے نمازیوں کی حالت کو آیت بیان کرتی ہے:

فویل للمصلین الذین عن صلاتھم ساھون.

(سورہ ماعون آیت ۵)

ترجمہ: پس تباہی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں سے غافل رہتے ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر.

(محجۃ البیضاء ج ا ص ۳۰۱)

جس کسی نے نماز کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا وہ کافر ہوگیا۔

نیز آپؐ نے فرمایا:

بَیْنَ الْعَبْدِ وَ بَیْنَ الْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلوٰۃ.

ایمان وکفر کی سرحد ترک نماز ہے۔

نماز کو ہلکا سمجھنا

نماز کو اہمیت دینا خدا پر ایمان کی نشانی ہے اور اس سے لاپرواہی کرنا روحانیت کے کمزور ہونے کی دلیل ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

اِنَّ اَسْرَقَ النَّاسِ مَنْ سَرِقَ صَلاتَہ

لوگوں میں سب سے بڑا چور وہ ہے جو نماز سے جی چرائے دوسرے جگہ فرمایا جس نے نماز کو ہلکا سمجھا اس کی مثال اس عورت کی ہے جو اپنے حمل کو گرادیتی ہے نہ اس کو حاملہ اور نہ اسکو بچہ دار کہہ سکتے ہیں۔

نیز آپؑ کا قول ہے:

مَنْ ضَیَّعَ الصَّلوٰۃَ فَھُوَ لِغَیْرِھَا اَضْیَعُ

جس کسی نے نماز کو ہلکا سمجھا اور اسے ضائع کیا اس نے دوسرے امور کے ضائع کرنے کے بہ نسبت اپنا زیادہ نقصان کیا۔

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا جس نے اپنی نماز کو تباہ کیا وہ قیامت میں قارون وھامان کے پہلو میں ہوگا۔

اس شخص پر وائے ہو جس نے اپنی نماز کی حفاظت نہیں کی نیز جس شخص نے نماز کو ہلکا سمجھا خداوند عالم اس کی عمر اور مال سے خیر وبرکت اٹھالیتا ہے اس کے نیک کاموں کا ثواب ختم ہوجاتا ہے اور اس کی دعا قبول نہیں ہوتی موت کے وقت بھوک و پیاس کے احساس کے ساتھ نیز ایک مخصوص ذلت کے ساتھ دنیا سے جاتا ہے۔

اور عالم برزخ میں سختی وتاریکی وظلمت وفشار قبر کا مزہ چکھے گا۔ اور قیامت میں اس سے

سختی کے ساتھ حساب لیا جائے گا۔ اور فرمایا جس شخص نے نماز کو ہلکا سمجھا وہ میرا امتی نہیں ہے۔

پیغمبر اسلامؐ سے نقل کیا گیا ہے کہ جس وقت انسان نماز میں غیر خدا کی طرف توجہ کرے خدا اس سے فرماتا ہے۔

الٰی مَنْ تَقْصُدُ اَرَبًّا غَیْرِیْ تُرِیْدُ وَ رَقِیْبًا سِوَایَ تَطْلُبُ جَوَادًا خَلَایَ تَبْغِیْ.

اے بندے تو کس کی طرف متوجہ ہے۔ آیا میرے علاوہ کسی اور پروردگار کا ارادہ کئے ہوئے ہے آیا میرے علاوہ کوئی اور نگہبان ہے کیا میرے علاوہ کوئی اور بخشنے والا ہے کہ جس سے تم دل لگائے ہوئے ہے مجھ سے زیادہ بخشنے والا کون اگر تمہاری توجہ میری طرف ہو تو میں اور میرے فرشتے تمہاری طرف توجہ کریں گے۔

نماز عقل وضمیر کے آئینہ میں

اسلامی حق کے علاوہ آپس میں دو مسلمان ایک دوسرے پر حق رکھتے ہیں جسے حق انسانی کہتے اور یہی انسانیت کا تقاضا بھی ہے۔ حقوق انسانی میں سے ایک حق یہ ہے کہ ہر انسان ایک دوسرے سے محبت کرے اور نیکی کے ساتھ پیش آئے یہاں تک کہ اگر ہم مسلمان نہ بھی ہوں تب بھی ایک دوسرے پر احسان و نیکی کرنا ہماری ذمہ داری ہے وتشکر کرنا بھی لازم ہے۔ یہ قانون ہر زبان وقوم وملت وملک میں یکساں ہے۔ انسان جتنی نیکی کرے گا اتنا ہی زیادہ محترم ہوگا اور لوگ اس کا شکریہ بھی زیادہ کریں گے۔

آیا خدا کے علاوہ کوئی اور بھی ہے جو ہم پر حق رکھتا ہے جواب میں ہوگا نہیں۔ اس لئے کہ اس کی نعمتیں ہمارے لئے بے شمار ہیں وہ اپنے وجود کے لحاظ سے عظیم اور بخشش کے لحاظ سے فیاض ہے خداوند عالم نے ہم کو ایک ذرہ سے پیدا کیا ہے ہماری زندگی کے لئے جو کچھ ضروری تھا اس نے نور وحرارت مکان و ہوا پانی اعضاء غرائز قوا طبیعت سب کچھ ہمارے

لئے مہیا کیا۔ یہاں تک حیوانات نباتات ہوش وعقل مہر وفا سب کچھ انسان کے لئے فراہم کیا کہ جس سے ہماری معنوی تربیت ہوتی ہے اس نے اپنے رسولوں کو بھیجا اور احکام نافذ کئے اور ہمیں نیکی وسعادت دینے کے لئے حلال وحرام کے احکام مقرر کئے غرض ہمیں مادی معنوی دونوں طریقوں سے تمام وسائل وشرائط مہیا کئے ہیں کہ جن کے ذریعہ ہم دینوی و اخروی سعادت حاصل کریں۔

کس شخص نے خدا سے زیادہ ہمارے ساتھ نیکی کی ہے کہ ہم اس سے زیادہ اس کا حق ادا کریں؟

بہ قول سعدی ہر نفس (سانس) کہ جو اندر جاتی ہے وہ حیات کو بڑھانے والی ہے اور جو نفس باہر نکلتی ہے وہ ذات کو خوش کرنے والی ہے۔ پس ہر دو نفس میں دو نعمت موجود ہے اور ہر نعمت پر شکر واجب ہے۔

از دست و زبان کہ بر آید- کز عہدہ شکرش بہ در آید ہاتھ اور زبان کے ذریعہ انھیں دو نعمتوں کا اگر کوئی شکریہ ادا کرنا چاہے تو ادا نہیں کرسکتا۔

اس نے ہماری ہدایت کے لئے انبیاء وآئمہ معصومین علیہم السلام کو بھیجا دنیا اور فطرت کو انسان کے اختیار میں دیا اور اس سے فائدہ حاصل کرنے کی قدرت دی اور انسان کے اندر دنیا کے راز معلوم کرنے کی صلاحیت دی تا کہ انسان اپنی زندگی کے مسائل حل کرسکے اور کامیاب زندگی گزار سکے۔ درخت کے پتے اور گھاس اور ہوا میں جو کاربن پائے جاتے ہیں اس کو حاصل کرتے اور آکسیزن کو چھوڑتے ہیں بارش کے قطرے ہوا کو صاف وشفاف بناتے ہیں اور دریائی زندہ بڑی مچھلیاں دریا کی مردہ مچھلیوں کو نگل لیتی ہیں جس سے پانی میں بدبو نہیں پھیلتی ہے ہماری آنکھیں ہر لحظہ مختلف طریقوں سے طرح طرح کے عکس کھینچ کر ذخیرہ کرتی ہیں۔

اگر ہمارے ہونٹھ نرم نہ ہوتے تو ہم بات چیت کی قدرت نہیں رکھ سکتے تھے آنسو اگر

نمکین نہ ہوتے تو ہماری آنکھیں خراب ہوجاتیں اگر تمام پانی کڑوا اور نمکین ہوتا تو درخت
ہی پیدا نہ ہوتے اگر زمین قوت جاذبہ نہ رکھتی اور سورج کا زمین سے اتنے دور کا فاصلہ نہ ہوتا
اگر بچہ پیدا ہوتے ہی ماں کے پستان کو چوسنے کا شعور اور ماں باپ میں مہر و محبت نہ ہوتی تو
بھلا ہم کیسے زندگی گزار سکتے تھے۔

خداوند عالم کی اتنی زیادہ نعمتیں ہیں کہ جنھیں ہم شمار نہیں کرسکتے اور نہ اس کے احسان کو
اتار سکتے ہیں اس لئے کہ خداوند عالم نے خود فرمایا اگر تم ہماری نعمتوں کو شمار کرنا چاہو گے تو
تمہاری قوت سے باہر ہے۔ کیا اگر ملیون نعمتیں خدا کے علاوہ کسی دوسرے سے ملتیں تو ساری
عمر اس کے احسان مند نہ ہوتے اور اس کا شکریہ اداء کرتے ہوئے نہ تھکتے لہٰذا ہر انسان پر
واجب ہے کہ وہ اللہ کی ہر نعمت کا شکریہ ادا کرے۔ خدا کی ان تمام نوازش پر بطور شکرانہ
نمازیں پڑھے اور اس کی پرستش کرتا رہے چونکہ اس نے ہمیں پیدا کیا لہٰذا ہم اس کی عبادت
کریں اور اس کے بندے ہوجائیں تاکہ شرق و غرب کی بندگی سے آزاد رہیں۔

ایک کتے کے سامنے جب ہم ایک ہڈی پھینک دیتے ہیں تو ہمارے قریب آجاتا ہے
اور دم ہلاتا ہے اور گھر کی اس طرح حفاظت کرتا ہے کہ جب کوئی چور یا اجنبی شخص آتا ہے تو
اس پر حملہ کردیتا ہے پس انسان پروردگار کی بے شمار نعمتوں کے حصول کے باوجود بصورت
نماز شکریہ کیوں نہیں ادا کرتا ایسا انسان اس حیوان سے کمتر ہے کہ نہیں؟

چند سوال و جواب

سوال کیا خداوند عالم ہمارے شکریہ کا محتاج ہے۔

جواب ہر گز نہیں اللہ کا ہم پر لطف ہے اور یہ بات ہمارے لئے بڑی قیمتی ہے اور
انصاف کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ ہم اس کے محتاج ہیں نہ یہ کہ خدا ہماری نماز کا محتاج ہے اس
کی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی معلم اپنے شاگرد سے کہے کہ میری زحمتوں کی قدر دانی کرو اور
خوب درس پڑھو تو شاگرد کو اس بات کا خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ ان کا خوب درس پڑھنا معلم کو

فائدہ پہونچاتا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ شاگرد معلم کا محتاج ہے اسی طرح انسان خدا کا محتاج
ہے سوال اگر نعمت الٰہی کا شکریہ لازم و واجب ہے تو صرف نماز ہی کیوں پڑھیں؟

جواب: جب ہم تشکر کے وجوب کو قبول کریں تو اب اس کی کیفیت بھی اسی طرح قبول
کریں جیسے خدا چاہے اسی طرح کوئی بیمار جب ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے اور اس کو وہ دوا دیتا
ہے تو اس کے استعمال کی ترکیب و کیفیت بتانا بھی اسی پر فرض ہے۔ اور ڈاکٹر کے بتائے
ہوئے ترکیب پر ہمیں عمل کرنا بھی ضروری ہے پس اگر ہم شکریہ کو بھولے نہیں ہیں تو ہم پر
واجب ہے کہ ہم اسی کے حکم کے مطابق شکریہ ادا کریں۔

جب ایک پائیلٹ جیسے ہی جہاز کو آسمان میں لے جاتا ہے اس کے بعد دنیا کے جس
ملک میں جاتا ہے تو وہ کنٹرول روم سے رابطہ رکھتا ہے اور انگریزی زبان میں بات کرتا ہے
پس ہمارا شکریہ کا طریقہ بھی الٰہی زبان میں قانون الٰہی کے مطابق ہو جیسا کہ اولیاء کرام نے
انجام دیا سوال حصول نعمت پر تشکر صحیح ہے لیکن اگر کوئی ناگوار حالات میں زندگی گزارتا ہے تو
پھر کیوں شکریہ ادا کریں۔

جواب: پہلے تو بہت سی پریشانیاں اپنے ہاتھوں سے آتی ہیں مثلاً تندرستی کی رعایت نہ
کرنے سے ہم مریض ہوجاتے ہیں درس کے نہ پڑھنے اور سستی کرنے سے ہم ناکام
ہوجاتے ہیں اچھے دوست انتخاب نہ کرنے سے بھی ہم مشکلوں میں گرفتار ہوجاتے ہیں۔

۲۔ ناگواری بھی کبھی ہماری کامیابی کا سبب بنتی ہے کہ ایسے حالات میں انسان پوری
طاقت سے مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

۳۔ تلخیوں کے مقابلہ میں شیرینی اور مصیبت و بلاء کے مقابلہ میں نعمتیں حساب میں آتی ہیں۔

۴۔ کبھی سختیاں اور بلائیں انسان کی روحانیت کو منزل کمال تک پہونچاتی ہیں اور اس کی
معنوی ترقی کا وسیلہ بنتی ہیں اور بندے کے دل کو غیر اللہ سے منقطع کرکے اللہ کی ذات سے
جوڑ دیتی ہیں۔

نمازوں کی عدم قبولیت کے اسباب

ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ کوئی عمل اگر صحیح ہو لیکن درگاہ خداوندی میں قابل قبول نہ ہو۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ بازار میں کوئی جنس ہو جس کا کوئی خریدار نہ ہو۔

ایسی احادیث میں بہت سی نمازیں ہیں جس کے بارے میں بحث کی گئی ہے جس کو بارگاہ خداوندی میں نا قابل قبول قرار دیا گیا ہے اس کی چند مثالیں ہم ذکر کر رہے ہیں۔

۱۔ اما جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص معاشرہ کے ضرورت مند افراد کو صدقہ و خیرات نہیں دیتا اس کی نماز قبول نہیں ہوتی ہے۔

۲۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا حرام غذا کھانے والوں کی نماز قبول نہیں ہے:

الصلوۃ مع اَکْلِ الحرام کا لبناء علی الرَّمْلِ.

حرام چیزوں کے کھانے والوں کی نماز ایسی ہے کہ جیسے ریت پر عمارت کھڑی کی جائے۔

۳۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گھر میں جو عورت مرد کی آمدنی سے فائدہ اٹھاتی ہے لیکن خود اپنی الٰہی ذمہ داریوں پر عمل نہیں کرتی اس کی نماز قبول نہیں ہے۔

۴۔ قرآن مجید کے اکثر مقامات پر جہاں نماز کا ذکر ہے وہیں زکوٰۃ کا بھی ذکر ہے۔

احادیث میں آیا ہے ان لوگوں کی نماز جو اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتے ہیں قبول نہیں ہے۔

ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے اور وہ نو افراد جن لوگوں نے زکوٰۃ نہ دینے کا جرم کیا تھا مسجد سے نکال دیا اس کے بعد نماز قائم کی۔ جی ہاں جہاں انسان خدا سے رابطہ رکھتا ہے اس کو معاشرہ کے محروم افراد سے رابطہ رکھنا چاہیئے۔

۵۔ لا پرواہ نماز گذار وہ نمازی جو اہل تقویٰ نہیں ہوتے یا رکوع یا سجود کو صحیح طریقہ سے انجام نہیں دیتے ان کی بھی نماز قبول نہیں ہوتی۔

۶۔ حاقن و حاقب یعنی وہ شخص جو پیشاب و پائخانہ روکے ہوئے نماز ادا کرے تو امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں اس کی نماز قبول نہیں ہوگی کیونکہ اس کا رجوع قلب باقی نہیں رہتا۔ اس کے علاوہ ایسا عمل جسم انسانی کو بھی نقصان پہنچاتا ہے۔

۷۔ پیشنماز غیر محبوب: کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ نمازی مسجد کے پیش امام کی اقتدا ناپسند کرتے ہیں۔ لیکن وہ اپنی حفاظت اور پیش امام اپنی جگہ کو برقرار رکھنے کے لئے مسجد اور اپنے منصب امامت چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ تو فطری ہے لوگ دھیرے دھیرے جماعت میں شرکت کو ترک کر دیں گے روایات میں وادر ہوا ہے کہ ایسی نماز جماعت قبول نہیں ہے۔

معصومین علیہم السلام کی نمازیں

آئمہ معصومین علیہم السلام کی پیروی کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ معلوم کریں کہ خود آئمہ معصومین علیہم السلام کیسے نماز پڑھتے تھے اس لئے کہ ان کا عمل ہمارے لئے سبق آموز و اطمینان بخش اور مثالی ہے۔ ہم یہاں پر ان کی نمازوں کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

اذان کی آواز پیغمبر اسلام کے لئے اس طرح محبوب و پسندیدہ اور خوش کرنے والی تھی کہ جب مؤذن جناب بلالؓ اذان دیتے تھے تو آپؐ فرماتے تھے اَرِحْنَا یَا بِلَالَ اے بلال تم نے مجھ کو غم واندوہ و تلخی سے رہائی بخشی۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کسی نے اذان کی آواز سنی اور نماز کی طرف متوجہ نہیں ہوا اس نے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔

جب حضرت علی علیہ السلام نماز پڑھتے تھے تو آپؑ کے چہرہ کا رنگ اڑ جاتا تھا اور جسم لرز جاتا تھا اور فرماتے:

جَاءَ وَقْتُ الصَّلٰوۃِ وَقْتُ اَمَانَۃِ عَرَضَھَا اللّٰہُ عَلَی السَّمٰوٰتِ والارضِ والجبالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَحْمِلْنَھَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْھَا.

نماز کا وقت آیا وقت نماز وہ امانت ہے جب اللہ نے آسمان و زمین و پہاڑ کے سامنے پیش کیا تو انھوں نے اس کو قبول کرنے سے انکار کیا اور اس کا بار اٹھانے سے ڈر گئے لہٰذا اس بار امانت الٰہی کے اٹھانے کی طاقت انسان کے لئے باعث فخر و مباہات ہے۔

بہ قول حافظ

آسمان بار امانت نتوانست کشید
قرعہ فال بہ نام من دیوانہ زدند
آسمان تو اس بار امانت کو اٹھا نہ سکا
اور قرعہ فال مجھ دیوانہ کے نام نکلا

امام سجاد علیہ السلام نماز پڑھتے وقت جب جملہ مالک یوم الدین تک پہونچتے تو آپؑ بار بار اس طرح دھراتے کہ دیکھنے والا سمجھتا کہ آپ کی جان نکلنے والی ہے اور آپؑ سجدے کی حالت میں پسینہ میں شرابور ہو جاتے تھے۔

امام باقرؑ نے فرمایا میرے باپ سید سجاد علیہ السلام شب و روز میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے جناب رسول خداؐ کے سامنے جب نماز کا وقت آتا تھا تو گویا ایسا لگتا تھا کہ وہ کسی کو پہچان نہیں رہے ہیں اور آپؐ کی خاص معنویت کی حالت آپؐ کے اوپر طاری ہو جاتی تھی۔ اور فرماتے بھوکا غذا سے اور پیاسا پانی سے سیراب ہو جاتا ہے لیکن میں نماز سے سیر نہیں ہوتا ہوں۔

حضرت علی علیہ السلام جنگ صفین میں زوال کے وقت کے انتظار میں آسمان کی طرف بار بار دیکھتے ابن عباس نے آپ سے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا اس لیے کہ میرے ہاتھ سے نماز کا اوّل وقت نہ نکل جائے کہا عین عالم جنگ میں آپؑ نے فرمایا ہاں ہاں جس طرح مچھلی تیرنے سے تھکتی نہیں اولیاء خدا بھی عبادت و نماز سے تھکتے نہیں بلکہ ہر عبادت کو انتہائی شوق سے انجام دے کر درگاہ خداوندی میں عبودیت کی سند لیتے ہیں۔

علماء نے نقل کیا ہے مرحوم علامہ امینی (مؤلف کتاب الغدیر) نے ایک بار ماہ رمضان میں حرم مطہر حضرت رضا علیہ السلام میں ہر شب ہزار رکعت نماز ادا کی۔ یہی وہ طریقہ وروش تھی کہ جس نے مکتب اولیاء اللہ سے درس عشق و محبت سیکھا اور حاصل کیا۔

بندگان خدا و اولیاء کرام انتہائی عشق و محبت میں نماز کے لئے کھڑے ہوتے عطر لگاتے بہترین لباس پہنتے اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو ان کے چہرہ کا رنگ بدل جاتا اور جب نماز کے لئے رو بہ قبلہ ہوتے تو ان کو یہ خوف ستاتا رہتا ہے کہ کہیں یہ نماز خدا کی عدم توجہ کا باعث نہ بن جائے یا حالت نماز میں خضوع وخشوع نہ پیدا ہو تو کیا ہوگا؟

نماز کے آداب

چند نکتوں کا لحاظ ضروری ہے جس کا شمار آداب نماز میں ہوتا ہے جیسے مسکواک کرنا، پاک و پاکیزہ رہنا، خدا کی طرف توجہ رکھنا یہ امور عبادت کو کامل کرنے میں مؤثر ہیں۔ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے:

علیک بالاقْبال علٰی صَلاتِک فانّما یُحسبُ لَکَ منها ما اقبلْتَ علیه.

نماز میں خدا کی طرف توجہ رکھو اس لئے کہ نماز سے وہی مقدار قبول ہوتی ہے جتنی توجہ نماز میں ہوتی ہے اس کے بعد حضرت فرماتے ہیں نماز پڑھتے وقت اپنے بالوں اور چہرہ

سے نہ کھیلو اس لئے کہ یہ تمام کام نماز کے نقص کے سبب بنتے ہیں اور جب تمہارے جسم میں بوجھل پن اور نیم خوابی اور سستی ہو تو نماز نہ پڑھو اس لئے کہ یہ نماز منافقوں کی نماز ہے۔

پیغمبر اسلامؐ سے حدیث نقل ہوئی ہے:

رَکعَتَانِ مِنْ رجُلٍ وَرِعٍ اَفْضَلُ مِنْ اَلفِ رَکْعَتٍ مِنْ مَخلِطٍ

متقی پرہیز گار کی دو رکعت نماز افضل ہے اس ہزار رکعت نماز سے جو لاپرواہی میں پڑھی جائے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نماز پڑھتے وقت دنیا و مافیہا سے منہ موڑ لو۔ جو کچھ ہے اس سے مایوس ہو جاؤ اور تم اپنی توجہ خدا کی طرف رکھو اور اس دن کے بارے میں فکر کرو جس دن خدا کی عدالت کے سامنے پیش کئے جاؤ گے نیز آپؑ نے فرمایا کبھی انسان کی عمر پچاس سال گزری جاتی ہے لیکن خدا نے اس کی ایک بار کی نماز بھی قبول نہیں کی اور حدیث میں ہم یہ بھی پڑھتے ہیں کہ بعض لوگ خدا کے سامنے ایسی ہلکی بات کرتے ہیں اور نماز اس طریقہ سے پڑھتے ہیں کہ اگر وہ اپنے پڑوسی سے اس طرح کی حرکت کریں تو ان کو وہ جواب نہ دے گا۔

پیغمبر اسلامؐ سے نقل ہوا ہے:

رکعتان بسواک اَفْضَلُ مِنْ سبعین رکعةٍ بغیر سواک.

مسواک کرنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا افضل ہے اس ستر رکعت نماز سے جو بغیر مسواک کے پڑھی جائے۔

نماز اور اس کے متقابل عبادتیں

قرآن مجید کی آیتوں میں سے متعدد آیتیں نماز کے بارے میں وارد ہوئی ہیں اس کے پہلو میں فرامین بھی صادر ہوئے ہیں جیسے زکوۃ انفاق امر بمعروف و نہی از منکر خدا کو قرض

حسنہ دینا یعنی محروموں کو خدا کی رضا کے لئے قرض دینا۔

اسلام کے عبادی احکام میں وہ جامعیت پائی جاتی ہے جہاں اللہ نے نماز واجب کی ہے اس کے ساتھ ساتھ ہمارے اقتصادی و اجتماعی ضرورتمندوں کی امداد کرنے اور امر بہ معروف و نہی از منکر انجام دینے کا حکم دیا ہے قرآن مجید کے مختلف سوروں میں اجتماعی واقتصادی مسائل اور احکام پر مکمل طور پر بحث کی گئی ہے۔

ان مسائل کو سورہ بقرہ آیت ۸۳ انفال آیت ۱۳ توبہ آیت ۷۱ لقمان آیت ۱۷، مزمل آیت ۲۰ اور دوسری بہت سی آیتیں ہیں جن میں ذکر کیا گیا ہے اور اسی مقام پر آیۃ:

ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر

اپنا مفہوم اور زیادہ واضح کر دیتی ہے۔ کہ نماز قائم کرنے سے اسلامی معاشرہ سے برائیاں دور ہوتی ہیں۔

نماز، پرواز روح

احادیث میں نماز کو مؤمن کی معراج کہا گیا ہے لیکن یہ عروج و پرواز آسمان کی کھلی فضا والا نہیں ہے بلکہ معنویت کی فضا میں انسان کی روح پرواز کرتے ہوئے خدا کا قرب حاصل کرنا ہے اب ہم یہاں پر نماز میں روحانی پرواز کرنے والے کا آسمانی فضا پر پرواز کرنے والے ہوائی جہاز کے پائیلٹ سے موازنہ کرتے ہیں تو دونوں پروازوں کے درمیان چند فرق نظر آتے ہیں جب ہوائی جہاز زمین سے اٹھتا ہے اس وقت اس کے اوپر سخت دباؤ ہوتا ہے اسی طرح جب جب انسان نماز کی نیت کرتا ہے تو اس وقت خواہشات، نفس پر غلبہ کرنے کے لئے سب سے زیادہ دباؤ ڈالتے ہیں۔

۲۔ ہر پرواز کی اہمیت یہ ہے کہ ہوائی جہاز صحیح و سالم اور بغیر خطرہ کے نیچے اتر آئے ایسے ہی نماز اس وقت قیمتی ہوگی کہ جب بغیر غرور نفس جو نماز کے خراب ہونے کا موجب بنتا ہے وہ تمام ہو جائے یعنی مکمل ہو جائے۔

۳۔ ہوائی جہاز کے ایدھن کے لئے ضروری ہے کہ خالص پیٹرول ہو نماز گزار بھی روحانیت کے معراج کے لئے محتاج خلوص ہے اور تمام خداؤں کا منکر ہو اور نمازی جب تکبیر کے لئے ہاتھوں کو کانوں کے برابر لاتا ہے تو اس وقت غیر اللہ سے لا لبیک کہتا ہے اور وہی اس کے نیت کے خالص ہونے کی دلیل بنتی ہے۔

۴۔ ہوائی جہاز اڑانے کے لئے پائیلٹ کو صحیح و سالم ہونا چاہیئے ایسے ہی خدا کے بارگاہ حاضری کے وقت قلب سلیم رکھنا چاہیئے۔

اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ

جو انسان قلب سلیم رکھتا ہے اللہ کی عبادت کرتا ہے۔

۵۔ ہوائی جہاز کے دو پر ہوتے ہیں وہ ایک پر سے نہیں اڑ سکتا ہے ویسے ہی نماز میں بھی جہاں خدا سے رابطہ ہے ویسے ہی لوگوں سے ارتباط بھی لازم ہے یعنی حق الناس کی بھی پوری پوری رعایت کرو۔

قرآن مجید میں تقریباً جہاں جہاں یقیمون الصلوۃ ہے وہاں وہاں یوتون الزکوۃ بھی آیا ہے۔

۶۔ ہوائی جہاز اڑانے کے لئے تھوڑا زمین پر حرکت و گردش دیتے ہیں تا کہ وہ زمین سے فضا میں اڑتے وقت اپنا بیلنس بنا سکے ایسے ہی نماز کی نیت سے پہلے جو نماز کے مقدمات ہیں جیسے اذان و قامت اور ایسے دوسرے مستحبات کو جو ملکوتی پرواز یعنی نماز کا مقدمہ بنتے ہیں اور جب ہوائی جہاز نیچے اترتا ہے دور تک زمین پر دوڑتا ہے ایسے ہی نماز کے بعد تعقیبات بھی یہی حیثیت رکھتے ہیں۔

۷۔ جہاز جب پرواز کرتا ہے تو اس وقت کی پہلی غلطی آخری غلطی ثابت ہوگی جس سے ہوائی جہاز حادثہ کا شکار ہو جاتا ہے ایسے ہی نماز کی ابتداء میں یعنی نیت میں شرک وغرور و ریا

شامل ہونے سے اس کو خرابی کے دہانے پر پہونچا دیتی ہے۔ جیسے ابلیس لعین نے ایک حکم خدا کا انکار کر کے ہزاروں سال کی عبادت کو برباد کر دیا اور سرانجام بارگاہ خداوندی سے نکال دیا گیا اور قیامت تک کے لئے لعنت کا طوق اس کی گردن میں ڈال دیا گیا۔

۸۔ جس طرح ایک پائیلٹ اپنے کنٹرول روم کے حکم و فرمان کے مطابق ہوائی جہاز کو اڑاتا ہے اور دستور و حکم کا تابع ہوتا ہے اسی طرح نماز و عبادت بھی دستور کے مطابق روحانی پرواز حاصل کرتی ہے ایک منٹ کے لئے بھی اگر خدا کی مخالفت ہوتی ہے تو پوری نماز باطل ہو جاتی ہے۔

۹۔ جس طرح ایک پائیلٹ جہاز کو اڑاتا ہے تو کبھی آرام کرتا ہے اور ہوائی جہاز کی بھی اڑان کے بعد سرویسنگ ہوتی ہے ایسے ہی انسان کبھی عبادت کرتا ہے اور کبھی آرام و مباح کام کی لذت لیتا ہے اور زندگی کی بقا کے لئے طلب معاش حاصل کرتا ہے۔

۱۰۔ پائیلٹ کا رابطہ کنٹرول روم سے انٹرنیشنل (بین الاقوامی) زبان میں ہوتا ہے۔ ویسے ہی نماز گزار خواہ کہیں کا بھی ہو خدا کے ساتھ ارتباط کے لئے فقط ایک عربی زبان ہے اور اسی طرح حج میں احرام کے وقت کی دعا لبیک اللّٰھم لبیک عربی میں ہی ہے۔

۱۱۔ ہوائی جہاز کے اڑان سے پہلے ہوا شناسی و نقشہ کی معلومات ضروری ہے ویسے ہی عبادت کے مقدمات کے بارے میں آگاہی کے بغیر وہ بے قیمت ہو جاتی ہے یہاں تک کہ تجارت میں بھی احکام خدا کی معلومات ضروری ہے الفقه ثم المتجر۔ تو پھر نماز کے مقدمات کا جاننا اور زیادہ ضروری ہے۔

۱۲۔ پائیلٹ فضا میں جتنا اونچا جاتا ہے اتنی ہی زمین اس کو چھوٹی دکھائی دیتی ہے اسی طرح نماز گزار نماز میں خدائے عظیم کی عظمت کا جب احساس کرتا ہے اتنا ہی مادیت اس کی نظر میں حقیر اور کم تر معلوم ہونے لگتی ہے جیسا کہ امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

عَظُمَ الْخَالِقُ فِیْ اَنْفُسِهِمْ فَصَغُرَ مَا دُوْنَهُ فِیْ اَعْیُنِهِمْ۔

خالق کی عظمت جتنی جتنی دلوں میں جگہ پیدا کرتی ہے ویسے ویسے اللہ کے ماسوا دوسری چیزیں چھوٹی نظر آنے لگتی ہیں۔

۱۳۔ ہوائی جہاز جتنا بڑا ہوتا ہے اتنا زمین سے اڑتے وقت اس کی لرزش کم ہوتی ہے اور مسافرین کو آرام ملتا ہے۔ ایسی ہی نماز جماعت اور حج جیسی عبادت میں جتنی ہی زیادہ عبادت گزاروں کی کثرت ہوگی اتنا ہی قبولیت کا امکان بڑھ جاتا ہے۔

۱۴۔ معمولاً ہر ہوائی جہاز میں پائیلٹ کا ایک نائب ہوتا ہے جو اضطراری حالت میں اس کی جگہ لینے کے لئے آمادہ رہتا ہے ایسے ہی نماز جماعت کی صف اول میں عادل اور متقی افراد کے ہونے کی شفارش کی گئی ہے۔ اس کی مصلحت یہی ہے کہ اگر پیشنماز کو کوئی مسئلہ درپیش ہوجائے کہ وہ نماز کو تمام کرنے پر قادر نہ ہوسکے تو فوراً صف اول کا عادل اور متقی شخص نماز کو انجام تک پہونچائے۔

۱۵۔ ہماری مادی پروازیں جس وقت پائیلٹ اور ہوائی جہاز کے مسافر فضا کی بلندیوں میں ہوتے ہیں تو وہ گھر کے مسائل اور مشکلات سے بے خبر ہوجاتے ہیں ویسی ہی نماز گذار کی روح نماز کے دوران اس طرح بلند ہوتی ہے کہ پھر دنیا و مافیہا کی پستیوں سے بے خبر ہوجاتی ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام کے نماز پڑھنے کے دوران پائے مبارک سے تیر نکال لیا گیا اور آپ کو مطلق خبر نہیں ہوئی۔

۱۶۔ جس طرح ایک ہوائی جہاز جب فضا کی بلندی سے زمین کی طرف آتا ہے تو آہستہ آہستہ اس کا ارتفاع کم ہوتا چلا جاتا ہے۔ اگرچہ زمین والوں کے لئے وہ ابھی بلندی پر ہوتا ہے ایسے ہی اولیاء خدا کی نماز معمولی افراد کی نماز کے مقابل بلندی پر ہے۔ اگرچہ ان کی نماز وعبادت بلند ہے لیکن اولیاء خدا کی نماز وعبادت بلندی کی آخری منزل پر ہوتی ہے اس تصور سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ نماز کا واقعی حق ہم سے ادا نہ ہوسکے خدا سے مغفرت طلب کرتے ہیں

اور اسی مفہوم کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے حسنات الابرار سیئات المقربین نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کے لئے خطائیں ہیں۔ غرض کہ نماز میں خالق ہستی کی طرف مکمل توجہ ہونا چاہئے اور دنیا اور مافیہا سے بالکل بے تعلق ہونا چاہیئے عارفین کی نماز ایسے ہی ہوتی ہے کہ ان کی روح نماز کی رفتار کے ساتھ ساتھ اس قدر بلند ہوتی چلی جاتی ہے جس کا مقابلہ فضا میں اڑتے ہوئے طائر اور ہوائی جہاز کی پرواز نہیں کرسکتی برخلاف مادی خواہشوں کا جذبہ جس قدر بڑھتا چلا جاتا ہے اسی قدر نماز زمین گیر ہوتی چلی جاتی ہے۔

کیا خوب اس موقع پر شعر ہے۔

طیران مرغ دیدی؟ تو ز پای بند شہوت بدر آی تا ببینی طیران آدمیت

اے انسان مرغ روح کی تو نے پرواز دیکھی ہے جبکہ تیرے پیروں میں خواہشات و شہوت کی بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں پہلے تو ان بیڑیوں کو اتار کر پھینک دے تا کہ آدمیت کی پرواز تجھے دکھائی دے۔

آمادگی برائے نماز

نماز جیسی روحانی عبادت کے کچھ ایسے مقدمات بھی ہیں جن میں کچھ کا تعلق نماز کے جسم سے اور بعض کا تعلق اس کی روح سے ہے دونوں طرح کے مقدمات کو ہم بیان کریں گے۔

نماز سے پہلے جن چیزوں کی آمادگی اور انجام دینا ضروری ہے اسے مقدمات کہا جاتا ہے۔

(ا) طہارت نماز گزار کو نماز سے پہلے طہارت حاصل کرنی چاہیئے یا اسے غسل کی حاجت ہوگی یا وضو کی اور بعض شرائط میں ان دونوں کی جگہ تیمّم کیا جائے گا نماز سے پہلے جو وضو کیا جاتا ہے وہ جزء ایمان ہے۔

اور امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بغیر وضو کے نماز صحیح نہیں ہے۔

لا صلوۃ اِلَّا بطھور

بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ وضو مؤمن کا نصف ایمان ہے امام رضا علیہ السلام نے بہت عمدہ بات فرمائی۔

لِاَنْ یَکُوْنَ الْعَبْدُ طَاھِرًا اِذَا قَامَ بَیْنَ یَدَیِ الْجَبَّارِ عند مَنَاجَاتِہ۔

وضو خدا کی بارگاہ میں پیش ہونے کی روشن وتابندہ ایک ایسی تہذیب ہے کہ جب نماز گزار وضو کر کے نماز کے لئے درگاہ خداوندی میں قیام کرتا ہے تو وہ پاک وپاکیزہ ہوجاتا ہے۔

۲۔ نَقِیًّا مِنَ الادناس والنّجاسَۃ' تمام آلودگیوں اور نجاستوں سے پاکیزہ ہوجاؤ۔

۳۔ مَعَ مَا فِیْہِ مِنْ ذِھَابِ الْکَسَلِ وَ طَرْدِ النُّعَاسُ' وضو کرنے سے بدن کی سستی اور انسان سے نیم خوابی جیسی کیفیت دور ہوجاتی ہے اور اس میں ایک طرح کا نشاط و سرور پیدا ہوجاتا ہے۔

۴۔ وَ تَزْکِیَۃِ الْفُوَّاد لِلْقِیَامِ بَیْنَ یدی الجبّار' وضو قلب و روح کو پروردگار کی بارگاہ میں پیش ہونے کے لئے آمادگی عطا کرتا ہے اور امام علیہ السلام نے اس حدیث میں وضو کے وہ تمام فوائد بیان کر دیئے جو نماز گزار کے جسم و روح کو حاصل ہوتی ہے مرحوم فیض کاشانی فرماتے ہیں کہ یک بارگی مادیت سے باہر آ کر معنویت میں داخل ہوجانا انسان کے لئے مشکل ہوجاتا ہے تو یہی انسان جب وضو کر لیتا ہے تو معنویت کی طرف اسکا سفر شروع ہوجاتا ہے۔

وضو بہر حال

انسان کے باطن میں جو صفا ونورانیت وضو کے ذریعہ ہوتی ہے وہ بہت قیمتی شئ ہے معصومین علیہ السلام کی روایات میں تاکید کے ساتھ کہا گیا ہے کہ انسان کو ہر حالت میں

باوضو رہنا چاہیئے اور ایک روایت میں وضو کو نور سے تشبیہ دی گئی ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ جو شخص باوضو ہو کر سونے کے لئے بستر پر جاتا ہے تو پوری رات عبادت میں شمار کی جاتی ہے وضو کے بغیر قرآن کی آیات خدا و پیغمبر آئمہ معصومین علیہم السلام کے ناموں کا چھوٹا ممنوع ہے اور نام خدا اگر کسی پرچم کی مخصوص نشانیوں میں مخصوص طرز سے لکھ دیا گیا ہے تو اس کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ وضو خداوند عالم کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لئے اس کی اجازت کی منزل میں ہے۔

اس کے ہر عمل اور مخصوص دعائیں احادیث کی کتب میں بیان کیا گیا وضو کے مسائل اتنے ہیں کہ ہم اس مختصر رسالہ میں بیان نہیں کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ بھی کہا گیا ہے کہ پانی کا استعمال وضوء میں اسراف کی حد تک نہ ہو اگر پانی کا استعمال وضو میں اسراف کی حد تک ہے تو حرام ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الوضوء مُدٌّ وَالْغُسْلُ صَاعٌ وَ سَیَاتِیْ اَقْوَامٌ یَسْتَقِلُّوْنَ ذالک فَاُولٰئک علیٰ خلافِ سُنَّتِی۔

وضو تین پاؤ اور غسل کے لئے تین کلو پانی کافی ہوتا ہے عنقریب کچھ قومیں ایسی آئیں گی جو اس مقدار کو کم سمجھیں گے پس وہ لوگ میری سنت کے خلاف کام کریں گے نماز کے لئے طہارت کے تین مرحلہ ہیں۔

۱۔ ظاہری نجاسات کا دور کرنا

۲۔ اعضاء وضوء کا گناہوں اور جرائم سے پاک ہونا

۳۔ روح کا بداخلاقی کے مفاسد سے دور ہونا جیسا کہ ہم دعا میں یہ فقرہ پڑھتے ہیں:

الٰھی طَھِّرْ قَلْبِیْ مِنَ الشِّرْکِ

خدایا میرے دل کو شرک سے پاک کردے یعنی میرے دل سے شرک کو دور کردے جیسا
کہ ظاہری طور پر نماز کے لئے لازم ہے کہ نماز گزار کا لباس و بدن نجاستوں سے پاک ہو۔

تو پھر کیا اس سے زیادہ ضروری نہیں ہوجاتا کہ انسان کا دل اور اس کی روح غرور وریا و
بغض وحسد وکینہ سے بھی پاک ہو پس اگر کسی کا لباس و بدن تو پاک ہے لیکن اس کے دل و
روح میں مندرجہ بالا چیزیں پائیں جائیں تو کیا یہ نفاق کی ایک قسم نہیں ہے۔

غسل

کبھی نماز کے لئے خصوصاً مجنب کے لئے غسل واجب ہوتا ہے کہ جس میں پورے
بدن کو قربۃ الی اللہ کی نیت سے دھونا واجب ہوتا ہے اور ایسا کیوں حکم دیا گیا ہے اس لئے کہ
بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جنابت کی حالت میں انسان کا بدن ہر روئیں کے نیچے
سے مادہ منویہ خارج ہونے سے نجس ہوجاتا ہے جبکہ پیشاب میں ایسا نہیں ہے اس میں عضو
مخصوص کے طہارت کا حکم دیا گیا ہے۔

تیمّم

وضو اور غسل کے بدلے تیمّم اس وقت ہوتا ہے کہ پانی اس مقدار میں موجود نہ ہو جس
سے وضو یا غسل کرسکے یا پانی موجود ہے لیکن اس کا استعمال بدن کے لئے نقصان دہ یا پانی
ایسی قیمت میں مل رہا ہو کہ نمازی اس قیمت کو ادا نہ کرسکے یا پانی صرف اتنا موجود ہو کہ اگر
اس کو استعمال کرلے تو بعد میں اس کو پیاسے رہنے کا اندیشہ ہو ان تمام صورتوں میں وضوء و
غسل کے بدلہ شریعت نے تیمّم کا حکم دیا ہے۔

ترکیب تیمّم

نیت کے بعد دونوں ہاتھوں کو پاک زمین یا خاک پر ماریں پھر انھیں ہاتھوں کو پیشانی پر
کھینچیں گے پھر اس کے بعد انھیں ہاتھوں کو ایک دوسرے کے پشت پر کھینچیں گے یعنی

بائیں ہاتھ داہنے ہاتھ کی پشت اور داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کے پشت پر کھینچے۔

امیر المومنین سے ایک حدیث میں وارد ہوا کہ گلیوں کی خاک پر تیمّم کرنے سے پرہیز
کرو اس لئے کہ اس میں نجاست اور آلودگی کے پیدا ہونے کا امکان ہے۔

نماز گزار کا لباس اور مکان

نماز گزار اگر مرد ہے تو اس کے لئے پھر دونوں آگے اور پیچھے کی شرم گاہوں کا چھپانا
واجب ہے اور بہتر ہے کہ ناف سے زانو تک کے جسم کو چھپائے اور اگر عورت ہے تو چہرہ
دونوں ہاتھوں سے کلائیوں اور پنڈلی کے نیچے دونوں پیروں کے علاوہ پورے بدن کو کپڑے
سے چھپانا واجب ہے۔

لباس کے لئے ضروری ہے کہ وہ پاک اور حلال ہو اور بہتر ہے کہ لباس سفید وصاف ہو
اور اس میں خوشبو کا استعمال کیا گیا ہو۔

سیاہ لباس تنگ لباس نیز دھبے والے لباس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ یا ایسے شخص کا
استعمال شدہ لباس میں نماز پڑھنا جو طہارت اور نجاست کے سلسلہ میں لاپرواہ ہو مکروہ ہے
اور نماز گزار کے لئے عقیق کی انگوٹھی پہننا مستحب ہے۔

نماز گزار جس مکان یا جس فرش یا جس تختہ پر نماز پڑھ رہا ہو وہ بھی مباح اور حلال ہو۔
ایسے شخص کے ترکہ میں کوئی چیز حاصل ہوئی ہو جس میں خمس اور زکوۃ نہ دیا گیا ہو تو اس پر بھی
نماز پڑھنا حرام اور ممنوع ہے۔

اگر کسی مال سے خمس وزکوۃ ادا نہ کیا گیا ہو اور اس سے کوئی شئ خریدے اور نماز میں اس
کو تصرف کرے تو نماز باطل ہے اس کے علاوہ بھی مکان اور لباس کے سلسلہ میں مسائل ہیں
جس کا اس رسالہ میں ذکر کرنا مقصود نہیں ہے البتہ کچھ ایسے امور بھی ہیں جو نماز گزار کے لئے
ضروری قرار پاتے ہیں ان کی طرف ہم اشارہ کررہے ہیں۔

۱۔تہذیب وادب کی رعایت

خداوند عالم کی بارگاہ اور اس کے جلال وعظمت کے آستانہ میں حاضر ہونے کے لئے ایک طرف اگر نماز گزار کے لئے بدن ولباس کا پاک و پاکیزہ ہونا ضروری ہے تو ساتھ ہی ساتھ خلوص نیت اور حضور قلب اس سے زیادہ ضروری ہے یعنی ظاہر و باطن دونوں طریقوں سے نماز گزار کو طہارت سے آراستہ ہونا چاہیئے۔اور تہذیب کا تقاضا یہ بھی ہے کہ پیغمبر اکرم و آئمہ معصومین علیہم السلام کے قبور مطہرہ کے آگے بھی نماز نہ پڑھے جس سے ایک طرف تو بے ادبی تو دوسری طرف نماز کے باطل ہونے کا سبب بھی ہے۔

۲۔حقوق الناس کی رعایت

نماز کے جملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ نماز گزار لوگوں کے حقوق کا رعایت کرنے والا ہو یعنی اس کے مال سے جامعہ کے محروم افراد کے لئے خمس وزکوٰۃ ادا ہو چکا ہو۔ اسلام میں دوسروں کے حقوق کا اس قدر خیال رکھا گیا کہ شاہراہوں کے کنارے نماز پڑھنے سے لوگوں کی آمد ورفت میں اگر خلل پیدا ہوتا ہو تو ایسی صورت میں وہاں نماز پڑھنا حرام ہے۔

صاحب حق کے قلبی رضایت کی نماز کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے اگر کوئی شخص ظاہری طور پر کہے کہ میں تم سے راضی ہوں پس اگر ہم جانیں کہ وہ دل سے راضی نہیں ہے تو اس جگہ پر نماز پڑھنا حرام ہے اسی کے برعکس عدم رضایت کا اظہار کر رہا ہے لیکن اگر ہم جان لیں کہ وہ دل سے راضی ہے تو وہاں نماز پڑھنا صحیح ہے۔

نماز میں مستحب امور کی رعایت

نماز میں اصلی وواجبی شرائط کے ساتھ ساتھ کچھ چیزیں مستحب بھی قرار دی گئی ہیں کہ جن کو اولیت دینا ایک اچھے نمازی کی ذمہ داری ہوتی ہے مثلاً اضطراری حالات کو چھوڑ کر مسجد میں نماز پڑھنا مستحب ہے اور جس کے لئے اجر بے حساب ہے اور اس ذیل میں ہم آئندہ بحث کریں گے۔

قبلہ

جس سمت نمازی اپنا رخ کر کے نماز ادا کرتا ہے اسے اسلام میں قبلہ کہا جاتا ہے۔

لہٰذا نماز کو کعبہ مقدس کی طرف رخ کر کے انجام دینا ضروری ہے اگرچہ خدا ہر سمت پایا جاتا ہے۔

لیکن کعبہ کی طرف قبلہ کا قرار پانا خود حکم پروردگار ہے اور جناب ابراہیمؑ کے توحیدی نشان کی ایک علامت بھی ہے اگر ہم کعبہ کے رخ سے منحرف ہو کر نماز پڑھیں گے تو وہ نماز بے روح اور باطل قرار پائے گی۔

آغاز اسلام میں کئی سال تک مسلمان بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں چاہتے تھے کہ کعبہ جو بصورت بت خانہ ہے عبادت کے لئے قبلہ قرار پائے لیکن ہجرت کے بعد ایک دم سے حکم خدا کے تحت عین عالم نماز میں کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم آ گیا تب سے مسلمانوں کا قبلہ کعبہ قرار پایا۔

تغیر قبلہ کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہوا کہ مدینہ کے یہودی مسلمانوں پر طنز کیا کرتے تھے کہ تمہارے پاس کوئی قبلہ نہیں ہے اور تم لوگ ہمارے ہی قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے اعتراض سے بہت آشفتہ اور رنجیدہ ہوتے تھے۔اور آپ کو یہ امید تھی کہ خدا قبلہ تبدیل کرے گا کہ اس دوران تبدیل قبلہ کی صریحی آیت آ گئی جس میں کہا گیا کہ اے رسول اب مسجد حرام کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو۔

مسلمانوں کی تاریخ میں تغیر قبلہ کی آیتوں نے نازل ہو کر یہ اہمیت بخش دی کہ اب مسلمان قیامت تک مستقل (یہودیوں کے طعنہ سے) آزاد ہیں تغیر قبلہ کا یہ حکم مسلمانوں کے لئے بھی ایک امتحان کی منزل رکھتا ہے کہ کون اللہ ورسول کا سچا اور مطیع اور پیروکار ہے اور کون اس پر معترض ہو کر اپنی عاقبت کو خراب کرنے والا ہے۔

تغیر قبلہ کی آیتوں نے یہودیوں کے منہ بند کردئے اور مسلمانوں کو قیامت تک استقلال بخش دیا اب مسلمانوں کو چاہیئے کہ خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھیں اور دوسرے مباح کام بھی انجام دیں جیسے سونا کھانا بھی روبہ قبلہ ہوکر بہتر قرار پاتا ہے۔ حیوانات کا ذبیحہ بھی روبہ قبلہ ہونا ضروری ہے ورنہ اس کا گوشت حرام ہوجائے گا یہ تمام باتیں اس بات کی گواہ ہیں کہ کعبہ جو کہ توحید کا مرکز ہے اس کی طرف رخ کر کے ایک مسلمان کو اپنے امور کا انجام دینا اس کے لئے ایک ایمانی درس اور یاد خدا کا بہترین ذریعہ ہے ان باتوں کے علاوہ سب سے اہم بات نظم واتحاد کی ہے کہ تمام مسلمان روبہ قبلہ ہوکر تمام امور انجام دیتے ہیں جوان کے نظم وضبط کا شاندار مظاہرہ ہے۔

پس دنیا کے کسی گوشہ میں جب وقت نماز آتا ہے تو وہاں کا مسلمان کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ کر دوسرے تمام مسلمانوں کے نظم واتحاد میں شریک ہوجاتا ہے۔ اگر کوئی شخص فضا کی بلندیوں سے کرہ زمین کے نمازگزاروں کی صف پر نگاہ ڈالے تو اسے متعدد دائروں میں جو چیز ایک مرکز پر نظر آئے گی وہ کعبہ مقدس ہوگا۔

جو مسلمانوں کے لئے مرکزی نقطہ کی حیثیت رکھتا ہے اور ہر مسلمان اسے دل وجان سے زیادہ عزیز رکھتا ہے یقیناً کعبہ مقدس حضرت ابراہیمؑ وحضرت اسماعیلؑ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توحیدی یادگاروں میں سے ایک اہم یادگار ہے۔ اور اس کعبہ مقدس سے آخری زمانہ میں حضرت مہدی موعود عجل اللہ فرجہ الشریف اپنی عالمی حکومت کے قیام کے لئے ظاہر ہوں گے اور آپؑ کا نزول اجلال جب ہوگا تو اپنی پشت کا سہارا خانہ کعبہ پر ہی لیں گے اور وہیں سے دنیا اور زمانہ کی اصلاح کرنے کا بیڑا اٹھائیں گے۔

یہ وہ کعبہ ہے کہ قیامت تک سارے مسلمان اس کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھتے رہیں گے اور بارگاہ خداوندی میں دعائیں کرتے رہیں گے۔

اذان

اذان واقامت نماز کے ان امور مقدسہ میں ایک ایسا عمل ہے جس کا فلسفہ یہ ہے کہ انسان ان دونوں کے ذریعہ نماز کی طرف متوجہ ہو اذان اسلام کا وہ شعار اور نعرہ ہے جو الفاظ کے لحاظ سے کم لیکن مفہوم کے لحاظ سے انتہائی موزوں تعمیر ساز اور سکوت شکن ہے جو ہر مسلمان کے عقیدہ میں جوش بھر دینے اور عمل کے اعتبار سے اسے آگے بڑھانے والا ہے اذان رہتی دنیا تک اسلام کے وجود کا اعلان مسلمانوں کے عقائد اور اعمال کی پہچان اور خیالی اور باطل معبودوں کے منہ پر بھرپور طمانچہ ہے اذان اسلامی احکام کے تبلیغات وفضاء ہموار کرنے کی علامت اور مسلمانوں کے فکر وعمل کو صحیح سمت بخش دینے کا واضح اعلان ہے۔ یہی وہ توحیدی نعرہ ہے کہ جو ایک نومولود بچے کے کان میں سب سے پہلے لگایا جاتا ہے اور یہ پہلا وہ خدائی درس ہے جو ہر نومولود بچے کے ذہن میں منتقل ہوتا ہے اور ہر بزرگ مسلمان کے لئے غفلت سے ہوشیار اور خواب سے بیدار رہنے کا بہترین ذریعہ ہے اذان ہی وہ واحد آواز ہے جو آسمانوں تک پہونچتی ہے اذان ہی وہ صدا ہے جو شیطان کو بھگا دیتی ہے اور مؤمنوں کے دلوں کو کھول دیتی ہے روایات میں وارد ہوا ہے کہ تمہارے گھروں میں کوئی مریض ہوجائے تو اذان کہو اور کوشش کرو کہ اچھی عمدہ آواز میں اذان ادا ہو۔ اس سلسلہ میں حدیث رسولؐ وارد ہوئی ہے آپؐ نے فرمایا:

سَیَاتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یَترُکُونَ الْاَذَانَ عَلٰی ضُعَفَائِهِمْ

عنقریب ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ لوگ اذان کی تحقیر کریں گے اور اسے کمزور اور ناتواں افراد سے کہلوائیں گے دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے کہ قیامت کے روز دوسرے لوگ خجالت اور شرمندگی سے اپنا سر نیچے کئے ہوں گے لیکن اذان دینے والے لوگ زیر عرش اپنا سربلند کئے ہوں گے اور ان کے قد وقامت دوسرے لوگوں سے بلند نظر آئیں گے وہ تمام لوگ جو مؤذن کی اذان سن کر نماز کے لئے آتے ہیں وہ ان سب کے ثواب میں شریک ہوتا ہے۔

بلالؓ

حبش کے رہنے والے سیاہ پوست بلالؓ ایسے مسلمان تھے جنھیں رسول خدا نے مؤذن کے لئے چنا جس وقت حکم اذان وحی کے ذریعہ نازل ہوا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلالؓ کو بلا کر اس کی تعلیم دی پیغمبرؐ کے اس انتخاب میں تمام مسلمانوں کے لئے جو درس پوشیدہ ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ چونکہ بلالؓ غلام تھے اور انھیں رسولؐ اسلام نے امت کا منادی اور اسلام کا خطیب قرار دے کر غلامی کو عظمت بخشی۔

۲۔ اسلام میں رنگ ونسل کو کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے پس کسی کی شخصیت رنگ ونسل پر مبنی نہیں ہوتی۔

۳۔ مغرور لوگوں کے تکبر کو بلال کی مؤذنی نے توڑ دیا وہ لوگ جو معاشرہ میں اپنے کو بڑا سمجھتے تھے اور بلالؓ کا مذاق اڑاتے تھے وہ سب ذلیل ہو کر رہ گئے چونکہ بلالؓ شین کو سین کہا کرتے تھے جو کہ دوسروں کی نگاہ میں ایک عیب تھا لیکن اسلام نے بلالؓ کی مؤذنی کے ذریعہ لوگوں کو یہ درس دیا کہ انسان کے معنوی کمال میں زبان کو دخل حاصل نہیں ہے۔ بلکہ اسکا معیار ایمان اور اس کا تقویٰ ہے۔

بلالؓ پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے مسلمانوں کے درمیان اذان کہی بلال آغاز بعثت ہی میں پیغمبرؐ پر ایمان لائے اور ایمان کی راہ میں کفار قریش سے روح فرسا اور جان سوز مصیبتیں برداشت کیں لیکن ہمیشہ زبان پر احد احد لاتے رہے فتح مکہ کے دن پیغمبر اسلام کے حکم سے بلال نے کعبہ کی چھت پر اذان کہی اور بتوں کو کعبہ سے پھینکنے میں رسول کی مدد کی۔

بلالؓ نے بدر واحد کی جنگوں میں شرکت کی بلال ہی وہ موذن ہیں کہ جو رسول خدا کے رحلت کے بعد دوسروں کے لئے اذان نہیں کہی صرف ایک بار جناب فاطمۃ الزہراؑ جو کہ

بلال کی اذان کے لئے بے چین تھیں اذان کہی وہ بھی آدھی اذان تک پہونچے تھے کہ حضرت زہراؑ کے رونے کے سبب روک دی۔

بلالؓ کا یہ رویہ اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ اذان کو حق کی راہ میں اور واقعی الٰہی اولی الامر کے دور خلافت میں ہونا چاہیے ایک روز عمر نے بلال سے کہا ابوبکر نے تمھیں خرید کر آزاد کیا تھا کیا ان کے لئے بھی اذان نہیں کہو گے تو بلالؓ نے جواب دیا اگر انھوں نے مجھے خدا کی خوشنودی کے لئے آزاد کیا تھا تو مجھ سے کسی عوض کے وہ مستحق نہیں ہیں ہاں اگر ان کا کوئی دوسرا مقصد تھا تو میں حاضر ہوں پھر ان کا غلام بنا جاتا ہوں لیکن میں ہرگز اس شخص کے لئے اذان نہیں کہہ سکتا کہ رسول خدا نے جسے اپنا خلیفہ نہیں بنایا۔

بلالؓ اس کے لئے ہرگز آمادہ نہیں تھے کہ وہ اذان جو دین کا شعار ہے اسے ایسی حکومت میں کہا جائے جو اللہ اور اس کے نبی کو قبول نہ ہو۔

بلالؓ وہ غلام حبشی تھے جو ایمان کے سایہ میں زندگی گزاری اور مؤذن بن کر بفیض رسول خداؐ بیت المال کے خازن بنے۔

ہم یہاں پر شہید نواب صفوی کا وہ واقعہ نقل کرتے ہیں کہ نواب صفوی نے تہران میں تمام دوستوں سے یہ کہا تھا ظہر اور مغرب کے وقت جہاں کہیں رہو وہاں تم کو بلندی پر آ کر اذان کہنی ہوگی چنانچہ جب نوجوانوں نے ایسا کیا تو تہران کے سڑکوں پر شاہی حکومت کے فوجی دستے شدید وحشت میں آگئے یہیں پر اس حدیث کے یہ معنی واضح ہوتے ہیں کہ اذان کی آواز سے شیطان غضبناک ہوتا ہے اور میدان چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے بے محل نہیں ہوگا اگر یہاں پر انگلستان کے ایک سیاسی شخصیت کا وہاں کی پارلیمنٹ میں کہا ہوا (جو معترف حقیقت ہے) وہ قول یہ ہے کہ جب تک محمد کا نام اذانوں میں لیا جارہا ہے اور جب تک زمین پر کعبہ کی عمارت موجود ہے اور جب تک مسلمانوں کے درمیان قرآن رہنما کے طور پر موجود ہے تب تک اس بات کا امکان نہیں پایا جاسکتا کہ ہم انگلستانیوں کی سیاست اسلامی

ممالک میں اپنا مقام حاصل کر سکے۔

غرض اذان کے اندر اتنے اہم پہلو اور گوشے پائے جاتے ہیں جو مسلم معاشرہ کو دوسرے مذاہب کی فکر سے بے نیاز بنادیتے ہیں اسی اذان کو نماز کا مطلع قرار دیتے ہوئے خدا نے نماز سے پہلے اس توحیدی شعار اور نعرہ کو پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

نیت

اگرچہ نیت نماز ہی میں پہلا واجبی رکن ہے لیکن یہ نہ صرف نماز بلکہ دینی جملہ عبادتوں میں اساسی و بنیادی مقام رکھتی ہے۔ اس لئے ہم اس کے ذیل میں مفصل بحث کرنا چاہیں گے۔

نیت، معیار عبادت

انسان کے ہر عمل میں جو عنصر اسے قیمتی بناتا ہے وہ نیت ہی ہے اسی اعتبار سے قرآن کی آیتوں میں فی سبیل اللہ متعدد بار آیا ہے کہ انسان اپنے اعمال کو صرف راہ خدا میں انجام دے غیر خدا اور نفسانی خواہشات کے تحت کوئی عمل نہ کرے جس طرح سے جو راستہ خطرناک ہوتا ہے۔ اتنے ہی زیادہ اس میں مسافرین کو خبردار اور ہوشیار رکھنے والے بورڈ لگے رہتے ہیں ویسے ہی راہ خدا اتنی دشوار ہے کہ جس میں شیاطین کے حملوں کے اتنے خطرے ہیں کہ کوئی عمل انجام دینے میں اللہ نے قصد قربت ہی پر زور دیا ہے کہ قصد قربت کے بغیر عبادت کی کوئی قیمت نہیں ہے۔

نیت ہر عبادت کا رکن اعظم ہے اگر کوئی بغیر نیت کے بجالاتا ہے یا نیت میں کوئی غیر خدا شامل ہوتا ہے تو وہ عمل باطل قرار پاتا ہے نیت ہر عمل کی اساس اور بنیاد ہے مقدس ترین اعمال فاسد اور بری نیت کے سبب تباہ و برباد ہوجاتے ہیں اور معمولی اعمال اچھی نیت کے سبب قیمتی بن جاتے ہیں۔

خدا سے تقرب کی نیت اس لئے کی جاتی ہے کہ اس نیت سے بندہ الطاف الٰہی کو حاصل

کرتا ہے پس جو شخص راہ خدا میں کوئی عمل انجام دیتا ہے تو خدا اس پر اپنا راستہ روشن کر دیتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا.

(سورہ عنکبوت، آیت ۶۹)

ترجمہ: اور جن لوگوں نے ہمارے حق میں جہاد کیا ہے ہم انھیں اپنے راستوں کی ہدایت کریں گے۔

وہ لوگ جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم نے ان پر اپنی راہوں کی ہدایت کردی۔

نیت ہر عمل کی قبولیت کے لئے شرط ہے جیسا کہ امام صادق علیہ السلام خداوند عالم کا یہ قول نقل فرماتے ہیں:

لَمْ اَقْبَلْ اِلَّا مَا كَانَ خَالِصًا لِيْ

میں ہر وہ عمل قبول کرتا ہوں جو خالص میرے لئے انجام دیا جاتا ہے۔

نیت معمولی کام کو بھی بڑا بنادیتی ہے جیسے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

مَنْ اَرَادَ اللّٰهَ بِالْقَلِيْلِ مِنْ عَمَلِهِ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ اَكْثَرَ مِمَّا اَرَادَ وَ مَنْ اَرَادَ النَّاسَ بِالْكَثِيْرِ مِنْ عَمَلِهِ اَبَى اللّٰهُ اِلَّا اَنْ يُقَلِّلَهُ فِيْ عَيْنِ مَنْ سَمِعَهُ

جو کوئی شخص قلیل اور معمولی عمل صرف اور صرف خدا کے لئے انجام دیتا ہے تو خداوند عالم اس بندے کی خواہش سے زیادہ اس عمل کو دوسرے کی نگاہ میں جلوہ گر کردیتا ہے اس کے برعکس جو کوئی شخص زیادہ اور بڑا عمل انجام دے مگر نیت میں تصور غیر خدا کا ہو اور مرضی خدا کے بجائے لوگوں کی مرضی حاصل کرنا ہو تو خداوند عالم اس کے عمل کو لوگوں کے نگاہوں میں برائی کے ساتھ جلوہ گر کردیتا ہے۔

یہیں پر یہ بات کہنی مناسب ہوگی کہ ساری عزت و ذلت خدا کے قبضہ میں ہے وہی
ہے جو لوگوں کے دلوں کو جس بندے سے خوش ہوتا ہے اس کی طرف موڑ دیتا ہے پس ہر کام
خدا کے لئے کرنا چاہئے تا کہ خدا ہمارے کاموں کو درست بنا دے جناب ابراہیم علیہ السلام
نے خدا ہی کے لئے اپنی زوجہ اور اپنے فرزند کو مکہ کے بنجر صحرا میں ٹھہرا کر بارگاہ خداوندی میں
درخواست کی تھی کہ خدایا لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے۔

قرآن مجید اعلان کر رہا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَ عَمِلُو الصَّالِحَاتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا.

(سورہ مریم، آیت ۹۶)

وہ لوگ جو خدا پر ایمان لائے ہیں اور عمل صالح انجام دیتے ہیں خدا ایسے مؤمنین
کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دیتا ہے۔

یہ تو دنیوی ثواب اور جزاء ہے جو خدا دنیا میں عطاء کرتا ہے لیکن خدا کی دی ہوئی محبوبیت
جھوٹی شہرت اور ختم ہونے والی عزت سے کہیں زیادہ بلند اور مستقل ہوتی ہے چنانچہ ہم
مشاہدہ کرتے ہیں کہ دنیا میں کتنے افراد جو مشہور تھے موت کے بعد بھلا دئے گئے اس کے
برعکس دنیا میں جو گم نام تھے وہ مرنے کے بعد زندہ جاوید ہوگئے۔

پس انسان کو چاہئیے کہ خدا کی طرف سے عطاء کی ہوئی محبوبیت کو اپنے اندر برقرار رکھے کہ
وہ خدا یقیناً مقلب القلوب ہے جو لوگوں کے دلوں کو محبوب مؤمن کی طرف موڑ دیتا ہے پس اگر
کوئی شخص خدا کے لئے کوئی عمل انجام دیتا ہے تو خداوند عالم اس کے خلوص کی قدر کرتے ہوئے
دنیا میں اسے محبوبیت عطاء کرتا ہے انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے دل کی حفاظت کرتا رہے اور دل
کے مقدس حرم میں خدا کے علاوہ کسی کو راہ نہ دے جیسا کہ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَلْقَلْبُ حَرَمُ اللّٰهِ وَلَا تُسْكِنُوْا حَرَمَ اللّٰهِ غَيْرَ اللّٰهِ.

ترجمہ: دل اللہ کا گھر ہے اس میں غیر خدا کو جگہ نہ دو۔

اخلاص کے چند نمونے

امیر المؤمنین علیہ السلام صرف متقین کے اوصاف کے بارے میں فرماتے ہیں:

اِذَا زُكِّيَ اَحَدُهُمْ خَافَ مِمَّا يُقَالُ لَهُ.

جب ان میں سے کسی کی مدح وستائش ہو جو ان کے بارے میں کہا جاتا ہے وہ اس سے
ڈرنے لگتے ہیں مخلص انسانوں کو ہر وقت یہ بات ستاتی رہتی ہے کہ لوگوں کی توجہات کہیں
خدا کی طرف سے مانع نہ بن جائے اور وہ خود کہیں یصدون عن سبیل اللہ کے زمرہ میں نہ
آ جائیں ایک رات جمہوری اسلامی ایران کے سولہ سال کے مجاہد سے مصاحبہ میں پوچھا جا رہا
تھا کہ تمہارا شغل کیا ہے تو اس نے کہا (ٹینک شکن) کو تباہ کرنا ہے پوچھا گیا اب تک تم نے
کتنی ٹینک شکن تباہ و برباد کی ہیں تو اس نے کہا خدا کے کرم سے بہت ہم نے برباد کیں پوچھا
گیا کتنے عدد تو اس نے جواب دیا کہ خوف زدہ ہوں کہ اگر صحیح عدد بتا دوں تو شیطان میرے
اندر غرور نہ پیدا کر دے اور پھر مجھ سے اللہ توفیق سلب نہ کر لے اور پھر میرے دوست جنھوں
نے مجھ سے کم کام کیا ہے وہ کہیں احساس کمتری میں مبتلا نہ ہو جائیں دوسری حکایت۔ نقل
ہوئی ہے کہ مرحوم آیۃ اللہ سید عبد الہادی شیرازی کے درس میں ان کے ایک شاگرد نے
اعتراض کیا استاد نے اس کا انتہائی نرمی سے جواب دیا لیکن شاگرد نے سخت لہجہ کے ساتھ
اسے قبول نہیں کیا درس ختم ہونے کے بعد شاگرد استاد کے قریب آیا اور اس اعتراض کو دھرایا
تو آیۃ اللہ سید عبد الہادی نے چودہ علمی جواب دئے جس وقت دوسرے شاگردوں نے استاد
کی یہ علمی قدرت دیکھی تو ان سے پوچھا کہ آپ نے منبر پر درس دیتے وقت یہ محکم جواب
کیوں نہ دئے اور ایک جواب پر آپ نے اکتفاء کیا تو استاد نے جواب دیا کہ ہمیں سارے
جواب معلوم تھے مگر مجھے خوف یہ تھا کہ اس طالب علم کے اندر شکستگی کے آثار کہیں پیدا نہ
ہو جائیں اور میں غرور اور خود پسندی میں نہ مبتلا ہو جاؤں لہٰذا میں نے مصلحت اسی میں جانی
کی وہ درس کے بعد زیر منبر آزادانہ فکر کے ساتھ اعتراض کرے تا کہ ہمیشہ کے لئے اس کو

آزادانہ اعتراض کرنے کی مزید قوت پیدا ہو جائے پس ایسی خالص نیت اور ایسا نفس زکیہ پاک و پاکیزہ روح بہت کم لوگوں میں پایا جاتا ہے۔

معاشرہ میں بعض لوگ بڑی سے بڑی خدمت انجام دیتے ہیں لیکن کبھی ذکر نہیں کرتے لیکن بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اگر سڑک پر کوڑا ڈالنے کا ڈرم رکھتے ہیں تو چاہتے ہیں کہ ان کا نام لکھا جائے۔

اولیاء خدا ہر عمل اور ہر عبادت کو خدا کے لئے انجام دیتے ہیں ان کے ہر عمل میں الٰہی رنگ ہوتا ہے دنیا اور مافیہا سے وہ آنکھ بند کئے ہوتے ہیں کہ جس کا رنگ بہت جلد زائل ہونے والا ہوتا ہے۔ اور اللہ کا رنگ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے لہٰذا کون سا رنگ اللہ کے رنگ سے بہتر ہوسکتا ہے۔ جب اللہ کا رنگ کسی پر چڑھ جاتا ہے تو اس کے لئے گرمی اور سردی تنگ دستی اور دولت مندی گمنامی اور شہرت طلبی یہ ساری باتیں بے تاثیر ہو جاتی ہیں۔

جیسا کہ امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَخلِصْ لِلّٰهِ عَمَلَکَ وَ عِلْمَکَ وَ بُغْضَکَ وَ اَخذَکَ وَ تَرکَکَ وَ کَلامَکَ وَ صُمتَکَ.

اپنے ہر عمل و علم و بغض (کسی سے دشمنی) تمہارا کسی چیز کا لینا یا اسے ترک کرنا اور تمہارا ہر کلام و ہر خاموشی خدا کے لئے ہونا چاہیئے ایسی صورت میں انسان کے اعمال اور اس کی عبادتوں کے اثرات برقرار رہتے ہیں اور عمل میں جتنا زیادہ خلوص ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ اس کا اثر جاویدانہ ہوتا ہے:

کُلُّ شَیٔ ھَالِکٌ اِلاَّ وَجھَهٗ

اس کی تابیر ہے یعنی ہر عمل برباد ہونے والا ہے سوائے خالص عمل کے اس کے برخلاف جس عمل میں ریا اور خود نمائی اور شہرت طلبی کا رنگ ہو وہ رنگ بہت جلد ختم ہو جانے والا ہے

اور انسان کے لئے کوئی اثر بھی چھوڑنے والا نہیں ہے۔

عبادت میں خلوص

تمام عبادتوں کو قربۃ الی اللہ انجام دینا چاہیئے اگر ذرہ برابر بھی غیر خدا کا قصد کیا گیا تو وہ عمل باطل ہے پس اگر نماز بھی غیر خدا کے لئے پڑھی گئی ہے تو وہ بھی باطل ہے۔ یہاں تک کہ اگر مستحبات بھی غیر خدا کے لئے انجام دیئے گئے مثلاً کوئی نماز جماعت کی صف اول میں نماز پڑھ رہا ہے اور یہ سب غیر خدا کے لئے ہے تو نماز باطل ہے جاڑے کے موسم میں اس نیت کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے کہ اسے گرمی بھی ملے اور نماز بھی تو اس کی نماز باطل ہے۔

غرض خداوند عالم ہر اس عمل کو قبول کرتا ہے کہ جس میں زمان و مکان کیفیت اور خصوصیات کے شرائط موجود ہوں اور وہ عمل خالص اللہ کے لئے ہے کہ جس میں اللہ کی ذات کے علاوہ کسی دوسری چیز کو شریک قرار نہ دیا جائے۔

وَلاَ یُشرِکْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا

(سورہ کہف، آیت ۱۱۰)

اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک قرار نہ دو حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اگر کوئی مجاہد میدان جنگ میں قومی تعصب یا مال کے حصول کے لئے انتہائی شجاعت و شہامت کے ساتھ لڑ رہا ہے تو اس کا یہ جہاد بالکل بے قیمت ہے البتہ اخلاص رکھنا اور ریا اور غرور سے عمل کا دور رکھنا اس قدر حساس اور دشوار عمل ہے کہ حدیث میں امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں ریا اور شرک انسان کے اعمال میں اس طرح رینگتا رہتا ہے کہ جیسے شب تاریک میں سیاہ پتھر پر چیونٹی رینگ رہی ہو۔

حضرت علی علیہ السلام کے اخلاص کے بارے میں اقوال بہت ہیں یہاں پر چند اقوال بعنوان نمونہ پیش کئے جا رہے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

اَلاِخلاَصُ غَایَةٌ

اخلاص ہر عمل کا انتہائی اعلیٰ مقصد ہے۔

آپؑ کا قول:

اَلاِخلاَصُ فَوزٌ

اخلاص ہی میں عمل کی کامیابی ہے۔

آپؑ کا قول 'اَلاِیمَانُ اِخلاَصُ العَمَلِ' ایمان خالص عمل کا نام ہے۔

آپؑ کا قول 'اَلاِخلاَصُ اَعلیٰ الاِیمَانِ' اخلاص بلندترین ایمان ہے۔

آپؑ کا قول 'اَلعَمَلُ کُلُّه ھَبَاءٌ اِلَّا مَا اُخلِصَ فِیهِ' ہر عمل برباد ہے سوائے اس عمل کے جس میں خلوص ہے۔

آپؑ کا قول: 'ثَمَرَةُ العِلمِ اِخلاَصُ العمل' علم کا نتیجہ عمل کے اخلاص میں ہے یعنی علم کا نتیجہ عظمت خدا کی شناخت ہے کہ انسان خدا کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے کام نہ کرے۔

آپؑ کا قول: 'بِالاِخلاَصِ تُرفَعُ الاَعمَالُ' عمل کی قبولیت اور اس کی بلندی اخلاص کے ذریعہ ہوتی ہے۔

آپؑ کا قول: 'لَو خَلَصَتِ النِّیات لَزَکَّتِ الاَعمَالُ' اگر نیت خالص ہے تو اعمال پاک ہیں۔

آپؑ کا قول: 'مَن اَخلَصَ بَلَغَ الآمَالَ' جس نے خدا کے لئے کام کیا اس کی تمنا پوری ہوگی۔

بہت سی دوسری حدیثوں میں نیت کے خالص ہونے اور اس بناء پر اعمال کے قبول ہونے کو بیان کیا گیا ہے کہ جس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دنیا و آخرت کے بارے میں امور کی کامیابی کا راز نیتوں پر مبنی ہوتا ہے۔

نیت کے دنیاوی اثرات

اخروی اور معنوی اثرات کے مقابل میں نیت کے کچھ ظاہری اور دنیاوی اثرات مرتب ہوئے ہیں جس میں سے کچھ کی طرف ہم اشارہ کررہے ہیں۔

ا۔ اجتماع کسی ادارے کی مدیریت کی ذمہ داری: اگر کسی اجتماع کے ذمہ دار افراد میں حسن نیت اور خلوص پایا جاتا ہو تو وہ عدالت اور خوبی کے ساتھ اپنی ذمہ داری کو انجام دیتے ہیں۔

امیر المؤمنین علیہ السلام مالک اشتر سے فرماتے ہیں:

اِستَعِن عَلَی العَدلِ بِحُسنِ النِّیَةِ فِی الرَّعِیَّة

حسن نے نیت کے وسیلہ سے لوگوں میں اجتماعی عدالت کے قائم کرنے میں مدد لو۔

جو ہر خلوص اور خیر خواہی کے ذریعہ انسان کسی معاشرہ میں عدالت قائم کرسکتا ہے۔

۲۔ اقتصادی حالت کی بہتری۔ خوش دل خیر خواہ اور مخلص افراد اقتصادی امور میں بھی دوسروں کے مقابل زیادہ کامیاب ہوتے ہیں تجارت اور اقتصاد میں ان کا خلوص ان کی اجتماعی حیثیت کے لئے پیش خیمہ بنتا ہے۔

مشتری کی توجہ اچھے طریقے سے اس کی طرف بڑھتی ہے جیسا کہ امیر المؤمنین علیہ السلام اس موقع پر فرماتے ہیں:

رِزقُ المَرءِ علیٰ قدر نیّته

انسان کی روزی اس کے نیت کے حساب سے حاصل ہوتی ہے۔

۳۔ اجتماعی روابط کا بہتر ہونا، خوش باطن اور خوش نیت افراد لوگوں کے دلوں میں جگہ بنا لیتے ہیں اگر کوئی غلط کام بھی ان سے سرزد ہوجاتا ہے تو چونکہ وہ صاف باطن اور ان کی

نیت اچھی ہوتی ہے لہٰذا ان کی زندگی تلخ نہیں گزرتی اور ہر حالت میں لوگ اس کو چاہتے ہیں جیسا کہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ حَسُنَتْ نِيَّتُهُ كثرت مثُوبَتُهُ.

(غرر ص۳۹۹)

جس کی نیت اچھی ہوتی ہے اس کی منزلت بھی بلند ہوتی ہے اور اس کی زندگی پاک و پاکیزہ ہوتی ہے اور اس کی محبت لوگوں کے لئے ضروری ہوجاتی ہے۔ یہ اثرات تو صالح نیت کے بارے میں بیان کئے گئے ہیں اس کے برعکس اگر نیت خراب اور فاسد ہو تو اس کے اثرات انسان کے دامن کو آلودہ کئے بغیر نہیں چھوڑتے ہیں اخروی عذاب کے ساتھ ساتھ دنیاوی اور اجتماعی بلائیں بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتیں جیسا کہ امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

اِذَا فَسَدَتِ النِّيَّةُ وَقَعَتِ الْبَلِيَّةُ.

جب کسی کی نیت فاسد اور خراب ہوجاتی ہے تو اس پر بلائیں نازل ہوجاتی ہیں۔ اچھی اور قوی نیت والا انسان اگر بدن کے لحاظ سے کمزور اور ناتواں ہے اس کے باوجود وہ اہم کام انجام دے دیتا ہے۔ پس اگر نیت میں للٰہیت پائی جائے تو پھر اس کے یہاں خستگی ناامیدی اور تنگ دلی کبھی پیدا نہیں ہوتی اسی وجہ سے اولیاء خدا کے نزدیک پیری اور بڑھاپا بھی ان کے اعصاب میں نہ تو کوئی کمزوری لاتی تھی اور نہ ہی ان کے ارادوں میں کوئی جھول پیدا ہوتا تھا۔

اس لئے کہ ان کے جان و دل خالص للٰہیت کے جذبہ سے سرشار ہوتے تھے۔ اور اس سے وہ مدد حاصل کرتے تھے اور اس کے ذریعہ وہ تمام مشکلات و دشواریوں اور دشمن کی عداوتوں کے مقابل میں استقلال قائم رکھتے تھے۔ جس کی زندہ مثال اس زمانہ میں امام خمینی قدس سرہ کی ہے جنھوں نے ہمیشہ مطمئن دل کے ساتھ خدا کو یاد کیا اور اپنے زمانہ کے

استعماری طاقتوں کے سامنے گھٹنہ نہیں ٹیکا۔

امام حسین علیہ السلام نے روز عاشورہ جانثاروں کی شہادت کا داغ دیکھا اس کے ساتھ ساتھ اہل حرم کے اسیری کا انھیں یقین بھی تھا لیکن اس کے باوجود جتنا وہ بے یار و مددگار و تنہا ہوتے جاتے تھے ان کا چہرہ عشق خدا اور شوق شہادت میں روشن ہوتا چلا جارہا تھا۔ یہ اس لئے تھا کہ ان کو خدا کی ذات پر مکمل اعتماد حاصل تھا۔ اور آپ کو اپنی حقانیت کا پورا یقین تھا۔ چنانچہ آپؑ نے خود فرمایا:

هَوَّنَ عَلَّی اَنَّهُ بعَيْنِ اللهِ.

یہ شدائد اور مصائب مجھ پر آسان ہوتے چلے جارہے ہیں اور میں اپنی آنکھوں سے محضر خدا کو دیکھ رہا ہوں۔

امیر المؤمنین علیہ السلام اس ذیل میں فرماتے ہیں:

مَا ضَعُفَ بَدَنٌ عَمَّا قَوِيَتْ عليه النيَّةُ

جس وقت انسان کی نیت جس چیز کے لئے محکم اور استوار ہو تو پھر اس کا بدن کمزوری کا احساس نہیں کرتا۔ آپؑ اس حدیث میں انسان کی سیرت و عمل پر اس کی نیت کے روحانی اور وجدانی اثرات کی طرف اشارہ کررہے ہیں۔

نیت عمل کی منزل میں

کسی نیک اور صالح کام کے لئے اچھی نیت انسان کو لاپرواہی کی حالت سے باہر لے آتی ہے۔ اور اسے اس کام کے عمل کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ یہاں نیت کی ارزش عمل کے ساتھ ساتھ ہوتی ہے اور خداوند عالم اسی کے اوپر ثواب عطا کرتا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ابوذر سے فرمایا:

هُمْ بِالْحَسَنَةِ وَ اِنْ لَمْ تَعْمَلْهَا لِكَيْلا تُكْتَبُ مِنَ الْغَافِلِيْنَ

اچھے اعمال کے لئے اچھا ارادہ رکھو اگر تم کامیاب نہ بھی ہو سکے تو غافلوں میں بھی تمہارا شمار نہیں کیا جائے گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

هُمْ بِالْحَسَنَةِ وَ اِنْ لَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَ لَهٗ حَسَنَةٌ۔

جس کسی نے اچھے کام کی نیت کی لیکن اس پر عمل نہ کر سکا تب بھی اللہ اس کے لئے نیکی لکھوا دیتا ہے۔

پیغمبر اسلام شہادت کی تمنا میں فرماتے ہیں:

مَنْ سَئَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَ اِنْ مَاتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ۔

جو کوئی شخص نیت اور سچے دل سے خداوند عالم کی بارگاہ میں شہادت طلب کرتا ہے اگر وہ بستر پر بھی مرجائے تو قیامت کے دن اللہ اسے شہداء کی منازل میں پہونچا دیتا ہے۔

نیت کے ذریعہ قلیل عمل کی تلافی

جبکہ انسان کا علم اور اس کی قدرت اور اس کے وسائل تھوڑے اور محدود ہیں جن کے ذریعہ تمام نفسانی خواہشات کو عملی صورت نہیں دے سکتا لیکن نیت اس کی جگہ لے لیتی ہے۔ اور انسان کی طلب اور محدود شرائط کو آپس میں متصل کر دیتی ہے۔ جس کی مثال اس طرح ہے کہ اگر کسی کی نیت یہ ہو کاش ہم تمام گمراہ افراد کو راہ راست پر لے آتے اور اسی کے ساتھ وہ ہر امکانی کوشش بھی کر رہا ہے پھر بھی اپنی نیت پر کامیاب نہیں ہوتا کہ تمام گمراہوں کو راہ راست پر لائے۔

تو بھی خدا اس کو ثواب عنائت کرتا ہے کہ گویا اس نے سارے گمراہوں کو ہدایت کر دی

اور راہ راست پر لے آیا۔

دوسری طرف بری نیتیں اپنے زمان و مکان کے شرائط کے ساتھ انسان کو بداعمالیوں کی طرف لے جاتی ہیں اگر کوئی انسان فساد اور ظلم پر راضی ہوا اگر چہ اس نے خود ظلم نہیں کیا ہو پھر بھی ظالم کے ساتھ شریک ہے۔

جس طرح قرآن مجید میں ناقۂ صالح جو کہ الٰہی معجزہ تھا اس کے قتل کو جناب صالح کے تمام مخالفین کی طرف نسبت دی گئی ہے جبکہ قتل کرنے والے چند ہی اشخاص تھے اور بقیہ لوگ دل سے قتل پر راضی تھے۔

پس خیر و شر اچھے اور برے کاموں پر راضی ہونا انسان کو زمان و مکان کے قیود سے باہر لے آتا ہے اور ثواب و عقاب میں ایک دوسرے کا شریک قرار دیتا ہے۔ یہ بات متعدد روایات میں بیان ہوئی ہے۔

خلوص سے نزدیک ہونے کا راستہ

انسان کی نیت اور عمل میں خلوص کس شئ سے پیدا ہو اس پہلو پر ہم مندرجہ ذیل گوشوں کی طرف اشارہ کریں گے۔

وہ لوگ جو جنس کو بازار میں سستا بیچتے ہیں یا ان کو جنس میں تمیز نہیں ہوتی ہے کہ لوہا ہے یا سونا ریشمی ہے یا سوتی یا وہ خریدار کی شناخت نہیں رکھتے یا وہ بازار کی قیمت اور اس کی نرخ رائج سے بے خبر ہوتے ہیں ایسے موقع پر قرآن مجید نے اس موضوع کو اس طرح بیان کیا ہے جس میں تین پہلو سامنے آتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ جنس قرآن نے انسان کو خدا کا خلیفہ اور نائب کہا ہے۔ اور اس کی غرض خلقت اور آفرینش کا مقصد بہت ہی قیمتی جنس ہے۔

۲۔ مشتری، انسان کی جنس کا مشتری اور خریدار خود خدا ہے جو انسان کے نیک اعمال کو

خریدتا ہے۔اور دوسرے خریداروں کے مقابلہ میں مندرجہ ذیل امتیازات کے ساتھ خریدتا ہے۔

الف: خدا انسان کے اعمال کو جنت کے عوض میں خریدتا ہے۔

ب: معمولی سے معمولی عمل کو بھی قبول کر لیتا ہے:

فمن یعمل مثقال ذرة خیر ایرہ.

(سورہ زلزال آیت ۷)

ج: عمل خیر کی صرف نیت پر ثواب عطا کرتا ہے۔

(د) انسان کے عیوب کو چھپا دیتا ہے اور نیکیوں کو ظاہر کر دیتا ہے۔

یا مَنْ اَظْھَرَ الْجَمِیْلَ وَ سَتَرَ الْقَبِیْحَ

انسان کی قیمت خداوند عالم کے نزدیک صرف اور صرف بہشت اور اس کی مرضی ہے۔ اور جو کوئی شخص اس سے کمتر سودا کرتا ہے وہ نقصان میں رہتا ہے جیسا کہ قرآن مجید نے بیان کیا ہے (خسروا انفسھم) گناہگار خود ضرر اور گھاٹے میں ہوگا۔

نیز قرآن مجید نے بارہا گمراہوں کے لئے اس قول کی تکرار کی ہے (فَمَا رَبِحَتْ تجارتھم) پس کوئی فائدہ اپنی تجارت میں نہیں اٹھایا۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

بئس الْمُتَّجَرُ اَنْ تَرَی الدینا لِنَفْسِکَ ثَمَنًا.

کتنی بری وہ تجارت ہے کہ انسان دنیا کو اپنی قیمت سمجھ لے لہٰذا انسان کو اپنی قیمت یعنی حیثیت سے آگاہ ہونا چاہیئے۔ اور اس کو کسی غیر خدا کے لئے کام نہیں کرنا چاہیئے۔

۲۔ اپنی خلقت کی فکر۔ انسان جس قدر اپنی خلقت کے بارے میں سوچتا ہے اتنا ہی وہ خدا کی قدرت وعظمت کا عارف ہوتا ہے۔ اور نتیجتاً اپنے اعمال کو خدا کے لئے انجام دیتا ہے

اور خلوص سے نزدیک ہوتا چلا جاتا ہے۔

۳۔ صفات خدا کو سمجھنا۔ خداوند عالم کے اوصاف کو جاننا اور ان کا سمجھنا اور اس کی گونج ہر وقت ذہن میں رکھنا اس بات کا سبب بنتا ہے کہ انسان غیر خدا سے دور اور خدا کی ذات سے قریب ہوتا چلا جاتا ہے۔ جیسا کہ دعائے جوشن کبیر سے خدا کے اسماء اور اوصاف کو سمجھنا انتہائی مفید ہے۔

۴۔ خدا کی نعمتوں کی طرف توجہ مرکوز رکھنا۔

اللہ کی نعمتوں کی معرفت اور اس کی طرف توجہ انسان کو خدا شیفتہ اور دل کو عشق الٰہی کا گھر بنا دیتی ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ

وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اللہ کی محبت ان میں پیوست کر دیتا ہے اس اعتبار سے تمام اسلامی دعاؤں اور معصومین علیہم السلام کی مناجات میں اللہ کی نعمتوں کا بے انتہا ذکر کیا گیا ہے۔

خصوصاً ابوحمزہ ثمالی میں امام سجاد علیہ السلام یکے بعد دیگرے اس کی نعمتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

اے خدا میں بچہ تھا تو نے بزرگ کیا میں ذلیل تھا تو نے عزت بخشی میں جاہل تھا تو نے عالم بنایا میں بھوکا تھا تو نے سیر کیا میں برہنہ تھا تو نے لباس پہنایا۔ میں گمراہ تھا تو نے ہدایت دی۔ میں فقیر تھا تو نے بے نیاز کیا میں بیمار تھا تو نے شفا بخشی میں گنہگار تھا تو نے گناہوں کو چھپایا۔

امام حسین علیہ السلام نے دعائے عرفہ میں خدا کی نعمتوں کا اس طرح ذکر کیا ہے۔ کہ جنہیں پڑھ کر قاری کے دل میں عشق الٰہی زندہ ہو جاتا ہے اور انسان خدا کا اس طرح عاشق بن جاتا ہے کہ پھر سوائے مرضی پروردگار کے خدا سے اور کوئی چیز نہیں طلب کرتا اور وہ اس طرح اخلاص کے نزدیک ہو جاتا ہے۔

۵۔اخروی فائدہ کا یقین

جولوگ دنیا اور غیر خدا کے لئے کام کرتے ہیں تو ان کو شاید فائدہ ہو یا نہ ہو۔لیکن جولوگ خدا وآخرت کے لئے انجام دیتے ہیں تو انھیں فائدہ کا پورا یقین رہتا ہے۔جیسا کہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے۔

مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰی لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُوْرًا

(سورہ اسراء، آیت ۱۹)

ترجمہ: اور جو شخص آخرت کا چاہنے والا ہے اور اس کے لئے ویسی ہی سعی بھی کرتا ہے اور صاحب ایمان بھی ہے تو اس کی سعی یقیناً مقبول قرار دی جائیگی لہٰذا خدا کی عبادت یقیناً نتیجہ اور سودمند ٹھہرتی ہے کہ جس کا فائدہ یقینی ہوتا رہے۔

۶۔دنیا کو بے قیمت سمجھنا

جو افراد دنیا اور غیر خدا کے لئے کوئی عمل کرتے ہیں ان کی نظر میں دنیا اپنی حد سے زیادہ قیمت رکھتی ہے۔اور جو اللہ کے عارف اور بابصیرت بندے ہیں ان کی نگاہ میں آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی قیمت نہیں ہے۔جس کے لئے وہ کام کریں قرآن مجید نے بہت سی جگہوں پر دنیا کی بے قیمتی وفریب زندگی اور اس کے اثرات کا جلد ختم ہونا اور اس پر غرور کرنے والے کی بربادیاں۔ان موضوعات کو ان جملوں میں بیان کیا ہے۔

(متاع الغرور) (لَعِبٌ وَ لهوٌ) (زهرة الحياة الدينا) (متاع الدنيا قليل)

دنیا کی یہ تعبیرات اس ذات کی طرف سے بیان ہوئی ہے جو دنیا کا خالق اور جو اس ماہیت کو دوسرے تمام افراد سے زیادہ جاننے والا ہے لہٰذا ہر مخلص کو خدا ہی سے محبت کرنا

چاہئیے اور اسی کے لئے ہر عمل انجام دینا چاہئیے اور اسے دنیا پر فریفتہ نہیں ہونا چاہئیے۔

۷۔مخلوقات کی ناتوانی اور کمزوروں کو مدنظر رکھنا قادر مطلق فقط خدا کی ذات ہے اور تمام اعمال کا انجام اس کے قبضہ قدرت میں ہے اس بناء پر انسان کو چاہئیے کہ کسی غیر خدا کے لئے کام نہ کرے۔

قرآن باطل معبودوں کی حیثیت کو اس طرح بیان کررہا ہے کہ یہ اتنے ناتواں ہیں کہ ایک مکھی کو بھی خلق کر نہیں سکتے ہیں اور انسان کی ناتوانی اس طرح بیان کی ہے کہ اگر کبھی زمین کے اندر پانی خشک ہوجائے تو لاکھ زمین کی گہرائی تک کھود ڈالیں یہ پانی تک نہیں پہونچ سکتے ہیں۔

پس ایسا کون ہے جس نے زمین کے اندر میٹھا اور پسندیدہ پانی پیدا کیا اگر خدا رات کو ہمیشہ رات ہی رکھے تو کون ہے جو اس رات کو دن کی روشنی میں بدل دے یا اگر دن کو ہمیشہ دن ہی رکھے تو کون ہے؟ جو اس دن کو آرام دہ رات میں بدل دے لہٰذا جو لوگ خدا کی ذات میں دوسری مخلوقات کو اس کا شریک قرار دیتے ہیں وہ اتنے ناتواں اور کمزور ہیں کہ نہ تو وہ دنیا میں کچھ کرسکتے ہیں اور نہ آخرت میں ہی کچھ فائدہ پہونچا سکتے ہیں وہ لوگ جو غیر خدا کی پرستش کرتے ہیں وہ قیامت کے دن حسرت کے عالم میں پڑے ہوں گے اور اس سے کہا جائے گا کیوں ایسوں کو اللہ کا شریک بنایا کہ وہ دنیا میں ناتواں تھے اور آخرت میں بے اثر ہوگئے ہیں۔

وہ لوگ اس اللہ کو جو سریع الرضا ہے اسے ناراض کرکے متعدد خداؤں اور معبودوں پر راضی رہے تو وہ آخرت میں گھاٹے میں ہوں گے پس ہر وہ شخص جو خدائے واحد کے علاوہ کسی اور معبود کی عبادت کرتا ہے تو آخرت میں بہت زیادہ سختیوں اور دشواریوں میں گرفتار ہوگا۔

۸۔ دوسروں سے عبرت حاصل کرنا

بہت سے لوگ جو غیر خدا کی عبادت کرتے ہیں وہ بہت جلد دردناک اور منحوس حالات میں گرفتار ہوجاتے ہیں کہ جن کی بدقسمتی سے ایک موحد انسان کو عبرت حاصل کرنا چاہیئے کہ غیر خدا کی عبادت کتنی منحوس شئ ہے جناب نوح علیہ السلام کے بیٹے نے جب خدا کے حکم سے روگردانی کی اور پہاڑ کو اپنی زندگی کا سہارا بنایا۔لیکن طوفان کی موجوں نے اس کو وہاں بھی نہیں چھوڑا اور دیکھتے ہی دیکھتے تمام کافروں کی طرح وہ بھی غرق ہوگیا۔

قارون جس نے جناب موسیٰ کی دی ہوئی دعوت حق کو قبول نہیں کیا۔ اور اپنی بے پناہ دولت پر مغرور تھا لیکن ایک دن زمین نے خزانہ کے ساتھ نگل لیا اور اس کی فوج کام نہ آئی اور نہ اس کی مدد کی۔

فَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فِيَةٍ يَنْصُرُونَه.

(سورہ قصص،۸۱)

اور نہ کوئی گروہ خدا کے علاوہ بچانے والا تھا اور وہ نہ خود اپنا بچاؤ کرنے والا تھا۔

پس قارون کے لئے کوئی گروہ ایسا نہیں تھا جو اس کی مدد کرتا بڑے بڑے دولت مند جو زمین و باغات رکھتے تھے اور اس کے علاوہ جو دولتیں جمع کر رکھی تھیں سب کچھ چھوڑ کر چلے گئے اور کوئی چیز اس کے کام نہیں آئی جیسا کہ قرآن مجید کی آیت اس مفہوم کو بیان کر رہی ہے۔

كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنَّاتٍ وَ عُيُوْنٍ وَ زُرُوعٍ وَ مَقَامٍ كَرِيمٍ.

(سورہ دخان آیت ۲۶)

یہ لوگ کتنے ہی باغات اور چشمے چھوڑ گئے اور کتنی ہی کھیتیاں اور عمدہ مکانات چھوڑ گئے۔

کتنے ایسے ریاکار اور مکار افراد ہیں جو لوگوں میں اپنے کو مخلص اور پرہیزگار بتاتے ہیں لیکن خدا ان کی حالت لوگوں پر ظاہر کر دیتا ہے آخر کار وہ ذلیل ہوجاتے ہیں:

وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ.

(سورہ بقرہ، آیت ۷۲)

جب کہ خدا اس راز کا واضح کرنے والا ہے جسے تم چھپا رہے تھے۔

وہ لوگ جو ریا اور خودنمائی کے ذریعہ لوگوں اور خدا کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں لیکن اللہ ان کے مکر کو عیاں کر دیتا ہے اور ان کے بڑھتے ہوئے ہاتھوں کو کاٹ دیتا ہے سیکڑوں ایسے واقعات بطور مثال پیش کئے گئے ہیں کہ دھوکہ دینے والوں کا کتنا برا انجام ہوا ہے اور اللہ کی طرف سے جو انجام ظاہر ہوتا ہے وہ اصل میں اللہ کے مخلص بندے کے لئے درس عبرت ہوتا ہے تا کہ وہ ریا اور فریب سے دور رہے۔

۹۔ آخرت میں ریاکار کا انجام

دنیا میں ریاکار اور مکار ذلیل تو ہوتا ہی ہے مگر آخرت میں روز محشر اسے جو ذلت اور رسوائی ملے گی وہ بہت ہی سخت اور عبرت انگیز ہے۔

قرآن مجید نے بیان کیا ہے کہ سخت ترین وادی جس کا نام ویل ہے اس میں ٹھکانہ ریاکار نمازیوں کا ہوگا۔

وَيْلٌ لِلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ.

(سورہ ماعون آیت ۵-۶)

تو تباہی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں سے غافل رہتے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن ریاکار شخص کو چار نام سے پکارا جائے گا۔(۱)

کافر، فاجر، غادر و خاسر

کافر:

اس اعتبار سے کہا جائے گا کہ نمازوں میں اس نے خدا کو اہمیت نہیں دی۔

فاجر:

اس لحاظ سے کہا جائے گا کہ غیر خدا کے لئے نمازیں پڑھیں اور عبودیت و بندگی جو مقصد خلقت تھا اس کی سرحد سے باہر نکل گیا۔

غادر:

اس لئے کہا جائے گا کہ اس نے غیر کے لئے بہانہ بنایا۔

خاسر:

نتیجہ کے لحاظ سے اس کے ذریعہ اس نے اپنی عمر کا کچھ حصہ ضائع کیا اور اس کے ہاتھ کچھ نہیں آیا۔

ان چاروں ناموں سے خطاب کر کے اس سے کہا جائے گا کہ تیرے اعمال برباد تیرا ثواب چلا گیا آج اپنے اعمال وثواب کی اجرت اسی سے حاصل کرو جس کی لئے تم نے نماز پڑھی پس قیامت کے روز ریا کار حسرت سے کف افسوس مل رہے ہوں گے اگر اس بات کی طرف انسان توجہ دے تو وہ خلوص سے نزدیک ہو جائے گا۔

صحیح وسالم نیتیں

ریائی اور نا درست نیتیں مختلف شکلیں رکھتی ہیں جس میں کچھ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اسی طرح قصد قربت الٰہی نیت کی بھی مختلف شکلیں ہیں۔ جس میں بعض بہت ہی قدر و قیمت رکھنے والی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

اللہ کی عدالت اور اس کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا خوف انسان کسی عبادت کو کبھی انجام دیتا ہے یا کسی معصیت کو اس لئے ترک کرتا ہے کہ وہ دوزخ کی آگ اور بارگاہ خداوندی میں حاضری کی سختی اور خدا کے سامنے سوال و جواب کی دشواری سے لرز جاتا ہے چنانچہ قیامت کی سختیوں کا یہ خوف انسان کو سچے دل سے اللہ کی عبادت اور ترک معصیت کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔

جیسا کہ امیر المؤمنین علیہ السلام اور جناب فاطمۃ الزہرہ سلام اللہ علیہا کے خالصانہ اطعام کو قرآن بیان کر رہا ہے۔

إِنَّا نَخَافُ مِنْ رَبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا.

(سورہ دہر آیت ۱۰)

ترجمہ: ہم اپنے پروردگار سے اس دن کے بارے میں ڈرتے ہیں جس دن چہرے بگڑ جائیں گے اور ان پر ہوائیاں اڑنے لگیں گی۔

ہم نے مسکین و یتیم اور اسیر کو کھانا کھلایا وہ اس لئے کہ ہم اپنے پروردگار کی طرف سے مقرر کئے ہوئے آنے والے اس دن سے ڈرتے ہیں جو بڑا ہی سخت اور پر ہول ہے۔

۲۔ ثواب کی امید۔ بہشت کے ثواب کی امید عبادت میں نیت کی سالمیت کا وسیلہ بنتی ہے۔

قرآن مجید نے سیکڑوں آیتوں میں بہشت اور اس کی لذیذ نعمتوں کو ایسے ثواب کے عنوان سے پیش کیا جو مخلص اور صالح بندوں سے مخصوص ہیں پس یہی تصور اور ثواب بہشت کی طرف متوجہ کرتے ہیں اور انسان کو اللہ کی عبادت کا شوق دلاتے ہیں۔

اللہ کی نعمتوں کا شکرانہ

۳۔ اللہ کی بے انتہا نعمتوں کا شکریہ وہی ادا کرتا ہے جس کی عبادت نیک اور صالح نیت سے ہوتی ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

لَوْ لَمْ یَتَوَعَّدِ اللّٰہُ عَلٰی مَعْصِیَتِہٖ لَکَانَ یَجِبُ اَلَّا یُعْصٰی شُکْراً لِنَعَمِہٖ.

اگر خداوند عالم نافرمانیوں پر عذاب کا وعدہ نہ کرتا تب بھی انسان پر واجب تھا کہ اس کی طرف سے عطا کی ہوئی نعمتوں کے شکریہ میں وہ گناہ نہ کرے۔

۴۔ انسان جب کوئی واجب عمل انجام دیتا اور حرام کام کو ترک کرتا ہے۔ تو اس کی محرک اس کے اندر پائے جانے والی حیا ہے۔

جس وقت انسان اس دنیا کو محضر خدا سمجھتا ہے کہ وہ ہمارے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے اور ہر طرح سے ہمارے حرکت وسکنات پر حاضر وناظر ہے۔ لہٰذا اسے واجب کے ترک کرنے اور حرام کے انجام دینے میں بھی اللہ کی بارگاہ میں شرم محسوس ہوتی ہے پس وہ خدا کہ ساری عزت صرف اس کے لئے مخصوص ہے۔ مخلص شدہ اس کے احترام میں واجب کو ترک نہیں کرتا۔ گناہ اور کار حرام کو انجام نہیں دیتا جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔

اُعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فان لم تکن تراہ فانہ یراک.

تم اللہ کی عبادت ایسے کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے ہو۔ تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

خدا کی محبت:

۵۔ اللہ کے عبادت گزار بندے اس سے عشق ومحبت رکھتے ہیں اور اس محبت کی بناء پر اس کو لائق پرستش سمجھتے ہیں اور ایسے عبادت گزاروں کے لئے امیر المومنین علیہ السلام کا یہ قول جو نہج البلاغہ میں وارد ہوا ہے بہترین نمونہ قرار پاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ بہشت کی امید میں اللہ کی عبادت کرتے ہیں یہ تاجرانہ عبادت ہے اور کچھ لوگ جہنم کے

خوف میں عبادت کرتے ہیں تو یہ غلامانہ عبادت لیکن وہ لوگ جو اللہ کی نعمتوں کے شکریہ میں اس کی عبادت کرتے ہیں یہ صحیح معنوں میں آزاد لوگوں کی عبادت ہے۔ اور مقام مناجات میں امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

بَلْ وَجَدْتُکَ اَھلاً للعبادة فَعَبَدْتُکَ

خدایا میں نے تجھے لائق عبادت پایا اس لئے میں نے تیری عبادت کی۔ اور قیامت کے دن لوگ اپنی نیتوں کی بنیاد پر محشور کئے جائیں گے۔

جیسا کہ رسول خداؐ فرماتے ہیں:

اِنَّمَا یُحْشَرُا النَّاسُ عَلٰی نِیَّاتِھِم

حکمت کی درس گاہ

اخلاص عمل ایک ایسی درسگاہ ہے۔ جس میں ایک فارغ التحصیل طالب علم چالیس روز کی قلیل مدت میں علم وحکمت کے بلند ترین مرتبے حاصل کر لیتا ہے۔ اور خلوص نفس کے سایہ میں وہ علم ویقین کے اس درجہ پر پہونچ جاتا ہے کہ جس کے اوپر کوئی درجہ تصور نہیں ہوتا۔

جیسا کہ رسول خداؐ اس حدیث میں فرماتے ہیں:

مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰہِ اَربعین صباحًا ظھرت ینابیع الحکمة من قلبه علٰی لسانه

جو شخص چالیس روز تک کوئی کام خدا کے لئے انجام دیتا ہے تو وہ علم وحکمت کے چشمے اس کے دل اس کی زبان پر جاری ہوتے ہیں۔

اخلاص کی اصل

وہ لوگ جو ریا اور خودنمائی میں پڑے رہتے ہیں وہ کبھی بھی یقین کی منزل میں نہیں

پہونچتے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَلِاخلاصُ ثَمَرَۃُ الیقین

خلوص یقین کا نتیجہ ہے۔

ممکن ہے ایک انسان خداو قیامت وثواب وعذاب کا علم رکھتا ہو لیکن اس کا علم یقین کی منزل میں نہ پہونچا ہو۔ لہٰذا اس کے عمل میں اثر بھی پیدا نہیں ہوتا۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ مردہ شخص کچھ نہیں کرسکتا اس سے ہر طرح کی قدرت سلب ہوجاتی ہے تو بھی بہت سے لوگ اس سے ڈرتے ہیں۔

ایک ریاکار خدا قیامت وحساب وکتاب ان سب کا عقیدہ رکھتا ہے لیکن اس کا عقیدہ یقین کے مرحلہ تک نہیں پہونچتا ہے لہٰذا اسکا ہر عمل اخلاص سے دور ہوجاتا ہے اور یقین و خلوص عبادت ہی کے ذریعہ پیدا ہوتا ہے جیسا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے۔

وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْن

یقین کے حاصل ہونے تک اپنے رب کی عبادت کرو۔

اگر بندہ یہ یقین کرلے کہ یہ دنیا محض خدا ہے عزت وذلت سب خدا کے ہاتھ میں ہے۔ تو دنیا اوراس کے ظاہری اسباب اسکی نظروں میں بے فائدہ اور دھوکہ دینے والے نظر آئیں گے پھر اس کے بعد اس کا ہر عمل خلوص کے سایہ میں پروان چڑھے گا۔

اخلاص کی نشانیاں

بہت سے لوگ نیت اور عمل میں اپنے کو مخلص سمجھتے ہیں لیکن واقعی ہم غور سے ان کے اعمال پر نظر کریں تو ان کے بہت سے اعمال غیر اللہ کے لئے انجام پاتے ہیں اس لئے ہم

اخلاص کی کچھ نشانیاں قرآن وحدیث کے حوالہ سے نقل کررہے ہیں۔

(ا) لوگوں سے ناامیدی اور بے توقعی

قرآن کریم نے ایک مثال اس طرح پیش کی ہے حضرت امام حسنؑ وحضرت امام حسینؑ عالم طفلی میں جب بیمار ہوئے تو پیغمبر کچھ معتبر اصحاب کے ساتھ شہزادوں کی عیادت کو گئے تو آپؐ نے امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام کومشورہ دیا کہ آپؑ ان دونوں بچوں کی شفا کے لئے تین دن روزہ کی نذر کرلیں آپؑ نے نذر کرلی اس کے بعد خداوند عالم نے دونوں شہزادوں کو شفا بخشی حضرت علیؑ وجناب فاطمہؑ نے نذر پوری کرنے کے لئے روزے رکھے اور ایفاء نذر میں شہزادے بھی شریک ہوگئے اور افطار کے وقت سبھی روزہ داروں نے اپنی اپنی روٹیاں سائل کو دے دیں دوسرے اور تیسرے روز بھی دروازے پر آنے والے سائلوں کو ساری روٹیاں دے دیں اور خود پانی سے افطار کرکے شکریہ ادا کیا وہ بچے جو مرض سے ابھی صحت یاب ہوئے ہیں اور تین روز تک بغیر غذا کے روزہ رکھے جس کی وجہ سے ان کے چہروں کا رنگ اڑ گیا تھا اور جب وہ لوگ پیغمبر کے قریب پہونچے تو سورہ دہر ان کی شان میں نازل ہوکر ان کے عمل کے خلوص کی سند بن چکا تھا۔

اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ لاَ نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَاءً وَّلاَ شُکُوْرًا

(سورہ انسان، آیت ۹)

ترجمہ: ہم صرف اللہ کی مرضی کی خاطر تمہیں کھلاتے ہیں ہم نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ۔

ان حضرات نے فقط خدا کے لئے تین روز تک مسلسل اپنے افطار کے لئے مہیا کیا ہوا کھانا سائل کو دے دیا رنجیدہ وناراحت نہ ہوئے اور سائلوں سے کسی قسم کا شکریہ بھی نہ چاہا۔

کبھی انسان کوئی کام بغیر اجرت کے بھی کرتا ہے پھر بھی وہ چاہتا ہے کہ وہ کام لوگوں میں ظاہر ہوجائے۔

گویہ زبان سے کہتا ہے کہ ہم اس کا اجر نہیں چاہتے لیکن دل سے وہ چاہتا ہے کہ اجر ملے کبھی کوئی شخص کوئی نیک عمل انجام دیتا ہے اور لوگ اس کی قدر دانی نہیں کرتے تو وہ رنجیدہ اور ناراحت ہوجاتا ہے یا حسب دل خواہ اس کے عمل کو لوگ نہیں سراہتے تو رنجیدہ ہوجاتا ہے یہ ساری نشانیاں عدم اخلاص کی بناء پر ہیں لیکن مخلص شخص وہ ہے کہ اس کے نیک عمل میں لوگوں کی تعریف یا تنقید کا اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

اور وہ شکریہ کا طلبگار نہیں ہوتا۔ وہ تو خدا کے لئے عمل کرتا ہے اور اسی سے جزاء چاہتا ہے۔ اور لوگوں کے شکریہ کا بھی اس کے اوپر اثر نہیں پڑتا۔

حکم خداوندی کی بجا آوری - نہ کہ شہرت طلبی وخودنمائی

اخلاص کی دوسری نشانی یہ ہے کہ انسان ایسا کام کرے جس کا انجام دنیا کے لوگوں کے لئے ہو اس کے علاوہ روپیہ کمانا شہرت حاصل کرنا نہ ہو بلکہ ایسا کام کرنا چاہیئے کہ جس سے لوگ فائدہ حاصل کریں۔

مثلاً ضرورتمند علاقے یا دیہات یا کوئی چھوٹی اور شہر سے بہت دور کوئی جگہ جہاں اچھی آب وہوا نہ ہو۔

ان کے مسائل حل کرے جس کی خبر روشن فکروں کو نہ ہونے پائے لیکن وہ اسے بس اپنا وظیفہ سمجھ کر انجام دے میں ایک وقت جوانی کے عالم میں بچوں اور جوانوں کے کلاس لیتا تھا۔ تو جس وقت جوانوں کے کلاس میں جاتا تو غرور کا احساس کرتا تھا اور جب بچوں کو پڑھاتا تو کمتری کا احساس ہوتا تھا میں ایک دفعہ کی بات ہے کہ چھوٹی بازار سے گزر رہا ہے تھا کہ ایک بوڑھا اور بے سواد شخص اپنی دکان سے نکل کر میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا آیا تم خدا کے لئے درس دیتے ہو؟ میں چونکہ کوئی اجرت بچوں اور جوانوں سے نہیں لیتا تھا بڑے اطمینان سے کہا ہاں تو اس نے کہا اگر تم خدا کے لئے درس دے رہے ہو تو بچوں اور جوانوں کا خدا ایک ہے لہٰذا اگر تمہیں کوئی بچوں کا معلم اور قصہ گو کہے تو تمہیں رنجیدہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اس بوڑھے شخص کی

بات ارشاد الٰہی کی طرح لگی جو واقعاً مجھ پر الہام ہوئی کہ یقیناً دونوں کا خدا ایک ہے کاش میں ایسی فکر کا ہوجاؤں کہ مشہور اور غیر مشہور جلسے نمایاں اور غیر نمایاں مرکز ابتدائی یا عالی سطح کی تعلیم دونوں ہمارے لئے یکساں ہو۔ اور ہر خدمت میں عزت اللہ سے طلب کروں کہ وہی عزت دینے والا ہے۔

اپنے چھوٹے کاموں پر شرمندہ نہ ہونا۔

جو شخص خدا کے لئے عمل انجام دیتا ہے لوگوں سے اس کو کسی طرح کے عوض کی امید نہیں ہوتی تو وہ اپنے معمولی کام پر بھی اس لئے شرمندہ نہیں ہوتا کہ وہ ہر کام خدا کے لئے انجام دیتا ہے اور اسی سے اجر چاہتا ہے خواہ کوئی دنیاوی نتیجہ نکلے یا نہ نکلے پس اگر کسی مؤمن کی ملاقات یا عبادت کو گیا اور وہ مؤمن گھر میں نہ ملا۔ وہ کسی شرمندگی کا خیال نہ لائے۔ اس لئے کہ ثواب اس کو مل گیا پس ہمیں اگر خلق خدا کی خدمت اور لوگوں کی پزیرائی اور احترام میں کبھی شرمندگی حاصل ہوتی ہے تو ہمیں خیال کرنا چاہیئے کہ ہمارے اندر قصد قربت خدا نہیں ہے اور اگر ہے تو بہت کم ہے۔

استقبال اور شہرت سے بے اعتنائی

مخلص افراد جب کوئی عمل انجام دیتے ہیں تو ان کو لوگوں سے قطعاً یہ امید نہیں ہوتی کہ خواہ لوگ اس کا استقبال کریں یا بے اعتنائی کوئی تعریف کرے یا تنقید انہیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی پس اگر کوئی شخص لوگوں کے استقبال سے خوش ہوتا ہے اور بے اعتنائی سے رنجیدہ ہوتا ہے تو سمجھ لیجئے کہ اس کا اخلاص کمزور ہے البتہ ممکن ہے کہ کوئی یہ توجیہ کرے کہ لوگوں کے استقبال سے ہم اس لئے خوش ہوتے ہیں کہ حق بات سے زیادہ سے زیادہ افراد جمع ہوں اور ان کی بے اعتنائی سے اس لئے ہمارا دل کڑھتا ہے کہ لوگ حق بات سننے کے لئے کیوں آمادہ نہیں ہوتے لیکن پھر بھی اسے اپنے دل کا جائزہ لینا چاہیئے کہ کیا واقعاً دل میں یہی احساس ہے یا نہیں۔

جیسا کہ امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

للمرائی ثلاث علامات یَکْسَلُ اِذَا کَانَ وَحْدَهُ وَ یَنْشَطُ اِذَا کَانَ فِی الناس وَ یَزِیْدُ فِی الْعَمَلِ اِذَا اُثْنِیَ عَلَیْهِ وَ یَنْقُصُ اِذَا ذُمَّ۔

ریا کار اشخاص کی تین علامتیں ہوتی ہیں جب تنہا ہوتا ہے تو سست و بے حال ہوتا ہے اور جب لوگوں کے درمیان ہوتا ہے تو بہت خوش ہوتا ہے اور جب اس کے کام کی لوگ تعریف کرتے ہیں تو اس کام میں اضافہ کردیتا ہے اور جب مذمت کی جاتی ہے تو عمل کو گھٹا دیتا ہے خداوند عالم سے دعا ہے کہ ریا جیسی خطرناک بیماری سے ہمیں محفوظ رکھے۔

اور اس طرح کے معالج نہ ہوں کہ جو خود مریض ہوں اور مرض کی حالت میں مرجائیں یعنی ہم خود تو لوگوں کو اخلاص کی دعوت دیں اور خود ریا اور شرک کے ساتھ زندگی گزاریں اور دنیا سے چلے جائیں۔

عمل میں استقلال

مخلص انسان :- عمل انجام دینے میں اپنے وظیفہ کا پابند ہوتا ہے آب و ہوا کی خرابی زمان و مکان کی نیکی و بدی اس پر کوئی فرق نہیں ڈالتی اس بناء پر واجب کے انجام دہی میں مستقل اور مسلسل ہوتا ہے اور ایک عمل کو ہزار بار بھی انجام دینا پڑے تو وہ خستہ نہیں ہوتا جسم کی کمزوری اور بڑھاپے کے سبب کم کام کرے پھر بھی اس کے روحانی نشاط اور سرور میں کوئی کمی نہیں آتی۔

خلوص کی راہ میں مال وحیثیت کا مانع نہ ہونا مخلص افراد کسی عمل کو انجام دیتے ہیں تو وہ اپنا وظیفہ سمجھتے ہیں ان کے لئے مال و مقام مانع نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ وہ خود اس عمل پر فداء اور قربان ہوجاتے ہیں اور اس وظیفہ پر قائم رہتے ہوئے ہر خواہش کو قربان کردیتے ہیں اگر مال و مقام بیوی بچے دوست احباب کسی وظیفہ کو انجام دینے میں مانع بنتے ہیں تو اس وقت

اخلاص اپنا بستر باندھ لیتا ہے۔

قرآن اسی موقع پر کہتا ہے اگر تمہارے ماں باپ اولاد بھائی بہن بیوی بچے تمہاری جائداد اور اموال تمہارے مکانات وتجارت کے سامان تمہاری نظر میں زیادہ محبوب ہیں تو الٰہی قہر اور عذاب کے منتظر رہو مخلص انسان مکان وزمان اعزہ وزوجہ مسکن و مال کی پرواہ نہیں کرتا فقط مرضی خدا کے لئے اپنے وظیفہ کو انجام دیتا ہے۔

ایک حکایت: اس طرح ہے کہ گھوڑا سوار گھوڑا دوڑاتے ہوئے ایک نہر کے کنارے پہونچا اور ہزار کوشش کرڈالی کوڑے اور تازیانہ گھوڑے کو مارتا رہا لیکن گھوڑے نے پانی کے اندر قدم نہیں بڑھایا وہ گھوڑے سے خود اتر کر پانی کے اندر گیا گھوڑے کی لگام کھینچی پھر بھی گھوڑا آگے نہ بڑھا تو اس وقت ایک حکیم یعنی عقلمند انسان نے کہا اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر لکڑی اور بیلچہ کے ذریعہ پانی کو کیچڑ سے آلودہ کرو تاکہ گھوڑے کے قدم پانی میں ٹک سکے اور گھوڑا دریا کو پار کرسکے اس نے ایسا ہی کیا اور آرام سے گھوڑا دریا کے اس پار گزر گیا سوار نے اس سے دلیل پوچھی اس عقلمند انسان نے کہا صاف اور شفاف پانی میں گھوڑے کو اپنا عکس دکھائی دیتا تھا لہٰذا اس کو اچھا نہیں لگتا کہ اپنے آپ پر قدم رکھے چونکہ کیچڑ میں عکس نظر نہیں آتا تھا اس لئے پانی پر سے گھوڑا گذر گیا پس جو لوگ ریا کار اور خود پسند ہوتے ہیں وہ مال و مقام و اولاد کی محبت کی بناء پر ہر کام ریا کے ساتھ انجام دیتے ہیں اور وہ راہ اخلاص پر چلنے سے قاصر رہتے ہیں لیکن مخلص افراد کبھی بھی ان چیزوں کی پرواہ نہیں کرتے وہ فقط رضائے الٰہی کا خیال رکھتے ہیں۔

ظاہر اور باطن کا ایک ہونا

ایک انسان جب کوئی عمل لوگوں کے سامنے انجام دیتا ہے جو اس کے اندرونی حالت کے خلاف ہو۔ یا اگر کوئی کام تنہائی میں انجام دیتا ہے تو اس طرح انجام دیتا ہے کہ وہی کام دوسروں کے سامنے کرنا پڑے تو اس پر گراں گزرے یہی ریا ہے۔ البتہ ادب کی رعایت کرنا

مسئلہ دیگر ہے امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ لَمْ یَخْتَلِفْ سِرُّہٗ وَ عَلانِیَتُہٗ وَ فِعْلُہٗ وَ مَقالَتُہٗ فَقَدْ اَدَّی الامانَۃَ وَ اَخْلَصَ العِبادَۃ.

جس کسی کا ظاہر و باطن قول وعمل ایک ہو تو اس نے الٰہی امانت کو ادا کیا اور عبادت میں وہ خالص رہا۔

مخلص انسان لوگوں کی مرضی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے راہ خدا میں فقط اللہ کی مرضی کے لئے اپنے عمل کو انجام دیتا ہے وہ کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتا ہے۔

یُجاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلا یَخافُوْنَ لَوْمَةَ لائِمٍ.

(سورہ مائدہ آیت ۵۴)

وہ لوگ جو راہ خدا میں جہاد کرنے والے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے۔

قومی تعصب کا نہ رکھنا

اخلاص انسان کی کوششوں کو ہمیشگی اور دوام عطاء کرتا ہے اور اس کا عمل ہر جگہ یکساں رہتا ہے کسی عمل کی ناکامی پر وختہ ورنجیدہ نہیں ہوتا ہے لیکن جہاں اخلاص نہیں تو وہاں قومی اور گروہی عصبیت ہوتی ہے اور وہ کسی قوم کی فرد ہے یا اس سے وابستہ ہے اور اگر جانفشانی سے اپنی قوم کے لئے کام کرتا ہے تو اپنے اس عمل سے بہت زیادہ خوش ہوتا ہے اور اگر وہی کام دوسروں کے لئے کرنا پڑتا ہے تو نہ صرف یہ کہ اس کے نشاط وسرور میں کمی آتی ہے بلکہ وہ اس کام سے بچنے کی ترکیبیں نکالتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کام کا مخالف ہو جاتا ہے اور کارشکنی پر آمادہ ہو جاتا ہے لیکن مخلص انسان کے اندر اس قسم کا تعصب ہرگز نہیں ہوتا وہ تو کسی خاص مقام پر اور خاص گروہ کے لئے کام نہیں کرتا اور اگر کسی گروہ کو باطل سمجھتا ہے تو عمل سے اپنا

ہاتھ کھینچ لیتا ہے پس اگر کوئی شخص قبیلہ پرستی اعزاء پروری اور قوم پرستی کے شرک آمیز تعصّبات رکھتا ہو تو وہ قوم وقبیلہ اعزاء کے درمیان سے باہر نہیں نکل پاتا اور وہ اس طرح اپنے عمل میں اخلاص کے جوہر سے دور ہو جاتا ہے قرآن مجید اس طرح بیان کر رہا ہے۔

وَ قَالَتِ الْیَهُوْدُ لَیْسَتِ النَّصارٰی عَلٰی شَیْءٍ وَ قَالَتِ النَّصارٰی لَیْسَتِ الْیَهُوْدُ عَلٰی شَیْءٍ.

(سورہ بقرہ آیت ۱۱۳)

ترجمہ: اور یہودی کہتے ہیں کہ نصاریٰ کا مذہب کچھ نہیں ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہودی کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔

البتہ کوئی قوم یا گروہ حق پر قائم ہے تو اس کے کام کی حمایت کرنی چاہئے منظور یہ ہے کہ اپنے باطل کو حق اور دوسروں کے حق کو باطل نہ سمجھے۔

کوشش برائے اتمام اعمال ناتمام

اگر کسی شخص کے عمل میں اخلاص اور دلسوزی ہوتی ہے تو وہ شخص لوگوں کے چھوڑے ہوئے کام کو بھی انجام دینے کی بھرپور کوشش میں لگ جاتا ہے چونکہ اس کام کے انجام دینے میں نام ونمود وشہرت حاصل ہونے والی نہیں ہے اس لئے لوگ اسے چھوڑے ہوئے ہیں لیکن مخلص انسان اس کو پورا کر دیتا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ ایک اچھے اور مہذب گھر کے لئے اگر کھڑکیوں پر شیشہ کا پردہ ضروری ہوتا ہے تو حمام اور بیسن بھی ضروری ہوتا ہے، جیسے کہ ایک دسترخوان پر غذائیں اور گوشت ہے تو نمک کا ہونا بھی ضروری ہے اگرچہ وہ ایک معمولی شئی ہے اسی طرح مخلص افراد لوگوں کے چھوڑے ہوئے کام اگرچہ وہ کتنے ہی معمولی کیوں نہ ہوں انھیں انجام دینے میں کوئی ہچکچاہٹ اور خردی اور بزرگی کا احساس نہیں رکھتا بلکہ اس کا یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ کبھی خداوند عالم چھوٹے اور معمولی کام میں برکت اور عظمت عطا کرتا ہے۔

علامہ طباطبائی علیہ الرحمۃ جس وقت حوزہ علمیہ نجف سے حوزہ علمیہ قم میں وارد ہوئے تو انھوں نے دیکھا کہ یہاں فقہ اور اصول فقہ کے درس بہت زیادہ ہیں لیکن تفسیر وفلسفہ کے دروس بہت کم ہیں بلکہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔ تو انھوں نے قم میں ان دونوں علموں کی تدریس شروع کی علماء نے خیر خواہی کے ناطے ان پر اعتراض کیا کہ یہ دروس آئندہ کے لئے جو آپ کے اندر مرجعیت کے آثار پائے جاتے ہیں ان کے شان کے لئے سازگار نہیں ہے لیکن انھوں نے حوزہ علمیہ کی ضرورت کو مدنظر رکھا اور اسی مصلحت سے تفسیر وفلسفہ نہ صرف یہ کہ درس کہے بلکہ المیزان جیسی مبسوط و مستحکم کتاب تالیف کی یقیناً خداوند عالم کا لطف وکرم افراد کے اخلاص کے ساتھ ہے نہ یہ کہ عنوان کے ساتھ۔

خطاء سے انحراف وانصراف

جو شخص اپنے مشتبہ کام پر بجائے ندامت کرنے کے اصرار کرتا ہے تو وہ شخص مخلص نہیں ہوتا۔ لیکن مخلص شخص کسی کام یا راہ کے لئے۔ بہتر ہونے اور خطا وغلطیوں سے منصرف ہونے کی کوشش کرتا ہے اور کسی کام کو وہ اچھے طریقہ سے اگر انجام دے نہیں سکتا تو وہ اس شخص کے حوالہ کردیتا ہے جو اس کو اس سے بہتر طریقہ پر انجام دے سکتا ہے۔

بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ایک مدت تک خطاء وغلطی کرتے رہتے ہیں اور جب ان کی غلطی آشکار ہوجاتی ہے تو اسے قبول نہیں کرتے اور اس کو غلطی بھی نہیں مانتے اور اس میں اپنی شکست تصور کرتے ہیں جبکہ خطاء وغلطی پر اصرار کرنا اس سے بڑی شکست ہے۔ مخلص افراد کے سینوں میں وسعت اور روحوں میں بلندی ہوتی ہے وہ لوگ بزرگ اور نیک سرشت رکھتے ہیں اور ان اوصاف کی بناء پر کبھی وہ پست وذلیل وحقیر کام انجام نہیں دیتے ہیں۔

نتیجہ اخلاص

خدا مخلص انسان کے ضمیر کو نورانیت باطن کو صفا اور بصیرت عطا کرتا ہے یہی خلوص انسان کو تنگیوں اور مشکلوں کے پیچ وخم سے بھی باہر نکالتا ہے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

عندَ تحقیق الاخلاص تَستَنِیرُ البَصائرُ.

جب بھی کسی کے دل میں اخلاص آجاتا ہے تو اس کی فکر ونظر میں نورانیت پیدا ہوجاتی ہے۔

قرآن مجید خلوص کو تقویٰ کے نتائج میں شمار کرتا ہے اور یہ بیان کرتا ہے کہ اگر تم تقویٰ اختیار کروگے تو خدا تمہارے ساتھ ایک نور عطاء کردے گا جس کی روشنی میں تم راستہ چلوگے۔

یَجْعَلْ لَکُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِہ.

(سورہ حدید آیت ۲۸)

ترجمہ: خدا تمہارے لئے ایسا نور قرار دیتا ہے جس کی روشنی میں چل سکو۔

خواہشات نفس کی مخالفت اخلاص وتقویٰ یہ ساری چیزیں ایسی ہیں جو انسان کی روشن فکری میں اضافہ کرتی ہیں اور اسے ہوا وہوس ریا وشرک کے اندھیروں سے نکال کر علم وتوحید کی نورانی فضا میں پہونچا دیتی ہے جیسا کہ ارشاد امیر المؤمنینؑ ہے جو کوئی شخص اخلاص رکھتا ہے وہ رستگار اور کامیاب ہوجاتا ہے۔

اِنْ تَخْلُصْ تَفُزْ

غرض اخلاص بے انتہا قیمتی شئی ہے لیکن اتنا ہی دشوار امر ہے۔

امام سجاد سلام اللہ علیہ ماہ رمضان کی سحر کی دعاؤں میں خداوند عالم سے یہ دعا فرماتے

ہیں کہ پروردگار میرے دل کو نفاق اور میرے عمل کو ریا سے پاک کردے۔

اَللّٰھُمَّ طَیِّھر قَلْبِیُ مِنَ النفاق و عملی مِنَ الرِّیَاء.

اور نیز امام حسین علیہ السلام دعائے عرفہ میں خدائے متعال سے عمل میں اخلاص کے لئے دعا کرتے ہیں۔

والاِخْلاَصُ فِی عَمَلِیُ.

اجتماع اور معاشرے کے درمیان اخلاص

با مقصد اور قابل قدر اخلاص وہ ہے کہ جو لوگوں کے اجتماع میں اپنی ذمہ داری کے احساس کے ساتھ اجتماعی امور کی انجام دہی کے وقت ظاہر ہو۔

بہت سے لوگ یہ تصور کرتے ہیں "جو غلط ہے" کہ اخلاص انھیں کاموں میں پیدا ہوگا جس میں لوگوں سے دوری اختیار کیا جائے۔

جیسا کہ خداوند عالم خالص دودھ کو غذا اور خون ہی سے پیدا کرتا ہے ویسے ہی انسان کو خلوص حاصل کرنے کے لئے معاشرے کی ناپاکیوں اور آلودگیوں سے گزر کر اپنے کو صحیح وسالم رکھنا پڑے گا اور اپنی نیت کو ریا اور خودنمائی کی آلائش سے پاک کرنا پڑے گا تب ہی روشن چہرے کے ساتھ صحیح معنوں میں اس قسم کا اخلاص قیمتی اور اہم قرار پائے گا مخلص انسان خود کو پروردگار کے اختیار میں دیدیتا ہے اور دل کو اس کی محبت کا گھر بنا دیتا ہے اور الٰہی تقرب کو اپنے تمام اعمال میں اہلیت دیتا ہے اور اسی راستہ سے وہ عزت وسربلندی حاصل کرتا ہے۔

تکبیرۃ الاحرام

ہم نیت کے بعد حضور قلب وروحانی آمادگی اور پروردگار کی طرف مکمل توجہ کے ساتھ تکبیر کہہ کر نماز شروع کرتے ہیں تو یہی ہماری توجہ اور ہمارا حضور قلب نماز کی روح قرار پاتا ہے۔

اللہ اکبر

خدا کی ذات ہماری فکر وخیال اور ہماری تقریری وتحریری توصیف سے کہیں برتر اور بزرگ تر ہے۔ اس کی عظمت ہمارے تصور سے بھی کہیں آگے ہے وہ جیسے ہی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے فوراً وہ چیز خلق ہوجاتی ہے اور فوراً اس کے اطاعت میں آجاتی ہے اور وہی تمام مخلوقات اور اشرف المخلوقات انسان کو عدم سے وجود میں لایا ہے ہرایک کو اس نے روزی دی ہرایک کی اس نے ہدایت کی ہرایک کی بازگشت اسی کی طرف ہے ہرایک کی جان اور اس کا وجود یہاں تک کہ تمام حیوانات اور جمادات اس کے دست قدرت اور قبضہ اختیار میں ہیں وہ ہرایک سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں انسان کو اس نے ماں کے رحم میں بہترین نقشہ عطاء کیا اور اس کی فطرت میں ہدایت کرنے کی خواہش ودیعت کی ہر مریض کو وہی شفا دیتا ہے ہر کمزور کو وہی طاقت بخشتا ہے ہر چیز فانی ہے سوائے اس کی ذات کے قیامت میں حساب وکتاب جزاء وسزاء ثواب وعقاب سب اس کی طرف سے ہے اور اسی روز سب کو معلوم ہوگا کہ سارا کام اس کے ہاتھ میں ہے دوسروں کے بس میں کچھ بھی نہیں ہے۔

وہ لوگ جو اس کے غیر کی طرف چلے گئے وہ نقصان اٹھانے والے ہیں غرض ہماری نماز اسی خدائے عظیم کے نام سے شروع ہوتی ہے نیت کے بعد ہم تکبیرۃ الاحرام کہہ کر نماز میں داخل ہوجاتے ہیں اور اللہ اکبر وہ عظیم شعار اور نعرہ ہے جو ہمارے مکتب کی بلندی اور ہمارے عقیدے کی پختگی پر دلالت کرتا ہے۔

وہ نماز جس میں حضور قلب ہوتا ہے اور زبان سے اللہ کی مدح وثناء کی جاتی ہے ساتھ ہی ساتھ اس کے حمد وذکر کو کانوں سے سنتے بھی ہیں اور اپنے جسم کے تمام اعضاء کی حرکت کے ساتھ رکوع وسجود وقیام وقعود کے ساتھ اس کی عبادت کرتے ہیں ہماری نماز اللہ کے نام سے شروع ہوتی ہے جبکہ بت پرستوں کی عبادت بت کے نام سے مسیحیوں کی عبادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام سے شروع ہوتی ہے۔

نماز اللہ اکبر کے ساتھ ادا ہوتی ہے اور یہ اللہ اکبر کا شعار باطل طاقتوں کے خلاف ایک خط فاصل کھینچ دیتا ہے۔

ہم روزانہ واجبی اور مستحبی نماز میں ۸۵ پچاسی بار اللہ اکبر کی تکرار کرتے ہیں نیز نماز کے پہلے و بعد مختلف عنوان سے بصورت مستحب متعدد بار اللہ اکبر کہتے ہیں۔ یہ اللہ اکبر جو نمازوں میں اتنی بار تکرار ہوتا ہے درحقیقت تربیت اور معنوی رشد میں مدد و معاون بنتا ہے کہ خدا ہر چیز سے بڑا ہے اور ان تمام چیزوں سے کہ جنھیں ہمارے ظاہری حواس درک کر سکتے ہیں ہمارے یہاں ہوا و ہوس اور ہمارے اندر پیدا ہونے والے شیطانی وسوسوں اور دنیاوی جلووں سے خدا بزرگ ہے۔

اگر حقیقتاً خدا ہماری نظروں میں سب سے بزرگ ہو جائے اور ہمارے دل و ایمان کی گہرائیوں سے اللہ اکبر کی آواز نکلے تو دنیا کی جاذبیت تمام بڑی طاقتوں کی قدرت اور ان کے جلوے ہماری نظر میں معمولی ہو جائیں گے۔

اور اللہ کی مرضی ہماری نظر میں ہر چیز سے بڑی نظر آنے لگے گی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس وقت تم نماز کو تکبیر کہہ کر شروع کرتے ہو تو تمہارے نزدیک خدا کے علاوہ تمام چیزیں چھوٹی ہونی چاہیئے۔

اگر نمازی کی نظر میں کوئی اور چیز بڑی ہے تو وہ جھوٹا ہوگا۔ اسی طرح سے ہے جس طرح سے منافقین اپنی زبان سے پیغمبر کے سامنے اللہ کے بڑے ہونے کی گواہی دیتے تھے لیکن اپنے قول پر ایمان نہیں رکھتے تھے خداوند عالم نے ان کو جھوٹا کہا:

وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَكَاذِبُوْنَ.

(سورہ منافقین، آیت ۱)

ترجمہ: لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین اپنے وعدہ میں جھوٹے ہیں زبان اور عقیدہ کا ایک نہ ہونا نفاق کی علامت ہے۔ یہاں پر امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ خداوند

عالم ایسے منافقین نمازیوں سے خطاب کر کے کہے گا:

اَتَخدَعُنِیْ وَ عِزَّتِیْ وَ جَلاَلِیْ لاَحْرِمَنَّکَ حلاوۃَ ذِکْرِی لاَ حُجبنَّکَ عن قُرْبِی وَالْمَسَرَّۃَ بِمُنَاجَاتِی.

کیا تو میرے ساتھ بہانہ کر رہا ہے اور تو مجھے دھوکہ دے رہا ہے میں اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کے کہتا ہوں اس عبادت و ذکر کی شیرینی کو تجھ سے چھین لوں گا اور تجھ سے اپنے تقرب کی منزلت سلب کرلوں گا اور دعا و مناجات کی لذت سے محروم کردوں گا مرحوم محدث فیض کاشانیؒ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں جب بھی تم اپنی نماز اور مناجات میں حلاوت و شیرینی محسوس کرو تو سمجھ لو کہ تمہاری تکبیر قبول ہوگئی اور خداوند عالم نے تمہارے قول کی تصدیق کردی اور اگر شیرینی محسوس نہ ہو تو یقین کرلو کہ۔ خداوند عالم نے اپنی بارگاہ سے نکال دیا اور تمہاری تصدیق نہیں کی اس لئے کہ تم جھوٹے ہو۔ لہٰذا خدا ہمارے تمام اقوال و اعمال تحریر و تقریر سب سے بالاتر ہے۔ جو کوئی شخص اس کا عقیدہ رکھتا ہے ہر چیز اس کے نگاہ میں معمولی اور حقیر ہو جاتی ہے جیسا کہ امام خمینیؒ قدس سرہ امریکہ کے لئے کہتے تھے کہ وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اس لئے کہ ان کی نگاہ میں خدا کی ذات سے بڑھ کر کوئی چیز طاقتور نہیں تھی جس کی نظر میں خدا کی ذات عظیم و اہم ہو جاتی ہے تو اس کی نظر میں تمام چیزیں بے حیثیت ہو جاتی ہیں۔ جیسا کہ امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

عَظُمَ الْخَالِقُ فِیْ اَنْفُسِهِمْ فَصَغُرَ مَا دُوْنَهٗ فِیْ اَعْيُنِهِمْ

جن لوگوں کے نفسوں میں خالق کی عظمت بیٹھ جاتی ہے ان کی نظروں میں دوسری تمام مخلوقات چھوٹی نظر آتی ہیں۔

ہر نماز میں سورہ حمد کا پڑھنا واجب ہے اس سورہ میں خداوند کی نعمتوں پر اس کی حمد اس کے اوصاف کا بیان قیامت کے دن اس کی حاکمیت کا اعلان اور بندے کو اس سے ہدایت طلب کرنے کو کہا گیا ہے کہ وہ سیدھی راہ پر قائم رہے۔

چند نکات اس سورۃ کے ذیل میں ہم بیان کریں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔

وہ خدا جس کا لطف و کرم ہر ذرہ پر ہے اور اس کی عنایت ہمیشہ سب کے لئے ہے اس کے مقابل میں دوسرے لوگ نہ لطف و کرم رکھتے ہیں نہ دوام اگر کچھ لوگ لطف و کرم رکھتے ہیں تو سب کے ساتھ نہیں یا ان کا مقصد ہی مہربانی نہیں ہوتا لیکن خدا کی ذات اور اس کا لطف و کرم ہر ذرہ پر ہوتا ہے یہاں تک کہ ہر ذرہ و شئی کی خلقت ہی اسی کا لطف و کرم ہے جیسا کہ بیان ہوا:

اِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّکَ وَ لِذٰلِکَ خَلَقَھُمْ

(سورہ ہود، آیت ۱۱۹)

ترجمہ: علاوہ ان کے جن پر خدا نے رحم کردیا ہو اور اسی لئے انھیں پیدا کیا ہے۔

اگر کسی کے اوپر پروردگار کی رحمت نہیں ہوتی تو اس کا سبب وہ خود بنتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ دریا میں گیند ڈالیں اور اس میں پانی نہ جائے تو اس میں دریا کے پانی کا کوئی قصور نہیں ہے بلکہ گیند کا سوراخ بند ہے جس سے پانی نہیں جاسکتا ہے اگر سورج کی روشنی دیوار کے اس پار نہیں جاتی تو اس میں روشنی کی کوئی غلطی نہیں ہے۔ بلکہ دیوار مانع روشنی ہو رہی ہے۔ اسی طرح اللہ کی رحمت عام طریقہ سے ہر جگہ سب کے اوپر پھیلی ہوئی ہے۔

لیکن ایسا شخص جو غلط سوچ و فکر رکھتا ہے اور برے کام کرتا ہے تو وہ خود اپنے کو اللہ کی رحمت سے دور رکھتا ہے۔

بسم اللہ ہر کام کے ابتداء میں جو کہی جاتی ہے تو اس کا راز یہ ہے کہ بندے کو خدا سے عشق اور اس کی ذات پر بھروسہ ہے اور اس سے ہر طرح کی مدد کا طلبگار ہوتا ہے۔ اور اس سے ہر حالت میں وابستہ ہے۔ بسم اللہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خدا کے ذریعہ ہم نے حفاظت

چاہی اور شیطانی وسوسوں سے ہم نے دوری طلب کی تمام آسمانی کتابوں میں سب سے پہلے بسم اللہ موجود ہے۔ اور ہر نبی بسم اللہ کہہ کر اللہ کے نام سے اپنا ہر کام شروع کرتا تھا۔ یہ بسم اللہ کہنا انسان کو خدا کی پناہ میں دیدیتا ہے اور جو خدا کی پناہ میں چلا گیا اسے سیدھے راستہ کی ہدایت ہوجاتی ہے۔

وَ مَنْ یَعْتَصِمْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ھُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

(سورہ آل عمران، آیہ ۱۰۱)

ترجمہ: اور جو خدا سے وابستہ ہوجائے سمجھو کہ اسے سیدھے راستہ کی ہدایت کردی گئی۔

بسم اللہ خدا کی بندگی اور اس سے وابستگی کی نشانی ہے یعنی انسان یہ کہتا ہے کہ اے خدا میں نے تجھے فراموش نہیں کیا ہر کام کو تیرے نام سے شروع کررہا ہوں اور اپنی ذات کو تیری پناہ میں دے رہا ہوں اور تیرے ہی مدد کے ذریعہ شیطان سے دوری اختیار کررہا ہوں امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں بسم اللہ قرآن کے ہر سورہ کا تاج ہے اور بندے کے لئے خدا کی امان اور اس کی رحمت کی نشانی ہے۔

سورہ برأت کی ابتداء میں بسم اللہ اس لئے نہیں آئی کہ اس سورہ میں کفار سے برأت اور بیزاری کو کہا گیا ہے اور یہ بیزاری رحمت کے ساتھ نہیں ہوسکتی ہے۔

حدیث میں ہے ہر کام کی شروعات یہاں تک کہ تم شعر بھی لکھو تو بسم اللہ لکھو اور ہر کام جو بسم اللہ کے بغیر کیا جاتا ہے وہ مکمل نہیں ہوتا۔

الحمد للہ رب العالمین

ہر طرح کی مدح و ستائش خدا کی ذات سے مخصوص ہے کہ جو تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہے مخلوقات کے اجسام کی پرورش کے لئے خدا کا نظام آفرینش زمین کی حرکت سورج کی حرارت ہوا و پانی کی ضرورت ہے اس کے علاوہ تمام مادی نعمتوں کو خدا نے مہیا کیا اور روح

کی پرورش کے لئے انبیاء بھیجے آسمانی کتابیں نازل کیں اور نصیحت آمیز حوادث رونما کئے تلخ و شیریں واقعات ظاہر کئے انسان کی ہدایت کے لئے دین معین کیا اس کے قوانین بنائے جو فطرت پر مبنی اور عقل و شعور کی حد میں ہے۔ اس نے روئے زمین کو اپنی حجت سے خالی نہیں چھوڑا اور انسان کے اختیار میں بے شمار ظاہر و مخفی نعمتیں کر دیں اور بے پناہ احسان انسان کے اوپر عام کر دیا اسکا نظام اتنا استوار اور یقینی ہے جو ہمیں پہاڑوں میں نباتات اور کہکشاں آب و خاک اور مختلف موسموں شب و روز اور انسانی جسم کے کارخانہ اور اس کی مختلف و متضاد خواہشات میں نظر آتا ہے یہ سب خدا کی ربوبیت کے ظاہر کرنے والی چیزیں ہیں جو تمام دنیا والوں کو غور و فکر و نظر کی دعوت دیتی ہیں۔ ہمارے بدن کے اجزاء اور اعضاء اتنے دقیق اور پیچیدہ ہیں کہ جنھیں دیکھ کر تعجب ہوتا ہے اور انسان حیرت زدہ ہو جاتا ہے ہمارے آنکھ کان اور دل پھیپھڑے کی کیفیت و بدن کی رگوں اور اس کے اعصاب کی ترتیب و تنظیم، حواس خمسہ کا وجود اور ان کی کارکردگی ان سب کے پیچھے الٰہی تدبیر ہے جو ہمیں تعجب میں ڈالنے والی ہے۔

مگر افسوس ہے اس انسان پر جو سب کچھ سمجھ بوجھ کر اس کا شکریہ ادا نہیں کرتا بلکہ انکار کرتا ہے اور خدا کے تقرب سے منہ پھیر لیتا ہے۔

وَ كَانَ الاِنْسَانُ كفوراً.

(سورہ اسراء آیہ ۶۷)

ترجمہ: اور انسان تو بڑا ناشکرا ہے۔

اِذَا اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ.

(اسراء آیت ۸۳)

اور ہم جب انسان پر کوئی نعمت نازل کرتے ہیں تو وہ پہلو بچا کر کنارہ کش ہو جاتا ہے اور بجائے اس کے کہ وہ خدا سے محبت کرے اور اس کی عبادت کرے سختی برتتا اور دشمنی کرتا ہے۔

فَاِذَا هُوَ خصيم

(سورہ یٰس، آیت ۷۷)

ترجمہ: اور وہ ایک بارگی ہمارا کھلا دشمن ہو گیا ہے۔

افسوس کہ انسان خدا سے خضوع اور خشوع رکھنے کے بجائے غرور و تعصب رکھتا ہے۔

يَا اَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيم

(سورہ انفطار، آیت ۶)

ترجمہ: اے انسان تجھے رب کریم کے بارے میں کس شئ نے دھوکہ میں رکھا ہے۔

اور یہ انسان اللہ کے مقابلہ میں آکر بے نیازی کا احساس کرنے لگا اور ظالم اور طاغی ہو گیا۔

كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى اَنْ رَاٰهُ اسْتَغْنٰى

(سورہ علق آیت ۶)

ترجمہ: بیشک انسان سرکشی کرتا ہے کہ اپنے کو بے نیاز خیال کرتا ہے اور اللہ کی نعمتوں کو صرف اپنے عمل اور کوشش کا نتیجہ سمجھ لیتا ہے۔

اِنَّمَا اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْم......

(سورہ قصص آیت ۷۸)

(قارون نے تکبر سے کہا) یہ (مال و دولت) تو میرے علم (کیمیا) کی وجہ سے مجھے دیا گیا ہے۔

اور یہی مغرور انسان اللہ کی آواز سننے کے لئے اپنے کان بند کر لیتا ہے۔

وَ اِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ.

(سورہ صافات آیت ۱۳)

انھیں جب خدا کی یاد دلائی جاتی ہے تو یاد نہیں کرتے۔

یہ ناشکرا انسان معمولی اور کمترین انسان کا شکریہ ادا کرتا ہے لیکن وہ خدا جو ہر نعمت اصلی کا ولی نعمت ہے اسے یاد نہیں کرتا۔

افسوس اس انسان پر جس نے خدا کی راہ کو گم کر دیا ہے اور اپنی فطرت وفکر کے چراغ کو بجھا دیا ہے اپنی آنکھ اور اپنے دل کو خدا کی طرف سے موڑ لیا۔ اور اِدھر اُدھر متوجہ ہو گیا اور خدا کے بجائے انسانی طاقتوں اور شیطانی کرتوتوں پر بھروسہ کر لیا۔

الحمد للہ رب العالمین کی آیت غفلتوں کو دور کرتی ہے الٰہی نعمتوں کو یاد دلاتی ہے۔ اور ہمیں اللہ کی ربوبیت کی طرف متوجہ کرتی ہے کہ خدا عالمین کا رب ہے تمام کائنات کا پروردگار ہے ہر مخلوق و ہر چیز کا مربی ہے۔

وهورب كل شيء

وہ ہر چیز کا پروردگار ہے۔

نہ یہ کہ جیسے جاہلوں کا خیال تھا کہ جو خدا کو رب النوع کی حیثیت سے پہچانتے تھے بلکہ ہمارے عقیدہ میں خدا تمام موجودات وحیوانات کا صرف خالق ہی نہیں بلکہ مربی بھی ہے اور اسی کے زیر فرمان چیز تربیت پا رہی ہے۔

الرحمٰن الرحیم

اللہ کی رحمت ہر ایک لئے عام ہے اور ہر طرف پھیلی ہوئی ہے اور اس کی رحمت غضب سے پہلے ہے۔

سَبَقَتْ رَحْمَتُهٗ غَضَبَهٗ

اس کی رحمت اس کے غضب سے پہلے ہے۔ حکم کے نہ ماننے والوں کے لئے توبہ

کرنے کا راستہ قرار دیا ہے۔ اس بات کا یہ عہد بھی کیا کہ توبہ تادم مرگ قبول کرے گا۔ اور توبہ کرنے والے کو دوست بھی رکھتا ہے۔

اِنَّ اللّٰه یجب التوّابین.

(بقرہ آیت ۲۲۲)

ترجمہ: بہ تحقیق خدا توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور اپنی رحمت و بخشائش کو اپنے اوپر لازم وواجب کر لیا ہے۔

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرحمة.

(سورہ انعام آیت ۵۴)

ترجمہ: تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر رحمت لازم قرار دے لی ہے اور ہر ایک کو اس کی امید دلائی ہے کہ وہ رحمت کی خواستکاری کے لئے اسے پکارے۔

لا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمة اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جمِيْعًا.

(سورہ زمر، آیت ۵۳)

اللہ کی رحمت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ انسان کی برائیوں کو خوبیوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔

يُبَدِّلُ اللّٰه سَيِّاتهم حَسَنَاتٍ.

(سورہ فرقان، آیت ۷۰)

ترجمہ: پروردگار اس کی برائیوں کو اچھائیوں سے تبدیل کر دے گا۔

یہاں تک کہ مصیبتیں اور تلخیاں بعض انسانوں کے لئے اللہ کی رحمت کا بہانہ بنتی ہے تا کہ انسان غفلت سے بیزار ہو جائے اور گناہوں سے کنارہ کش ہو۔

مصائب و آلام کا برداشت کرنا خود اولیاء خدا کے لئے شیریں قرار پاتا ہے کہ وہ ان مصائب کے برداشت کرنے پر ثواب کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

مالک یوم الدین

خدا قیامت کے دن کا مالک ہے یہ صفت جو خدا کے لئے ذکر ہوئی ایسی ہے جس پر اس کی حمد وستائش کا انحصار ہے کیونکہ ماضی میں اس کا لطف رہا ہے اور حال مین بھی مہربان اور مستقبل میں بھی کرم کرتا رہے گا بالفاظ دیگر وہی گزشتہ حالات کا نگہبان بنتا ہے وہی زمانہ حال میں نعمتوں سے نوازتا ہے اور وہی لطف وکرم کرتا ہے اور آئندہ قیامت میں بھی ہر ایک کو اس سے سروکار ہے اور ہر ایک کی نگاہیں اس کی رحمت اور اس کے کرم پر ٹکی ہوئی ہوں گی۔ وہی اس دن کا مالک ہے اور مالک بھی اصلی اور واقعی نہ کہ موقتی وفرضی کہ جس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی اگر چہ انسان اس دنیا کے شرک ونفاق کے شکنجوں میں جکڑے رہتے ہیں اور خدا سے دور رہتے ہیں لیکن قیامت میں وہ جان لیں گے کہ آج خدا کے علاوہ کوئی نہیں جو کچھ ہے اسی کا ہے اور وہی مالک ہستی ہے وہی مالک حقیقی اور حاکم مطلق ہے۔

وَالامْرُ یَوْمَئِذٍ لِلّٰہِ

قیامت کے دن لوگوں سے سوال کیا جائے گا۔

لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ.

آج کے دن حکومت کس کی ہے۔

جواب ہوگا

لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّار

مالک یوم دین کی آیت انسان کو قیامت کے دن کے حساب وکتاب کی طرف متوجہ کرتی ہے کہ انسان اپنے اعمال کو دیکھے اور روز حساب جزا وثواب کا مستحق ہو۔

امام سجاد علیہ السلام جب آیت **مالک یوم الدین** پر پہونچتے تھے تو اس حد تک تکرار کرتے تھے اور ایسی حالت طاری ہوجاتی تھی کہ جیسے ان کے بدن سے روح پرواز کرنے والی ہے دین کے معنی جزا کے بھی ہیں پس خدا مالک روز جزا ہے اس سورہ میں اللہ کی رحمت اور اس کے قہر کی طرف بھی اشارہ ہوا ہے تا کہ صحیح تربیت اور خوف ورجا ومہر وقہر کے درمیان زندگی گزارنے کا راز انسان پر روشن ہو۔

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن

اے خدا میں تیری ہی عبادت کرتا ہوں اور تجھی سے مدد چاہتا ہوں۔ یہاں تک کہ نماز گزار مبدأ ومعاد واوصاف خدا کے بارے میں اپنے عقائد زبان پر لاتا ہے۔ پس اس عقیدہ کا نتیجہ یعنی خالصانہ بندگی صرف خدا سے مدد چاہتا ہے۔

نماز گزار اگر تنہا بھی ہے تو نماز میں جملے کو بصورت جمع کہتا ہے تا کہ اپنے کو عبادت کرنے والوں میں شامل کرلے۔ شاید اس کی ناقص عبادت کامل وخالص عابدوں کی عبادت میں شمار کرلی جائے اب یہاں واحد کے بجائے جمع کے صیغہ کی تعبیر بتاتی ہے کہ عبادات بالخصوص نماز جماعت کس طرح اہمیت رکھتی ہے اس کے مقابل فردیت کم قیمت ہے۔

پھر عبادت کے ساتھ استعانت بھی اسی بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ ہم عبادت کے پیش خیمہ میں سیدھی راہ کے بھی متلاشی ہیں اور فکر کے منحرف ہونے سے بھی محفوظ رہیں یعنی غرور وکبر وریا اور سستی کو عبادت میں داخل نہ کریں۔

ہر بندہ کو یہی چاہئے کہ صرف اللہ سے مدد حاصل کرے اس لئے کہ ایمان کی توفیق خدا ہی دیتا ہے۔

صبح کے نماز کی بیداری پانی کے ذریعہ وضو قیام وقعود رکوع وسجود سب اسی کے توفیقات سے ہوتے ہیں۔

ہمیں غرور وریا سے دور رکھ کر نماز کو قبول کرنا بھی اسی کے ہاتھ میں ہے عبادت کی توفیق جو ہمیں حاصل ہوئی ہے وہ اسی کے لطف وکرم کا نتیجہ ہے۔

جو نمازی خدا کی عبادت کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور اس سے مدد چاہتا ہے تو پھر وہ نہ شرق وغرب کا بندہ رہ جاتا ہے نہ زور وزر کا اور نہ ہی اپنی خواہشات کا بندہ ہوتا ہے نہ زن وفرزند پر فریفتہ ہوتا ہے۔

یہ آیت ایاک نعبد وایاک نستعین غیر خدا کی حاکمیت کو ختم کر دیتی ہے۔ یعنی ہر قسم کی حقارت سے روکتی ہے اور اللہ کے علاوہ اور غیر خدا سے مدد طلب کرنے کو منع کرتی ہے اور نمازیوں کو اللہ کی عبادت کے سایہ میں عزت طلب کرنے کا درس دیتی ہے تا کہ یہ انسان صرف اللہ کا بندہ بنا رہے اور غیر خدا کا بندہ نہ رہے اور دوسروں کو لالچ میں راہ خدا کو نہ چھوڑے۔

اھدنا الصراط المستقیم

خداوند عالم سے نماز میں اس کی حمد وثنا اور اظہار بندگی کے بعد پہلی درخواست یہی کی جاتی ہے کہ خدایا ہمیں سیدھے راستہ پر باقی رکھ۔

زندگی کے فکری اور عملی مسائل میں صحیح راستہ کا پہچاننا بہت ہی مہم ہے جو بعض حالات میں دشوار ہوجاتا ہے اس بناء پر بندہ خداوند عالم سے مسلسل یہ درخواست کرتا رہے کہ خداوند عالم اسے سیدھے راستہ پر باقی رکھے۔

صراط مستقیم کیا ہے۔

جس وقت صراط مستقیم کے بارے میں بات ہوتی ہے اس کا مطلب ہے سیدھا راستہ تو اس کے مقابلہ میں ٹیڑھے راستہ آتے ہیں ان سے بچنے کے لئے ان کی شناخت بھی ضروری ہے۔

لہٰذا غیر مستقیم راستہ کی فہرست کچھ اس طرح ہے۔

۱۔ اپنی ہواوہوس کی راہ کہ جو شہوت اور غضب کے عالم میں سامنے آتی ہے کہ انسان اس پر چل پڑتا ہے۔

۲۔ دوسروں کی ہواوہوس کی راہ

۳۔ افراط وتفریط کی راہ

۴۔ شیطانی وسوسوں کی راہ

۵۔ دنیاوی شیطانوں کی راہ

۶۔ دنیا طلبی کی راہ

۷۔ بغیر دلیل ومنطق کی راہ کہ جس کی بنیاد جھوٹ پر ہے

۸۔ وہ راہ جو انسان کسی فکر ومشورہ اور تجربہ کے بغیر چنتا اور حاصل کرتا ہے۔

۹۔ وہ راہ جو چلنے والوں کو ہلاک کر دیتی ہے یعنی مغضوب اور گمراہی کی راہ

۱۰۔ بے جا عادتوں کی راہ

ان دس راہوں کے مقابل میں راہ مستقیم مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ راہ خدا۔ (اِنَّ رَبّیْ علیٰ صراط مستقیم) سورہ ہود آیہ ۵۶

۲۔ راہ انبیاء۔ (اِنَّکَ علیٰ صراط مستقیم) سورہ زخرف آیہ ۴۳

۳۔ عبودیت اور پرستش کی راہ۔ (وَ اَنِ اعْبُدُوْنِیْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ) سورہ یٰس آیت ۶۲

معصومین علیہم السلام کی راہ۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔

وَاللّٰہُ نحنُ الصِّراط المستقیم

خدا سے تمسک اور اس کے قانون پر پابندی کی راہ۔

وَ مَنْ یَعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فقد هُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مستقیم

(سورہ آل عمران آیت ۱۰۱)

جو شخص اللہ سے مدد چاہتا ہے تو اللہ اسے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کر دیتا ہے۔

چند نکات

راہ مستقیم زمانی اور شخصی شرائط کے مختلف ہونے پر کبھی متفاوت ہو جاتی ہے کہیں پر خاموشی مناسب ہے تو کہیں پر فریاد کہیں مال کو راہ خدا میں خیرات کرنا پڑتا ہے تو کہیں جان قربان کرنی پڑتی ہے کسی کے لئے علم حاصل کرنا ضروری ہوتا ہے تو کسی کے لئے رزق کا حاصل کرنا ضروری ہے۔

البتہ یہ بات آرام طلب لوگوں کے لئے ان کے دینی و اجتماعی ذمہ داریوں سے فرار کا سبب نہ بنے۔

(۲) جو اشخاص صراط مستقیم پر چلتے ہیں اور مخصوص شرائط و امکانات ان کے ساتھ ہوتے ہیں اور راہ خدا پر رہتے ہوئے دوسرا کام کرے یہ مناسب نہیں ہی۔ جبکہ خدا تک پہونچنے کے لئے اسلام نے بہت سی راہیں بتلائیں ہیں اور مختلف افراد کے اعمال بھی یکساں نہیں بلکہ متفاوت ہیں جیسا کہ ایک ہی پرچم کے تلے مختلف سواریوں پر سوار ہو کر لوگ سفر کرتے ہیں۔

(۳) صراط مستقیم کا پہچان لینا اگرچہ مہم ہے لیکن اس سے زیادہ مہم ہمیشہ اس پر باقی رہنا ہے اس لئے کہ انسان غلطیوں اور بھول چوک کا پیکر ہے جیسا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ایک حدیث میں اس معنی کو بیان کیا ہے کہ خدایا ہمیں آئندہ کی زندگی میں صراط مستقیم پر قائم رکھ۔

۴۔ انسان کی سب سے اونچی قسم یعنی معصومین علیہم السلام نے بھی خداوند عالم سے راہ مستقیم طلب کی ہے اس لئے کہ یہ راہ مختلف درجات رکھتی ہے نور و علم کی حرکت مستقل حصول کمال و ارتقاء کی طرف بڑھتی رہتی ہے۔

قرآن مجید نے ہدایت حاصل کرنے والوں کے لئے بھی مزید ہدایت کے طلب کو بیان کیا ہے۔

وَ یَزِیْدُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اهتدوا هُدِیَ.

(سورہ مریم آیت ۷۶)

ترجمہ: اور اللہ ہدایت یافتہ افراد کی ہدایت میں اضافہ کر دیتا ہے۔

امام سجاد سلام اللہ علیہ نے دعائے مکارم الاخلاق کے ابتدائی حصہ میں خدا سے یہ چاہا ہے کہ خدا ایمان اور یقین کو مسلسل بڑھاتا رہے یہاں تک کہ وہ کامل ترین اور عالی ترین قسم کے علم و یقین تک پہونچے۔

۵۔ صراط مستقیم کا پہچاننا بڑا ہی دشوار امر ہے اور اس پر چلنا اور بھی دشوار ہے یہ راہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے لہٰذا بہت سے لوگ یا اس کے تشخیص پر گمراہ ہو جاتے ہیں یا اس پر چلنے کے بعد منحرف ہو جاتے ہیں ایک گروہ عقائد میں گمراہ ہو جاتا ہے تو دوسرا گروہ عمل میں گمراہ ہو جاتا ہے ایک قائل جبر ہو جاتا ہے تو دوسرا قائل تفویضی۔

ایک گروہ آئمہ معصومین علیہ السلام کو اپنی نادانی کی وجہ سے خدا کی حد تک پہونچا دیتا ہے تو دوسرا گروہ آئمہ معصومین علیہم السلام کو اپنی غلط فہمی کیوجہ سے اپنا جیسا انسان سمجھتا ہے یہاں تک کہ مجنون اور جادوگر بھی کہہ دیتا ہے تو ایک گروہ اماموں اور شہیدوں کے روضوں اور مزاروں کی زیارت کو شرک قرار دیتا ہے۔

ایک گروہ دنیا میں غرق ہوجاتا ہے تو دوسرا گروہ دنیا سے منہ موڑ کر رہبانیت اختیار کرلیتا ہے ایک گروہ اتنا خرچ کرتا ہے کہ اپنے کو فقر اور تنگ دستی میں مبتلا کردیتا ہے تو دوسرا گروہ خدا کی راہ میں کوڑی بھی نہیں خرچ کرتا ہے۔

ایک گروہ فرط غیرت میں بیوی کا نام تک کسی کے سامنے نہیں لیتا تو دوسرا گروہ اپنی بیوی کو بے حجاب کرکے سڑکوں پر لے آتا ہے اس لئے اسلام نے لوگوں کو ایسے صراط مستقیم کی طرف بلایا ہے جو طریق وسط اور حد اعتدال میں ہو اور تمام امور میں افراط اور تفریط سے بچتا بھی ہو۔

اور عبادت میں افراط و تفریط مناسب نہیں ہے جیسا کہ احادیث میں یہ جملہ آیا ہے (الاقتصاد فی العبادة) عبادت میں بھی اعتدال رکھنا چاہیئے۔

احادیث میں صراط مستقیم

امام حسن عسکری علیہ السلام اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں نماز گزار جب سورہ حمد میں اس آیت کی تلاوت کرتا ہے تو وہ اللہ سے صراط مستقیم پر چلنے کی یا باقی رہنے کی آئندہ کے لئے بھی توفیق کا طلبگار رہتا ہے جیسا کہ گزشتہ زمانہ میں یہ توفیق اسے حاصل رہی ہے۔

آپؑ نے فرمایا صراط مستقیم وہ راہ ہے جو انسان کو کوتاہ فکری سے بالاتر لے جائے اور ہر طرح کی زیادتی کرنے سے روکے۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ صراط مستقیم وہ راہ ہے جو انسان کو خدا اور اس کے دین سے محبت کرنے کے لئے کھینچتی اور ہوا و ہوس سے دور رکھتی ہے اور اپنی شخصی رائے کو دین میں داخل کرنے سے روکتی ہے۔

بحارالانوار میں ایک حدیث کے ذیل میں راہ مستقیم کو آئمہ اطہار اور اولیاء معصومینؑ اور اللہ کے حقیقی پیروں کار کی راہ کو صراط سے تعبیر کیا گیا ہے اس لئے کہ وہ سراپا راہ حق ہیں ان کی

جنگ و صلح قہر و مہر عبادت و اطاعت فکر و نظر سب کچھ فرمان خدا کے مطابق ہوتا ہے اس لئے کہ وہ صراط مستقیم ہیں اور ان کی سچی پیروی اس دنیا میں ایسی دشوار ہے جیسے آخرت میں پل صراط پر چلنا مشکل ہے۔ جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے تیز لہٰذا صراط آخرت مجسماً صراط دنیا کی طرح ہے دنیا میں جو صراط مستقیم پر قائم رہتا ہے اس کے لئے آخرت میں پل صراط سے گزرنا آسان ہے لیکن جو افراد دنیا میں افراط و تفریط کرتے ہیں قیامت میں انکا پل صراط سے گزرنا بہت مشکل ہے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام ان لوگوں کے بارے میں کہ جو افراط و تفریط میں پڑ کر صراط مستقیم سے منحرف ہوگئے۔

ارشاد فرماتے ہیں کہ ایسے اشخاص اپنے حصول کی تمنا میں اتنے تیز چلتے ہیں کہ گویا وہ اس کی طمع رکھتے ہیں اور جب طمع رکھتے ہیں تو ذلیل ہوجاتے ہیں اور جب آرزو سے مایوس ہوجاتے ہیں تو اتنا افسوس کرتے ہیں کہ اسی میں مرجاتے ہیں اور جب رنجیدہ ہوتے ہیں تو طوفانی غصہ پیدا ہوجاتا ہے اور جب اشخاص خوش ہوتے ہیں تو بدمستی کرنے لگتے ہیں دولت مند کی ہوا و ہوس اتنی بڑھ جاتی ہے کہ اگر کوئی ہوس پوری نہ ہوئی تو اس پر چیخنے لگتا ہے ہر قسم کی کمی نقصان وہ ثابت ہوتی ہے اور دولت مند کو اس کی دولت کی فراوانی اس کی تباہی کا ذریعہ بن جاتی ہے اس افراط و تفریط کی وجہ سے جہالت ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَری الجاهِلَ الاّ مُفرِطًا اَوْ مُفَرّطًا

جاہل کو نہیں دیکھو گے مگر یہ کہ افراط و تفریط کرنے والا ہے۔

البتہ افراط و تفریط کی تشخیص بھی بڑا دشوار امر ہے اکثر معاشرہ میں دیکھنے کو ملتا ہے کہ ہر شخص اپنی عادتوں اور روش کو عادلانہ و عاقلانہ سمجھتا ہے اور دوسروں کی روش اور عادتوں کو تند روی اور کوتاہی سے متہم کرتا ہے یہی افراط و تفریط ہے۔

لیکن اولیاء خدا اور انبیاء کے راستہ پر عمل کرنے والے اپنے تمام فیصلوں میں بھی حق کے اعتبار سے عمل کرتے ہیں۔

افراط وتفریط کے کچھ نمونہ

احادیث میں متعدد مقامات پر صراط مستقیم سے عدول کرنے کی اور افراط وتفریط کی مثالیں بیان کی گئی ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام کسی کی بیجا ستائش کے بارے میں فرماتے ہیں استحقاق سے زیادہ لوگوں کی تعریف کرنا چاپلوسی اور تملق ہے اور استحقاق سے کم تعریف کرنا حسد ہے۔

افراط کے ذیل میں امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کسی کی ملامت کرنے میں افراط سے کام لینے والا اس کی لجاجت کی آگ کو بڑھکا دیتا ہے۔

قرآن مجید انفاق کے سلسلہ میں بیان کر رہا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَ لَمْ يقتروا وَ كَانَ بَيْنَ ذَالِكَ قِوَامًا.

(سورہ فرقان آیۃ ۶۷)

ترجمہ: اور یہ لوگ انفاق کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ کنجوسی سے کام لیتے ہیں بلکہ ان دونوں کے درمیان اوسط درجہ کا راستہ اختیار کرتے ہیں

صِراط الَّذِين اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

ہمیں ان لوگوں کے راستہ پر گامزن رکھ کہ جس کے اوپر تو نے نعمتیں نازل کیں

وہ اشخاص کہ جن کی راہ کو ہم خداوند عالم سے طلب کرتے ہیں ایک دوسری آیت میں مکمل اور واضح طور پر ان لوگوں کی پہچان کرائی گئی ہے۔

وَ مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰئِكَ رَفِيْقًا.

(سورہ نساء آیت ۶۹)

ترجمہ: اور جو بھی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ رہے گا جن پر خدا نے نعمتیں نازل کی ہیں انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین اور یہی بہترین رفقاء ہیں۔

اس آیت کو شب وروز میں کتنی بار پڑھتے ہیں۔

جس میں خداوند عالم سے درخواست ہے کہ ہمیں مندرجہ بالا چار گروہوں میں قرار دے تفسیر نمونہ میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا کہ ایک اچھا ترقی یافتہ اور مومن معاشرہ تشکیل دینے میں ضروری ہے کہ سب سے پہلے ہمیں اللہ کے انبیاء برحق کی راہ پر چلنا ہوگا ان کے بعد ایسے مبلغین کی راہ پر چلیں جن کا قول وعمل یکساں ہوتا کہ انبیاء کے مقاصد معاشرہ میں ہر طرف پھیل سکے پھر اس اچھی اور نیک راہ میں روکاوٹ ڈالنے کے لئے ایسے عناصر سامنے آجاتے ہیں جو حق وحقیقت کو آگے بڑھنے سے روکتے ہیں لہٰذا معاشرے کے کچھ لوگ اٹھیں اور ان سے لڑیں اور شہید ہو جائیں تا کہ ان کے پاکیزہ خون سے توحید کا درخت سیراب ہو۔

چوتھے مرحلہ میں ان شہیدوں کی جانبازی اور قربانی کے مقاصد معاشرے میں صالح افراد اور اس میں معنویت و پاکیزی پیدا کرنے کے ہیں بحار الانوار کی متعدد روایات میں شہداء وصدیقین وصالحین کے کامل مصداق آئمہ معصومین علیہم السلام بتائے گئے ہیں۔

ایسی آرزو نماز میں پیدا ہوتی ہے کہ جو ہمیں ان چار قسم کے افراد کی پیروی کا شوق دلاتی ہے۔ اور ہمارے فکر وعمل اور اخلاق میں گہرا اثر چھوڑتی ہے پس خدا کے لطف وانعام کا مورد

و مستحق قرار پاتا ہے وہ کبھی ظالموں کی مدد کر کے ذلت رسوائی حاصل نہیں کرتا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی موقع پر کہا۔

قَالَ رَبِّ بِمَا اَنعَمتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيراً لِلْمُجْرِمِيْنَ

(سورہ قصص آیت ۱۷)

ترجمہ: موسیٰ ؑ نے کہا کہ پروردگار تو نے میری مدد کی ہے لہٰذا میں کبھی مجرموں کا ساتھی نہیں بنوں گا۔

اس جگہ ایک نمازی انسان کے فکر و عمل کو ایک ایسی سمت ملتی ہے کہ جو انسان کو صراط مستقیم تک پہونچا دیتی ہے۔

غَير المغضوب عليهم وَلا الضَّالين

نہ ان لوگوں کی راہ پر جن پر غضب نازل ہوا اور گمراہ ہو گئے ہیں نہ ایسے فرعونوں کی راہ پر جن کے اوپر غرور اور نافرمانی نیز ظلم و تعدی کی وجہ سے ایسا غضب ہوا کہ جس کے سبب دریائے نیل میں غرق کر دیئے گئے۔

نہ ان قارون اور قارون صفت لوگوں کی راہ پر جنھوں نے مردان خدا کو ستایا ان کے قتل کے درپے ہوا جن کے سبب وہ الٰہی غضب نازل ہوا کہ زمین کے اندر دھنستا چلا گیا نہ ان دنیا پرست بے عمل و بدعمل علماء کی راہ کہ جن کی دنیا پرستی و بدعملی کی بناء پر اللہ کا غضب نازل ہوا۔

مغضوبین کی شناخت کے لئے ہم تاریخ کے اوراق پر نظر ڈالیں تو ایسی امتیں ملیں گی جو اپنے گناہوں اور مظالم کے سبب پورے طور پر ہلاک کر دی گیں کہ جیسے قوم ثمود و قوم لوط اور قوم یہود اور دوسرے منافق شیاطین اور قاتلین سب ہلاک کر دیئے گئے۔ لہٰذا ایک نمازی ایسی قوموں سے ولا الضالین کہہ کر بیزاری اختیار کرتا رہے کہ کہیں وہ ان گمراہوں میں سے نہ ہو جائے وہ لوگ جو اپنے فکر و عمل کے اعتبار سے گمراہ ہیں جن کی فکریں شرک و نفاق سے

آلودہ ہیں جن کے عقائد غرور سے فاسد ہیں وہی ضالین کے مصداق ہیں پس یہ سورہ حمد اس طرح انجام کو پہونچتا ہے کہ جس کی ابتداء حمد باری تعالیٰ اور استمداد پر ہوتی ہے اور انتہا دعا پر ہوتی ہے۔

وہ سورہ جو شفا بخش ہے اور اللہ کی کتاب کا دیباچہ اور مقدمہ ہے اس لئے اسے فاتحۃ الکتاب کہتے ہیں۔

سورہ توحید

اگرچہ نماز میں سورہ حمد کے بعد کوئی بھی چھوٹا سورہ پڑھ سکتے ہیں لیکن سورہ توحید کے پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے اور امام جماعت کے لئے یہ بہتر ہوتا ہے کہ وہ جماعت کے کمزور افراد کی رعایت کرتے ہوئے چھوٹے ہی سورہ کا انتخاب کرے۔

اس کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہا جاتا ہے کہ جو سوائے سورہ توبہ کے ہر سورہ کے ساتھ نازل اور ہر سورہ کا جز قرار پایا۔

بسم اللہ کے بغیر ہر کام ناقص رہتا ہے اور کبھی بڑا ہی ناگوار حادثہ پیش آ سکتا ہے امیر المؤمنین علیہ السلام کے سامنے ان کے ایک صحابی جیسے ہی ایک کرسی پر بیٹھے اس کے پائے لرزنے لگے اور کرسی الٹ گئی اور ناک کے بل زمین پر گر پڑے اور ان کے سر میں چوٹ آ گئی حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ حادثہ اس لئے ہوا کہ کرسی پر بیٹھنے کے وقت بسم اللہ نہیں کہی تھی۔

سورہ توحید خدا کی یکتائی کی دلیل اور یہ بے نظیر سورہ ہے کہ جس کی پہلی آیت میں اعلان ہو رہا ہے کہ خدا ہر جہت ۔ سے یکتا و واحد ہے چونکہ خداوند عالم کے صفات اور وجود لا محدود ہے۔ اس لئے وہ ایک کے علاوہ نہیں ہو سکتا اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک بہت بڑا گھر اس طرح ہو کہ اس کے حدود اربعہ لامحدود ہوں زمین اور کوئی جگہ دوسرے گھر کے لئے اس کے اردگرد بچی ہی نہ ہو اسی طرح خداوند عالم ہر لحاظ سے یکتا ہے مخلوقات کی خلقت و آفرینش میں یکتا ہے۔

اللہ خالقُ کُلِّ شَیءٍ

(سورہ رعد، آیت ۱۶)

پرورش اور ربوبیت میں یکتا ہے۔

ھو رب کُلِّ شَیٍ.

(سورہ انعام، ۱۶۴)

وہ اپنی مالکیت میں یکتا ہے۔

وَ لِلّٰہِ ملک السَّمٰوٰت والارض.

(آل عمران، ۱۸۹)

وہ اپنی حاکمیت میں یکتا ہے۔

اِنِ الحکمُ اِلاَّ لِلّٰہِ.

(سورہ انعام، آیت ۵۷)

فریادرسی میں یکتا ہے۔

اَمَّنْ یجیب المضطر اذا دعاہ......الخ

(سورہ نمل، آیت ۶۲)

غرض ہر وصف وخصوصیت میں وہ یکتا اور بے نظیر ہے۔

اللہ الصمد

اللہ وہ واجب الوجود ہستی ہے۔ جو بے نیاز ہے یعنی اسے کسی چیز کی بھی ضرورت نہیں ہے اور تمام چیزوں کو اس کی ضرورت ہے اور ہر شیَ اس کی نیاز مند ہے وہ بے نیاز ہے یعنی

خواب وخوراک وخواب وتغیر تحول کو شریک فساد غفلت خستگی، زاد، ولد وترس کے بے نیاز ہے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام لفظ صمد کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خدا صمد ہے یعنی جسم نہیں رکھتا شبیہ مثال صورت حد و مرز نہیں رکھتا نہ ہی خالی اور نہ ہی وہ پُر ہے۔

لَم یلِد ولم یُولَد

یعنی خدا کسی چیز سے پیدا نہیں ہوا ہے اور کوئی چیز اس کی ذات سے حاصل نہیں کی گئی ہے وہ میوہ کی طرح نہیں ہے جو درختوں سے جدا ہو۔ اس اشک کی طرح نہیں ہے جو آنکھ سے ٹپک پڑے نہ اس بجلی کی طرح ہے کہ جو بادل کے دو ٹکڑوں سے ٹکرا کر پیدا ہوتی ہے۔

لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ کی آیت مسیحوں اور یہودیوں کے نیز مشرکین کے ان عقیدوں کی نفی کرتی ہے جن میں مسیحی عیسیٰ علیہ السلام کو یہودی جناب عُزَیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا تصور کرتے ہیں اور مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں تصور کرتے ہیں۔

وَلَمْ یکن له کفواً احد

اسکا کوئی کفو یعنی مثل نہیں اس کی ذات وصفات وافعال میں کوئی شبیہ ونظیر نہیں رکھتا۔

لیس کمثله شیٔ

قرأت میں اطمینان

نمازی کو چاہیئے کہ حمد وسورہ کی قرأت اطمینان سے انجام دے اور تلفظ کے اعتبار سے صحیح ہو جبکہ علم تجوید کا سیکھنا زیادہ مشکل نہیں ہے چونکہ عربی اسلام وقرآن کی زبان ہے۔ لہٰذا نمازی اگر تھوڑی سی بھی ہمت سے کام لے تو تجوید کے ساتھ قرأت کرسکتا ہے نماز کے وقت نمازی کے لئے حضور قلب ضروری ہے اور انسان کی نگاہ قرأت کے وقت سجدے کی جگہ ہو

کہ جس سے یکسوئی حاصل ہوتی ہے اور خشوع قلب ہو جس کی وجہ سے نماز قبول ہوتی ہے قرآن مجید نے انھیں مؤمنین کو کامیاب کہا ہے جو نماز میں خشوع رکھتے ہیں۔

خشوع یعنی خدا کی عظمت اور اس کی تقرب کی آگاہی نمازی کو ہونا چاہیئے۔ اور اسی احساس عظمت کی مناسبت سے نمازی کے جسم و روح کو بالیدگی حاصل ہوتی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز کی حالت میں اپنی داڑھی کے بالوں سے کھیل رہا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر اس کی نیت خدا کی طرف ہوتی اور اس کے دل میں خشوع ہوتا تو وہ اس طرح نماز نہ پڑھتا البتہ نماز کی درستی اور صحت میں خضوع وخشوع اور حضور قلب ایک پہلو کے اعتبار سے معتبر ہے تو دوسری طرف حقوق الناس کی رعایت بھی نمازی کے لئے اعتبار رکھتی ہے امیر المؤمنین علیہ السلام جناب کمیل سے فرماتے ہیں کہ غور کرو تم کس لباس اور کس مکان میں نماز پڑھ رہے ہو اگر تمہارا لباس و مکان حلال آمدنی سے نہیں تیار ہوا ہے تو تمہاری نماز قبول نہیں ہے۔

رکوع:

رکوع اس حالت کا نام ہے کہ نمازی سورہ ختم کرنے کے بعد خدا کی عظمت کے لئے اپنی فروتنی اور انکساری کا اظہار کمر تک اس طرح جھک کرتا ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ زانوں پر پہونچ جائے اور کمر سیدھی ہو اور گردن کھینچی ہوئی ہو جس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ خدا کی بارگاہ میں اپنی گردن خم کئے ہوئے ہے۔

ہر رکعت میں ایک رکوع واجب ہے سوائے نماز میت کے جو بغیر رکوع کے ہے۔ اور نماز آیات کی ہر رکعت میں پانچ رکوع ہے رکوع اللہ کی بندگی کے اظہار کا بہترین طریقہ ہے۔ اور یہ ارکان نماز میں سے ہے یعنی نماز میں عمداً و سہواً بھی کم و زیادہ ہو گیا تو نماز باطل ہو جاتی ہے رکوع خدا کی بارگاہ میں ادب و تہذیب سے پیش آنا ہے اور سجود اس کے قرب کے حصول کے لئے ہے اور وہ لوگ جو اللہ کا قرب چاہتے ہیں تو رکوع میں یعنی اظہار ادب کرنے میں

کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتے ہیں امام جعفر صادق علیہ السلام اس ذیل میں فرماتے ہیں:

وَ فِي الركوع اَدَبٌ وَ فِي السُّجُوْدِ قُرْبٌ وَ مَنْ لاَ يَحْسُنُ الْاَدَبَ لاَ يَصلح لِلقُرْبِ

روایات و احادیث میں آئمہ معصومین علیہم السلام کے رکوع کے چند نمونے وارد ہوئے ہیں کہ جس میں کہا گیا ہے رکوع کے ذریعہ بندہ خدا کی بارگاہ میں شرمندگی کا اظہار کرتا ہے۔

اولیاء خدا کا رکوع

امیر المؤمنین علیہ السلام اس قدر طولانی رکوع فرماتے تھے کہ آپ کی پنڈلیوں سے پسینہ جاری ہو کر دونوں پیروں کے نچلے حصہ کو تر کر دیتا تھا۔ ایک شخص امام جعفر صادق علیہ السلام کے بیت الشرف میں داخل ہوا دیکھا کہ آپ حالت رکوع میں ہیں اور ساٹھ مرتبہ آپ نے رکوع میں سبحان ربی العظیم وبحمدہ کی تکرار کی۔ دوسری حدیث میں وارد ہوا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام ہر نماز کے ہر رکوع میں تیس مرتبہ سے زیادہ تسبیح پڑھتے تھے۔ محدث ملا محسن فیض کاشانیؒ اس روایت کے ذیل میں یہ ذکر کرتے ہیں کہ امام تیس سے زائد نماز جماعت میں پڑھتے تھے کہ جس میں ضعیف اور ناتواں کی رعایت کی جاتی ہے کہ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے پیچھے نماز پڑھنے والے اس طولانی رکوع کو پسند کرتے تھے۔ رکوع میں سبحان ربی العظیم وبحمدہ کی تسبیح پڑھی جاتی ہے جس وقت سورہ واقعہ کی یہ آیت فَسَبِّحْ بِاسمِ رَبِّكَ العظيم 'سورہ واقعہ آیہ ۷۴ نازل ہوئی تو پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا:

اجعلوها في ركوعكم

اسکو تم اپنے رکوع میں قرار دو۔

فرشتوں کا رکوع

خدا کے فرشتے جو مسلسل اس کی عبادت کے لئے خلق ہوئے ان میں سے کچھ ایسے ہیں کہ جو رکوع کی حالت میں ہیں ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو مسلسل سجود کی حالت ہیں کچھ ایسے جو مسلسل تسبیح میں مشغول ہیں۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نہج البلاغۃ میں فرماتے ہیں:

مِنْھُمْ سُجُودٌ لاَ یَرْکَعُوْنَ وَ رَکُوْعٌ لاَ یَنْتَصِبُوْنَ وَ صافون لا یتزائلون و مسبحون لا یسمعون.

ان میں سے کچھ فرشتے مسلسل سجدے کی حالت میں ہیں جو رکوع نہیں کرتے اور کچھ رکوع کی حالت میں ہیں جو سیدھے کھڑے نہیں ہوتے کچھ مسلسل صف باندھے ہوئے کھڑے ہیں جو صفوں سے الگ نہیں ہوتے۔ اور کچھ مسلسل تسبیح پڑھے جاتے ہیں کہ ان پر خستگی طاری نہیں ہوتی پس ہر نمازی جب رکوع کی حالت میں ہے تو گویا اس کا فرشتوں کی صف میں شمار ہوجاتا ہے اور جبکہ عالم وجود کا ہر ذرہ خداوند عالم کی تسبیح پڑھ رہا ہے تو پھر انسان کے لئے رکوع میں تسبیح کی تلاوت سے بڑھ کر اور کون سی چیز باعث عزت ہوگی۔ اور کتنے غافل ہیں وہ انسان جو نماز سجود و رکوع سے بے خبر ہیں۔

سجود

سجدہ عبودیت کا اعلیٰ ترین درجہ ہے کہ جس کے ذریعہ بندہ اللہ کی بارگاہ میں اپنے وجود کی خاکساری کا ثبوت دیتا ہے انسان سجدے کے ذریعہ عبادت کی معراج حاصل کرتا ہے اور خود کو کائنات کی تمام اشیاء سے ہمرنگ کرتا ہے۔

وَ لِلّٰہِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض.

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے اللہ کے سامنے سربسجود ہے سجدہ وہ بہترین حالت

ہے کہ انسان اس حالت میں خدا کے نزدیک ہوتا ہے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ سجدہ انسان کی زندگی کے چار ادوار کی کیفیت کا نام ہے۔

(۱) جب انسان سجدے کے لئے زمین پر سر رکھتا ہے تو گویا وہ اپنی دنیاوی زندگی میں خاکساری اپناتا ہے۔

(۲) جب انسان سجدے میں سر رکھتا ہے تو گویا موت کو یاد کرتا ہے یعنی خاک پر سر رکھ کر سو جاتا ہے۔

(۳) اور انسان جب سجدے سے سر اٹھاتا ہے تو گویا ایک دن اسے اس مٹی کے اندر سے اسی جسم و روح کے ساتھ محشر میں اٹھنا ہے۔ اور اس آیت میں اسی مضمون کو بیان کیا گیا ہے۔

(سورہ طٰہ آیت ۵۵)

کہ ہم نے تمہیں خاک ہی سے پیدا کیا اور خاک ہی میں پلٹایا اور خاک ہی سے ایک دن تمہیں باہر نکالیں گے۔

چونکہ سجدہ عبودیت کی نشانی ہے اسی لئے سجدہ کھانے والی چیزوں اور پہننے والی چیزوں پر ممنوع اور حرام ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ قرب خدا کی منزلوں پر ایسی چیزوں پر سجدہ نہ کرے کہ جو نماز کے علاوہ حالات میں اس کے بدن کو پالتی اور پوستی ہے۔

اگر جناب یوسفؑ کے بھائیوں نے جناب یوسفؑ کو سجدہ کیا تو یہ سجدہ حقیقتاً اس خدا کے لئے ہے کہ جس نے جناب یوسفؑ کو کنویں سے نکال کر مصر کی شاہی تک پہونچایا لہٰذا انھیں جو عزت و شوکت نصیب ہوئی اس کے شکرانہ کا سجدہ برادران جناب یوسفؑ نے انجام دیا قرآن کے بیان کے مطابق تمام کائنات اور تمام اشیاء اور تمام ذرے اس بات کا شعور رکھتے

ہیں کہ وہ اللہ کی حمد وستائش کرتے ہوئے اس کی تسبیح پڑھیں اور اسکا سجدہ کریں قرآن مجید میں بہت سی آیتیں اس بات کی گواہ ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یسجد لَهُ مَن فی السَّمٰوات وَ مَنْ فی الارض وَالشَّمس وَالْقَمَرُ والنجوم والْجِبَالُ وَالشَّجَرُ والدَّواب و کثیرٌ مِنَ الناس و کثیرٌ حق علیه العَذَاب.

(سورہ حج آیت ۱۸)

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ زمین وآسمان میں جس قدر بھی صاحبان عقل وشعور ہیں اور آفتاب و ماہتاب اور ستارے پہاڑ، درخت، چوپائے اور انسانوں کی ایک کثرت سب ہی اللہ کے لئے سجدہ گزار ہیں اور ان میں سے بہت سے ایسے بھی ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے۔"

جیسا کہ شاعر نے اپنے اشعار میں کائنات کے ذروں کے شعور اور اس کے نطق کی طرف اشارہ کیا ہے۔

نطق آب ونطق خاک ونطق گل

ہست محسوس حواس اہل دل

پانی خاک اور مٹی بھی اپنی زبان بولتے ہیں

جن کے نطق کو اہل دل محسوس کرتے ہیں

جملہ ذرات در عالم نہاں

با تو می گویند روزان وشبان

کائنات میں جتنے بھی ذرات چھپے ہوئے ہیں اے خدا وہ سب تجھ سے روز وشب ہم کلام ہوتے ہیں۔

مَا سمیعیم و بصیر و با هشیم.

با شمانا محرمان ما خامشیم

اور یہ ذرے سب سے کہتے ہیں ہم سمیع بھی ہیں ہم بصیر بھی ہیں اور باہوش بھی ہیں لیکن اے انسان تم ہمارے لئے نامحرم ہو اسی لئے ہم تمہارے سامنے خاموش ہیں۔

از جمادی سوئے جانِ جاں شوید

غلغلہ اجزای عالم بشنوید

بے جان مخلوق تو پیدا کرنے والے (کی حمد) بجالاتی ہے۔

پس تم کو چاہیئے کہ دنیا کی تمام چیزوں کی صدائے (حمد) کو بغور سنو۔

فاش تسبیح جمادات ایدت

وسوسه تاویل ها بزایدت

جمادات کی تسبیح تو تمہیں صاف سنائی دیتی ہے۔

(اسے سن کر خود تسبیح کرنے کی) تم بے جا تاویل (اور بہانہ) بناتے ہو۔

قرآن مجید میں اس طرح کے مضامین نقل ہوئے ہیں۔

خداوند عالم نے جناب سلیمان کو پرندوں سے باتیں کرنے کی تعلیم دی وہ چیونٹی کی گفتگو کو سمجھ لیتے تھے۔

خود قرآن مجید بیان کر رہا ہے کہ سارے موجودات اللہ کی تسبیح میں مشغول رہتے ہیں لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے ہو۔

علامہ طباطبائی اس بارے میں مفصل بیان کرتے ہیں اور اس کے بعد فرماتے ہیں:

وَالْحَقُّ اَنَّ التسبیحَ فِی الجمیع حَقِیْقی قالِیٌّ

حق یہ ہے کہ تمام موجودات کی تسبیح ایک حقیقت ہے نہ کہ مجاز لفظ وصوت کے ساتھ ہے نہ یہ کہ کچھ الگ سے مخلوق البتہ ضروری نہیں ہے کہ ہر ایک کے تسبیح کے الفاظ و اصوات یکساں ہوں اگر چہ موجودات کی تسبیح معنوی اعتبار سے ایک ہے اس کے باوجود یہ تسبیح اس بات کی گواہ ہے کہ خدائے متعال کی ذات بے عیب ہے جیسا کہ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کسی جانور کے چہرہ پر طمانچہ نہ مارو اس لئے کہ وہ اپنی زبان سے خدا کی تسبیح کرتا ہے۔

روایت میں ہے کہ اپنے لباس کو دھولو اس لئے کہ گندہ و کثیف لباس خدا کی تسبیح نہیں کرتا ہے۔

قرآن مجید نے جناب سلیمان اور ہدہد کی گفتگو کو نقل کیا ہے غرض کہ نمازی کی تسبیح اور اس کے سجود موجودات عالم کے تسبیحات اور سجود کے ساتھ ہیں۔ کہ جو اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ انسان اور تمام اشیاء خدائے عظیم کے فرمان کے تحت خضوع وخشوع کے ساتھ سجدہ ریز ہیں۔

اولیاء خدا کے سجدے

اولیاء خدا کے سجدے اور ان کی معرفت وخضوع وخشوع وعبادت ہمارے لئے درس ہیں کہ جس کے چند نمونوں کی طرف ہم اشارہ کر رہے ہیں امام سجاد سلام اللہ علیہ۔ اپنے سجدوں کو اس قدر توجہ اور خدا کے نام کی اس قدر تکرار کرتے تھے کہ آپ سجدے سے سر اٹھاتے تھے تو آپ کا جسم مبارک پسینہ سے تر ہو جاتا تھا۔ امام کاظم علیہ السلام صبح کی نماز کے بعد جب سر سجدے میں رکھتے تھے تو دن چڑھے سر کو سجدے سے اٹھاتے تھے۔ جناب ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ کے مقام ومنزلت تک اس لئے پہونچے کہ ان کے سجدے بڑے طولانی ہوتے تھے۔

سلمان فارسی کہتے ہیں کہ اگر سجدہ نہ ہوتا تو میں خدا سے موت طلب کرتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ہر نافلة کے بعد اپنے چہرے کو کبھی داہنے اور کبھی بائیں رخسار کو خاک پر ملتے تھے۔

ایک شخص کہتا ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کو پانچ سو مرتبہ سبحان اللہ کہتے سنا۔

قرآن مجید رسول اللہ کے اصحاب کی اس طرح توصیف کرتا ہے کہ وہ لوگ کافروں کے مقابل سخت وشدید تھے لیکن اپنوں کے لئے نرم ومہربان تھے وہ سب اہل رکوع وسجود ہیں اور مسلسل اللہ کے فضل اور اس کی رضا کی جستجو میں رہتے ہیں ان کے چہروں پر سجدے کے نشانات آشکار ہیں۔

سیماهم فی وُجُوهِهم من اثر السجود.

(سورہ فتح، آیت ۲۹)

ترجمہ: کثرت سجود کی بناء پر ان کے چہروں پر سجدہ کے نشانات پائے جاتے ہیں۔

سجدے کے اثرات

سجدہ انسان کو خدا سے نزدیک کرتا ہے اور گناہوں کو ختم کر دیتا ہے شیطان کی کمر توڑ دیتا اور انسان کو بہشتی بنا دیتا ہے۔

چند حدیثیں اس ذیل میں نقل کر رہے ہیں۔

ایک شخص پیغمبر کی خدمت میں آکر کہنے لگا اے رسول خدا میرے گناہ بہت زیادہ ہیں اور عمل بہت کم تو آپؐ نے فرمایا کہ سجدہ زیادہ سے زیادہ کرو اس لئے کہ جس طرح خشک پتوں کو درخت گرا دیتا ہے۔ اسی طرح سجدہ گناہوں کو اس سے دور کر دیتا ہے کچھ لوگ پیغمبر کی خدمت میں اپنی جنت کی ضمانت کے لئے گئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم لوگ اس وقت ضرور جنتی ہوگے کہ جب تم طولانی سجدوں کے ساتھ میری مدد کرو۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں اپنے سجدوں کو طولانی کرو اس لئے کہ شیطان سب سے زیادہ تمہارے سجدوں سے پریشان ہوتا ہے اس لئے کہ وہ جناب آدم کے سامنے سجدہ کرنے پر خدا کے حکم پر مامور تھا لیکن اس نے نافرمانی کی۔ اور سجدہ نہیں کیا۔ لیکن انسان نے اللہ کی اطاعت کی اور سجدہ کر کے کامیاب ہوگیا۔

پیغمبر اسلامؐ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا:

اِذَا اَرَدْتَ اَنْ یَحْشُرَکَ اللّٰهُ مَعِیَ فَاطِلِ السُّجُوْدَ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ

اگر قیامت میں تم میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو خدا کی بارگاہ میں طولانی سجدہ ادا کیا کرو۔

خاک کربلا پر سجدہ

کبھی ایک طبیعی اور مادی چیز بھی بہت زیادہ معنویت رکھتے ہوئے قیمتی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ سید الشہداء علیہ السلام کے قبر کی خاک بھی اسی قسم میں سے ہے۔ سید الشہداء علیہ السلام کے قبر کی خاک پر سجدہ کرنا مستحب ہے کیونکہ آپ کی یہ پاک و پاکیزہ تربت آپؑ کے بلند حوصلہ اور کربلا کے واقعہ میں چھپی ہوئی تمام معنویت کو یاد دلاتی ہے۔ اور بندے کو جہاد اور شہادت کے فلسفہ سے آشنا اور مانوس کرتی ہے۔

سید الشہداء کی تربت سے عبادت گزار انسان ایثار اور فداکاری کے جذبہ کی خوشبو محسوس کرتا ہے اور اس طرح وہ ہر روز شہادت کا درس لے سکتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے کبھی بھی سید الشہداء کی تربت کے علاوہ کسی چیز پر سجدہ نہیں کیا اور آپؑ نے اس ذیل میں فرمایا کہ انسان کو تربت امام حسین علیہ السلام ایسی نورانیت عطا کرتی ہے جو تمام تاریک پردوں کو دور کر دیتی ہے۔

سبحان اللہ کے معنی

سبحان اللہ کا مفہوم یہ ہے کہ خداوند متعال ہر عیب و نقص سے منزہ اور پاک ہے۔ اور کمال مطلق اس میں چھپا ہوا ہے سبحان اللہ ایک ایسی حقیقت کو بیان کرتا ہے کہ جو تمام اسلامی تفکرات و عقائد کی بنیاد ہے اور ایک جملہ کے تحت انسان سے خدا اور اس کے اوصاف و کمال کے درمیان روابط پیدا کرتا ہے جس کی توضیح اس طرح ہے۔

۱۔ توحید

خدا کی تسبیح کی بنیاد توحید پر ہے یعنی خدا کو شرک و شریک سے منزہ جاننا۔

سبحان الله عما يشركون.

(سورہ طور آیہ ۴۳)

ترجمہ: جب کہ خدا ان کے شرک سے پاک و پاکیزہ ہے۔

۲۔ عدل

عدل خداوند کا عقیدہ اس سبحان اللہ میں پوشیدہ ہے یعنی خداوند عالم کو ظلم سے منزہ جاننا پس خداوند عالم کسی شخص پر ظلم نہیں کرتا پس اگر کسی شخص اور قوم پر آفتیں اور بلائیں نازل ہوتی ہیں تو یا اس میں بندوں کی آزمائش ہوتی ہے تاکہ ان کا کردار سنور سکے یا بندوں کی بدکرداری کی وجہ سے عذاب کی صورت میں بلائیں نازل ہوتی ہیں جیسا کہ اس آیت میں خدا نے بیان کیا ہے۔

مَا اَصَابَکُمْ مِنْ مُصِیْبَةٍ فِیما کسبت ایدیکم

(سورہ شوریٰ آیت ۳)

ترجمہ: اور تم تک جو مصیبت بھی پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھ کی کمائی ہے۔

سبحان رَبَّنَا ان کُنَّا ظَالِمِیْنَ

ترجمہ: ہمارا پروردگار پاک وپاکیزہ ہے اور ہم اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہیں۔

۳۔ نبوت اور امامت

نبوت اور امامت کے عقیدہ کی بنیاد بھی اس تسبیح کی بناء پر ہے۔ یعنی خداوند عالم انسانوں کو شیطانی خواہشوں اور اس کے مظالم سے نجات دلانے کے لئے اور اسے حق کمال اور سعادت دینے کے لئے اپنی طرف سے انبیاء کو معاون بنا کر بھیجا اور اس صورت میں انسان کو خراب حالت پر پڑے رہنے دینا گوارا نہیں کیا۔

پس خدا اس چیز سے منزہ ہے کہ وہ انسان کو پیدا تو کرے اس کے بعد دنیا میں حیران و سرگرداں چھوڑ دے لہٰذا اس نے ہدایت کے لئے ہادی و رہبر کا انتظام کیا۔ ان کے اندر نصیحت قبول کرنے کی صلاحیت ہے لیکن حقِّ خدا کو نہیں پہچانتے اور یا اس کو حکیم نہیں جانتے ہیں۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ اِذْ قَالُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِنْ شَيْءٍ

(سورہ انعام، آیت ۹۱)

ترجمہ: اور ان لوگوں نے واقعی خدا کی قدر نہیں کی جب کہ یہ کہہ دیا کہ اللہ نے کسی بشر پر کچھ نہیں نازل کیا ہے۔

۴۔ معاد و آخرت

معاد کا عقیدہ بھی اس تسبیح کی بنیاد پر ہے انسان کی خلقت آخرت میں حیات جاویدانی اور جزاء وسزاء کے محاسبہ کے لئے میدان محشر میں اس کے بازگشت کے بغیر عبث و بے کار ہے اور اس طرح انسان کا حق ادا نہ ہو پائے گا۔

پس خداوند عالم سے یہ بات منزہ ہے کہ وہ انسان کو بیہودہ اور عبث خلق کرے اور قیامت میں اس کی بازگشت نہ ہو۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ.

(سورہ مؤمنون، ۱۱۵)

ترجمہ: کیا تمہارا خیال یہ تھا کہ ہم نے تمہیں بیکار پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف پلٹا کر نہیں لائے جاؤ گے۔

نیز سبحان اللہ کا مفہوم یہ بھی ہے کہ خدا کوئی بیہودہ کام انجام نہ دے کہ انسان کو صرف دنیا کے لئے پیدا کرے اور آخرت میں بلا کر حساب وکتاب نہ کرے۔

عشق خدا

۵۔ عشق خدا کی بنیاد بھی اسی تسبیح پر ہے اس لئے کہ خدا کی ذات کمال مطلق اور وجود بے عیب ہے پس کیوں نہ ہر انسان کو اس سے عشق ومحبت پیدا ہو۔

رضا وانسان

انسان کا خدا سے راضی ہونا اسی سبحان اللہ کے کہنے پر ہے یعنی انسان اللہ کے کسی فعل میں عیب نہیں دیکھتا ہے اور اپنے تمام وجود کے ساتھ اس کی تسبیح کرتا ہے اطاعت کی بنیاد بھی اسی تسبیح پر ہے۔

ایک مطیع اور خاضع بندہ صرف اسی کا مطیع بن سکتا ہے جو مکمل طور پر لائق پرستش ہو یعنی ہر عیب ونقص سے دور ہو۔

توکل

اس کی بھی بنیاد تسبیح پر ہے۔ جو شخص خدا کا اور اس کی قدرت ومہربانی کا معتقد ہو۔ اور اس کو جہل وضعف وقساوت سے پاک سمجھے۔

تقویٰ

تقویٰ کی بنیاد بھی اسی تسبیح پر ہے یعنی متقی انسان خدا کو عالم عادل اور قاضی سمجھتا ہے اور اس دنیا کو محضر خدا جانتا ہے اور اس کو غفلت اور سستی سے پاک و منزہ اور اسے ہر جگہ حاضر و ناظر جانتا ہے اس لئے کوئی گناہ انجام نہیں دیتا ہے پس سبحان اللہ کا مبارک اور عمیق فقرہ اپنے اندر کیسے کیسے مفاہیم رکھتا ہے۔ یعنی خدا کو ہر عیب سے پاک جاننا اور اس کی بندگی اور عبادت کرنا اس پر توکل و تقویٰ و اطاعت اور توحید نبوت و امامت و قیامت و عدل پر اعتقاد رکھنا ہے۔

چونکہ خدا کی ذات ہر عیب سے منزہ ہے اس لئے حمد و ستائش کی سزاوار ہے۔ اسی لئے تسبیحات اربعہ میں سبحان اللہ کے فوراً بعد الحمد للہ کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید خدا کو شرک سے منزہ جانتا ہے۔

سبحان اللہ عما یشرکون.

(سورہ طور آیت ۴۳)

ترجمہ: جب کہ خدا ان کے شرک سے پاک و پاکیزہ ہے۔

اور کسی کی توصیف سے منزہ ہے یعنی اپنے خیال میں اس کو کسی صفت سے متصف کریں۔

سبحان اللہ رب العرش عما یصفون.

اسے فقر و تنگ دستی سے بھی منزہ جاننا ہے

سبحانہٗ، ھو الغنی

(سورہ یونس آیت ۶۸)

اسے بے مقصد اور بے ہودہ خلقت سے منزہ جاننا ہے۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَکَ.

(سورہ آل عمران، ۱۹۳)

ترجمہ: خدایا تو نے یہ سب بیکار نہیں پیدا کیا ہے تو پاک و بے نیاز ہے۔

وہ بندوں پر ظلم کرنے سے بھی منزہ ہے بلکہ بندہ خود اپنے اوپر ظلم کرتا ہے۔

سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ.

اور خدا اس بات سے بھی منزہ ہے کہ اس کے پاس لڑکیاں ہے۔

وَ یَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهٗ

(سورہ نحل، آیت ۵۷)

اور یہی راز ہے قرآن میں اس لفظ کے بہت زیادہ تکرار کا اسی لئے نماز کے رکوع اور سجود میں اس حکم کی تکرار کی جاتی ہے جو توحید خداوندی کا بہترین درس ہے۔

تسبیح خداوند عالم کا سب سے قیمتی فرمان

رسول خداؐ جو اللہ کے حبیب تھے، اور جن کے اوپر سب سے زیادہ اللہ کی عنایت تھی۔ اور جس کے ذمہ اللہ کے دین کی تبلیغ تھی جو قیامت تک کے لئے رسول بن کر آئے تھے اور آپ کو دوسروں کے بہ نسبت زیادہ تسبیح پڑھنے کا حکم تھا۔

قرآن کی آیتوں میں اگر غور کریں تو دیکھیں گے کہ خداوند عالم کا پیغمبر سے اپنی ذات پر توکل کرنے کا حکم آٹھ مرتبہ آیا ہے اور سجدے کا حکم دو مرتبہ اور استغفار کا حکم آٹھ جگہ پر آیا و عبادت کا حکم پانچ مقامات پر کیا گیا ہے۔ ذکر خدا کا بیان پانچ مرتبہ اور اللہ کی تکبیر دو مرتبہ لیکن تسبیح و سبحان اللہ کہنے کا فرمان سولہ مرتبہ آیا وہ بھی مختلف حالات و مختلف شرائط میں کہ پیغمبر کی تمام توجہ خدا کی طرف رہے اس اعتبار سے تسبیح کا جہاں بھی ذکر ہوا ہے اس طرح ہوا ہے۔

١. قبل طُلوعِ الشّمس وَ قَبلَ غُرُوبِها –

(سورہ طہٰ/۱۳۰)

ترجمہ: اور آفتاب کے نکلنے کے پہلے اور اس کے ڈوبنے کے بعد۔

(۲) وَ مِنْ آناءِ اللَّیلِ فَسَبِّح و اطراف النهار –

(سورہ طہٰ ۱۳۰)

ترجمہ: اور رات کے اوقات میں اور دن کے اطراف میں بھی۔

(۳) وَ سَبِّح بِحمدِ رَبِّک بالعشی والابکار–

(سورہ غافر، آیت ۵۵)

ترجمہ: اور اپنے حق میں استغفار کرتے رہیں اور صبح وشام اپنے پروردگار کی تسبیح کرتے رہیں۔

(۴) و سبح بحمد ربک حین تقوم.

(سورہ طور آیت ۴۸)

ترجمہ: اور ہمیشہ قیام کرتے وقت اپنے پروردگار کی تسبیح کرتے رہیں۔

مذکورہ بالا آیات قرآنی اہمیت ذکر سبحان اللہ کو بیان کرتی ہیں اور نماز گزار انسان کے فکر و عمل کی تعبیر کو بیان کرتی ہیں۔

امام سجاد سلام اللہ علیہ نے فرمایا:

اِذَا قَالَ العبدُ سُبحَان اللّٰهِ صَلّی علیه کُلُّ ملک.

جب ایک بندہ سبحان اللہ کہتا ہے تو سارے فرشتہ اس کے اوپر درود بھیجتے ہیں یعنی نزول رحمت کے لئے دعا کرتے ہیں۔

قنوت:

قنوت کے معنی - اطاعت و دعا اور نماز میں خضوع وخشوع اور خدا کی طرف توجہ کرنے کے ہیں اور نماز کے مستحبات میں قنوت ایک مستحب عمل ہے۔ کہ جن کو انسان اپنے دونوں ہاتھ کو چہرے کے برابر لاکر انجام دیتا ہے اگر چہ شیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے اسے واجب جانا ہے۔

بعض روایات میں آیا ہے نماز جمعہ ونماز صبح ونماز مغرب میں قنوت پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ قنوت میں کوئی مخصوص دعا ضروری نہیں ہے۔ جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا قنوت میں جو دعا یاد آجائے وہ پڑھے۔ لیکن بعض روایات میں بعض دعاؤں کی زیادہ سفارش کی گئی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی نمازوں میں قنوت کو طول دو تا کہ قیامت کے دن جب تم حساب وکتاب کے لئے کھڑے کئے جاؤ تو اس میں آسانی ہو۔

اَطْوَلُکُم قُنُوْتًا فی دار الدنیَا اَطْوَلُکم راحة یوم القیامة فی الوقف.

نیز روایت میں آیا ہے کہ بہترین نماز جس کا قنوت طولانی تر ہو قنوت میں خدا سے حاجت طلب کی جاتی ہے لہٰذا اس سے حاجت طلبی کے لئے بہترین دعا کا پڑھنا ترجیح رکھتا ہے جتنی بہتر دعا پڑھی جائے بہتر ہے۔

ملا ہادی سبزواری کے لئے مشہور ہے وہ نماز شب کے قنوت میں دعائے جوشن کبیر پڑھا کرتے تھے کہ جو بہت طولانی ہے اور جس میں خداوند عالم کے نام وصفات کو ہزار نام و صفات سے یاد کیا گیا ہے ایسے قنوت والی نماز اللہ سے کمال عشق ومحبت کا پتہ دیتی ہے۔

تشہد

تشہد نماز کے واجبات میں سے ایک واجب رکن ہے اور ہر دو رکعت نیز مغرب کی تیسری رکعت میں بیٹھے اور تشہد پڑھے۔

اللہ کی وحدانیت اور رسول کی رسالت کی گواہی دی جاتی ہے اور پھر رسول اور آل رسول پر صلوٰۃ بھیجی جاتی ہے تشہد میں اس طرح بیٹھا جاتا ہے کہ تشہد میں دوزانو بیٹھنا چاہیئے اس طرح کہ داہنے پیر کا پشت بائیں کے تلوے پر قرار دے اور بہتر ہے کہ بدن کا وزن بائیں طرف قرار دے۔

جیسا کہ قرآن مجید کی اصطلاح میں داہنی سمت کو حق اور بائیں کو باطل کا مظہر سمجھا جاتا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام سے جب سوال ہوا کہ تشہد میں داہنے پیر کو بائیں پیر پر قرار دیا جاتا ہے تو آپؑ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا۔ اس کی تاویل یہ ہے کہ بندہ خدا سے کہتا ہے اے خدا باطل کو موت دے اور حق کو پائیدار رکھ نماز میں تشہد اس لئے پڑھا جاتا ہے ہم اذان واقامت میں دو دو بار ان شہادتوں کی گواہی دے چکے ہیں نماز میں بھی اس پر قائم ہیں تشہد میں خدا کی وحدانیت اور پیغمبر کی رسالت کی گواہی جو ایک ساتھ تشہد میں دی جاتی ہے تو اس کا راز یہ ہے کہ نبوتؐ اور رہبری کو توحید وعبودیت کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے۔

رسول ختم المرتبت کی رسالت وعبودیت کی گواہی رسول کے عظیم مقام کو بھی اجاگر کرتی ہے کہ واقعاً خداوند عالم نے ان کی رسالت کی گواہی کو اپنی توحید کی گواہی کے پہلو میں قرار دیا ہے اور یہ گواہی نماز گزار کو الٰہی رہبری کا یقین دلاتی ہے اور اس بناء پر بندے سے اللہ کے رسول کی قدر دانی کراتی ہے۔

اور تشہد میں رسولہ پر عبدہ کا مقدم ہونا اسی بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ عبودیت وہ عظیم شئی ہے کہ جو رسالت سے بڑھ کر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ رسولؐ اللہ کے حقیقی اور واقعی بندے تھے اس لئے انھیں قیامت کے لئے آخری رسول بنا کر پیش کیا گیا۔

تشہد میں پیغمبر اور ان کی اولاد طیبہ پر درود بھیجنا واجب ہے جو اسلام کا بہترین شعار اور تشیع کی اعلیٰ ترین پہچان ہے کہ جس کے بغیر نماز نامکمل ہے۔ اگرچہ اہل سنت کے عقیدے میں تشہد میں درود بھیجنے کی تاکید نہیں ہے لیکن امام شافعی نے ایک شعر کہہ کر اپنے عقیدہ کا اظہار اس طرح کیا ہے کہ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک تشہد میں درود واجب ہے۔

امام شافعی شعر میں فرماتے ہیں کہ اے اہل رسول تمہاری محبت ہم پر فرض ہے اور اس فرض کو قرآن میں اللہ نے نازل کیا ہے پس جو شخص نماز میں تم پر درود نہ بھیجے ان کی نماز صحیح نہیں ہے۔

صلوٰۃ کی کیفیت جس میں پیغمبر اور انکی آل پر نزول رحمت کے لئے اللہ سے دعا کی جاتی ہے۔

تفسیر وفقہ کی کتابوں میں متعدد حدیث اہل سنت کے علماء نے بھی نقل کی ہیں یہاں تک صحیح بخاری میں روایت ہے کہ پیغمبر سے پوچھا گیا کہ ہم آپ پر کس طرح صلوٰۃ بھیجیں تو آپ نے فرمایا کہ تم اس طرح کہا کرو:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی محمد و علٰی آل محمد.

لیکن بعد میں راویوں نے اس حدیث کو نقل کیا تو آل محمد کا جملہ حذف کر دیا۔

دوسری حدیثوں میں بھی آل محمد پیغمبر کے نام کے ساتھ آیا ہے ہمارے یہاں بعض احادیث ایسی وارد ہوئی ہیں کہ جس میں ہے کہ وہ لوگ جو صلوٰۃ میں آل محمد کو شامل نہیں کرتے انکی اس طرح مذمت کی گئی۔

مَنْ قَالَ صَلَّی اللّٰہ عَلٰی محمدٍ وَ لَمْ یُصَلِّ عَلٰی آلِہٖ لَمْ یَجِدْ ریح الجنۃ

جو شخص محمد پر درود بھیجے اور انکی آل پر درود نہ بھیجے وہ شخص جنت کی خوشبو بھی حاصل نہ کر سکے گا اور اس کے برعکس وہ لوگ جو درود میں آل کو شامل کرتے ہیں انہیں ثواب و

شفاعت اور قیامت میں پیغمبر کے قرب کی بشارت دی گئی ہے۔ جیسے کہ خود رسول خدا نے فرمایا ہے:

مَنْ اَرَادَا التَوَسَّلَ اِلَیَّ و اَنْ تکُوْنَ لَهٗ عِنْدِیْ یَدٌ اُشْفِعُ لَهٗ بها یَوْمَ الْقِیامةِ فَلْیُصَلِّ عَلٰی اهل بیتی و یُدْخِلِ السُّرُوْرَ عَلَیْهِمْ

جو شخص مجھ سے توسل کرے اور مجھ سے قیامت کے دن شفاعت کے لئے ہاتھ پھیلانے کی خواہش رکھے تو اسے چاہیئے کہ میرے اہل بیت پر صلوۃ بھیجے اور ان کے دل کو مسرور کرے اور انھیں راضی رکھے۔

روایت میں ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک شخص کو مسجد حرام میں اس طرح دیکھا کہ وہ خانہ کعبہ سے چپکا ہوا ہے اور فقط پیغمبر کے اوپر صلوٰۃ بھیج رہا ہے (اور اہل بیت کے اوپر صلوٰۃ نہیں بھیج رہا ہے) تو آپ نے خطاب کیا اور فرمایا یہ ہمارے اوپر ظلم ہے اور روایات میں ہے۔ آل محمد کے ذکر کے بغیر جو صلوٰۃ پیغمبر پر بھیجی جاتی ہے۔ وہ ابتر اور ناقص قرار پاتی ہے۔

غرض کہ درود بھیجنے میں پیغمبر کے ساتھ انکی آل کو یاد کرنا یہ انکے لئے ایسی قدردانی ہے جس کی خود پیغمبر نے وصیت کی ہے نیز احادیث میں ہے کہ وہ صلوٰۃ نور اور روشنی بنکر قیامت کے دن تمہارے راستہ کو روشن کرے گی اور ہمارا درود پیغمبر تک پہونچتا بھی ہے اور آں حضرت انکا جواب بھی دیتے ہیں نیز صلوۃ ہمارے گناہوں کا کفارہ اور نفس کے پاک ہوجانے کا ذریعہ بھی بنتی ہے۔

وجعل صلواتنا علیکم تزکیة لنا و کَفَّارَةً لذنوبنا.

پالنے والے نے صلوٰۃ کو ہمارے نفس کی پاکیزگی کا ذریعہ اور ہمارے گناہوں کا کفارہ قرار دیا ہے۔

ایک حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ تم لوگ ملکر ایک ساتھ بہ آواز بلند صلوات بھیجو تا کہ تمہارے دلوں سے نفاق کی جڑ اکھڑ جائے۔

رسول خدا فرماتے ہیں مجھ پر تمہارا درود پڑھنا خود تم لوگوں کی دعاؤں کی استجابت و رضایت پروردگار و پاکیزگئی اعمال وقبولیت کا ضامن ہے۔ اور روایات میں ہے جو شخص پیغمبر اور انکی ال پر صلوٰت پڑھتا ہے خدا اور اسکے فرشتے بھی اس پر درود بھیجتے ہیں اور قیامت کے دن ایسا شخص پیغمبر کے نزدیک کھڑا ہوگا۔

غرض صلوٰت پڑھنا کہ جو اتنا زیادہ ثواب رکھتا ہے اور اس کی اتنی زیادہ اہمیت دی گئی ہے وہ یہ کہ اُسے ہر نماز کے تشہد میں واجب قرار دیا گیا ہے ہمیں چاہیئے کہ اسکی زیادہ سے زیادہ تکرار کریں۔

اللّٰھُمَّ صل علی محمد و ال محمد

تشہد کے بعد نماز تین سلاموں کے ساتھ ہوتی ہے پہلا سلام رسول خدا پر ہوتا ہے دوسرا سلام خدا کے شائستہ بندوں پر ہوتا ہے۔ تیسرا سلام اللہ کے فرشتوں اور مؤمنین پر ہوتا ہے۔

سلام سلامتی اور خیر و برکت کے لئے ہے۔ سلام پروردگار عالم کے ناموں میں سے ایک نام ہے یعنی جو کچھ خدا کی جانب سے انسان کے لئے ہے وہ سب خیر و برکت اور سلامتی ہے۔ وہ سلام جو ہم نماز میں پیغمبر پر بھیجتے ہیں تو یہ اللہ کی رحمتیں و برکتیں اپنے ساتھ لئے ہوتا ہے جو سلام کی بہترین شکل ہے۔ وہ اس طرح ہے۔

السلام علیک ایها النبی و رحمة الله و برکاته

یہ سلام نماز میں پیغمبر پر بھیج کر اس بات کا ثبوت دیا جاتا ہے کہ پیغمبر نے ہماری ہدایت کی اور راہ ہدایت میں انہوں نے کتنی زحمتیں برداشت کیں لہٰذا ہم سلام کے ذریعہ انکی قدردانی کرتے ہیں۔

نماز گزار جس وقت نماز میں سلام تمام مؤمنین اور صالحین اور خود پر بھیجتا ہے یہ احساس ہوتا ہے کہ امت مسلمہ کے تمام افراد ایک امت ہیں اور ہم بھی انہیں میں سے اک فرد ہیں مؤمنین پر سلام اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم سب ایمان کے رشتہ میں بندھے ہوئے ہیں۔

سلام پر ایک تحقیقی نظر

نماز کے علاوہ اسلامی معاشرہ میں جو سلام ایک دوسرے کو کیا جاتا ہے یہ اسلامی تہذیب میں شمار ہوتا ہے کہ جس سے انسان الفت و محبت حاصل کرتا ہے اور دوسرے کے سامنے اپنی انکساری و فروتنی کا ثبوت دیتا ہے اور اس طرح بہت زیادہ ثواب کا بھی مستحق قرار پاتا ہے۔

خداوند عالم نے اہل بہشت پر خود سلام بھیجا ہے۔

(سورہ یٰس آیۃ ۵۸)

اور پیغمبر کو خدا نے یہ حکم دیا ہے کہ مؤمنین سے ملاقات کے وقت پہلے انہیں سلام کریں۔

(سورہ انعام آیۃ ۵۴)

اللہ کے فرشتہ بھی کامیاب مؤمنین کو سلام کرتے ہیں۔

(سورہ رعد آیۃ ۲۴)

اہل بہشت آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں۔

تحیتھم فیھا سلام

(سورہ ابراھیم آیۃ ۲۳)

ترجمہ: اور انکی ملاقات کا تحفہ سلام ہوگا۔

یہ تو چند آیتیں تھیں جو سلام کے بارے میں ذکر ہوئیں اور اسکے ثواب اور کیفیت کے بارے میں بہت زیادہ روائتیں اور حدیثیں ہیں کہ جن کو احادیث کی کتابوں میں ملاحظہ کرسکتے ہیں کہ جن میں حدیث کے چند ایسے نمونہ پیش کئے جارہے ہیں جس میں سلام کی

بے انتہا اہمیت بتائی گئی ہے ہم بس انہیں اہم نمونوں پر اکتفا کرتے ہیں۔

اَبْخَلُ النَّاسِ مَنْ بَخِلَ بِالسَّلَامِ

سب سے زیادہ کنجوس وہ شخص ہے جو سلام میں کنجوسی کرے امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب ایک شخص دوسرے کو سلام کرتا ہے تو اپنی تواضع اور فروتنی کا ثبوت دیتا ہے اور غرور کو اپنے سے دور کرتا ہے سلام کی اسلام میں تشویق دلائی گئی ہے اور سلام نہ کرنے والے کی تنبیہ و توبیخ کی گئی ہے۔

پیغمبر اسلام نے فرمایا کہ شرابی بُت ساز و قمار باز جیسے اشخاص کو سلام نہ کرو۔

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ خداوند عالم کے لطف کا مستحق اور پیغمبر کے اخلاق سے سب سے زیادہ قربت رکھنے والا وہ شخص ہے جو سلام میں ابتداء اور سبقت کرتا ہے۔

امام رضا علی السلام فرماتے ہیں جو شخص سلام کرنے اور جواب سلام دینے میں دولت منداور فقیر کا فرق کرے تو قیامت کے دن خدا اس پر غضبناک ہوگا۔

سلام کی ابتداء کرنا مستحب اور جواب دینا واجب ہے اور بہتر ہے کہ سلام کرنے والے کا جواب اسکے سلام سے بہتر اور گرم تر ہوا سکے لئے قرآن میں آیا ہے:

وَ اِذَا حُيِّتُمْ بِتَحِيَّةٍ تَحَيُّوْا فِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا

(سورہ نساء آیۃ ۸۶)

ترجمہ: اور جب تم لوگوں کو کوئی تحفہ (سلام) پیش کیا جائے تو اس سے بہتر یا کم سے کم ویسا ہی واپس کرو۔

سلام کرنے سے کوئی چھوٹا نہیں ہوتا بلکہ اسکی عزت اور محبوبیت میں اضافہ ہوتا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ہر ملاقات کرنے والے شخص کو یہاں تک کہ بچوں تک کو سلام کرتے تھے۔ اور اپنے اس عمل سے افتخار کرتے تھے ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ

ایک سلام ستر (۷۰) ثواب رکھتا ہے اس میں انہتر (۶۹) ثواب سلام کرنے والے کو ملتے ہیں اور ایک ثواب سلام کے جواب دینے والے کے حصہ میں جاتا ہے قرآن مجید نے حکم دیا ہے کہ جس وقت تم گھر میں داخل ہو تو خود پر سلام کرو اس لئے کہ وہ خداوند عالم کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ شئی قرار دی گئی ہے۔

(سورہ نور آیۃ ۶۱)

امام محمد باقر علیہ السلام اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ جب دوسروں کے گھروں میں جاؤ تو ان پر سلام کرو؛ یوں کہ تمہارے اور دوسرے کے زن وفرزند سب ایک ہیں اور سب تمہاری جان اور روح کی طرح ہیں۔

قرآن مجید نے ان پر سلام کرنے کا حکم دیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ سلام پاک اور مبارک ہے اور محبت وزندگی کی نشانی ہے کہ جس کے اظہار سے رنج والم دور ہوتا ہے سلام کرنا ہر ایک کے لئے موجب افتخار ہے نہ کہ موجب عار پھر بھی اسلام نے سلام کرنے کی یہ تہذیب سکھلائی ہے کہ بہتر ہے چھوٹا بڑے کو چلنے والا کھڑے ہوئے کو کم لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کرنے میں سبقت کریں۔

سلام کے موضوع کو خاتمہ تک پہونچاتے ہوئے امیر المؤمنین کی ایک رویت کا نقل کرنا یہاں بے حد مناسب معلوم ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ رسول خدا عورتوں اور مردوں کو سلام کرتے تھے۔ لیکن خود حضرت علی علیہ السلام فرماتے تھے کہ میں ڈرتا ہوں کہ ان کی طرف سے نرم جواب میرے دل میں اثر نہ ڈال دے اور بجائے اس کے کہ میں سلام کا جواب دیکر ثواب حاصل کروں اسکے قبل شیطان کے جال میں نہ پھنس جاؤں۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ اس روایت کی توضیح میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ وآلہ وسلم کا کام امت کو درس دینا تھا اس لئے وہ ایسا کرتے تھے اور امیر المؤمنین علیہ السلام کا عمل ایسا تھا کہ جس سے لوگ درس حاصل کرلیا کرتے تھے کہ وہ لوگ جوان عورتوں سے ارتباط کم کریں ورنہ وہ امام معصوم تھے ہرگز شیطان کے وسوسہ میں نہیں آسکتے ہیں۔

تعقیبات اور نوافل

نماز اللہ کی بہترین معنوی ضیافت ہے کہ اللہ نے خود بارگاہ میں حاضر ہونے کے لئے بندوں کو اس طرف بلایا ہے۔

چونکہ ہر مہمان کے لئے کچھ مقدمات ہوتے ہیں کچھ تہذیبیں ہوتی ہیں جب مہمان کسی کے گھر آتا ہے تو اسکا استقبال کیا جاتا ہے جتنا زیادہ وہ بلند اور عزیز ہوتا ہے اتنا ہی اس کا استقبال پرشکوہ ہوتا ہے فریضہ الٰہی یعنی نماز کی مثال بھی اسی طرح ہے۔

ائمہ معصومین علیہم السلام نماز کا وقت ہونے سے پہلے آمادگی کے لئے کچھ مقدمات انجام دیتے تھے، اور واجب نماز ادا کرنے کے بعد کچھ وقت اسکے تعقیبات میں گزارتے تھے۔ وہ نماز کے بعد بھی دل کو یاد خدا سے خالی نہیں رکھتے تھے۔ اور ان کے ہونٹوں پر حمد وثنا بند نہیں ہوتی تھی اور چہرہ قبلہ سے منحرف نہیں ہوتا تھا۔ کیا ائمہ معصومین علیہم السلام نے نماز کو آنکھوں کا نور نہیں کہا؟ لیکن انسان بہ آسانی نماز اور اسکی تعقیبات سے چشم پوشی کرتا ہے اذان واقامت نماز کا استقبال ہے اور تعقیبات اسکا الوداعیہ ہے پس نماز کے بعد دعاؤں اور اسکی تعقیبات سے بے توجہی کرنا خود سے بے توجہی کا باعث ہے۔ اسی بناء پر روایات میں نماز کے وقت سے پہلے مسجد جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور نماز شروع کرنے سے اسکے انتظار کا شوق دلایا گیا اور نماز کے انتظار کرنے والے کو خدا کا مہمان کہا گیا ہے۔

چنانچہ نماز کے بعد دعاؤں اور مستحبات کی قرآن کریم نے اس آیہ کریمہ میں سفارش کی ہے۔

فاذا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَ اِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ۔

(سورہ انشراح آیۃ ۷)

ترجمہ: لہٰذا جب آپ فارغ ہوجائیں تو نصب کریں اور اپنے رب کی طرف رخ کریں۔

تعقیبات سے مربوط چند مسائل

تعقیب نماز

تعقیبات کے سلسلے میں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں جیسے ہی تم نماز پڑھ چکو ویسے ہی دعا وتعقیب میں مشغول ہوجاؤ نیز آپ فرماتے ہیں کہ صبح وظہر ومغرب کی نماز کے بعد دعا مستجاب ہوتی ہے نماز کے بعد اسکی تعقیب میں حضرت فاطمۃ الزہراؑ کی تسبیحات پڑھنا بہت زیادہ ثواب رکھتا ہے ان تسبیحات میں ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ پڑھا جاتا ہے یہ عمل ہزار رکعت نماز مستحب سے خدا کے نزدیک بہتر ہے۔

اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص جناب فاطمۃ الزہراؑ کی تسبیح پڑھتا ہے تو وہ اس آیت کا مصداق بن جاتا ہے:

واذکروا اللہ ذِکراً کثیراً

(سورہ احزاب آیۃ ۴۱)

ترجمہ: اللہ کا ذکر بہت زیادہ کیا کرو۔

نماز کے بعد دعا وتعقیبات کا پڑھنا ایک مستقل عبادت ہے کہ دوسرے عمل سے اسکی تلافی نہیں ہوسکتی ہے۔ اور کام کو انجام دینا اور اپنے لئے کوشش کرنا ایک دوسرے کے لئے مانع نہیں ہے۔

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ بغیر دعا وتسبیح کے اپنے کام میں نکل جائیں تو موفق تر ہیں۔

لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

التعقیب بعد صلوٰۃ الفجر ابلغ فی طلب الرزق

نماز صبح کے بعد کی تعقیب اور دعا رزق کے طلب کرنے کے لئے زیادہ بہتر اور موثر ہے۔

صلوات اور لعنت

تعقیبات نماز کے سلسلہ میں اللہ کے وہ نیک بندے جنھیں اس نے عصمت کے لطف سے نوازا ہے ان پر صلوات بھیجنا نیز وہ افراد جو کفر وشرک ونفاق میں ملوث رہتے ہیں ان پر لعنت بھیجنے کو کہا گیا ہے جتنی بھی تعقیبات کی دعائیں وارد ہوئی ہیں ان میں صلوات کے ساتھ ساتھ دشمنان خدا پر لعنت کی بھی تاکید کی گئی ہے اور یہ دو چیزیں اس بات کا ثبوت دیتی ہیں کہ مذہب تشیع جو زندہ مذہب ہے اس میں تولا وتبرا فروع دین میں داخل ہے۔

وہ صلوات جو کہ روایات میں نقل ہوئی ہیں اسکی عبارت:

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی محمد و اٰل محمد.

اور لعنت کے سلسلے میں امام محمد باقر علیہ السلام سے یہ روایت ہوئی ہے۔

اِذَا انْحَرَفْتَ عَنْ صلوٰةٍ مکتوبة فَلاَ تحزن اِلَّا بانصراف لَعْنِ بَنِیّ اُمَیَّةِ

بنی امیہ پر لعنت بھیجے بغیر اپنے رخ کو قبلہ کی طرف سے نو موڑو کیونکہ یہ خاندان اسلام کے لئے ننگ و عار تھا۔ اسکے سارے افراد معصومین علیہم السلام کے سخت مخالف تھے لہٰذا وہ قرآن کی رو سے مستحقین نفرین ولعنت ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام ہر واجب نماز کے بعد چار مرد اور چار عورتوں پر جو کہ مقام امامت کے سخت دشمن تھے لعنت بھیجتے تھے۔ اسلام نے ہمیں حکم دیا ہے کہ نماز وحج و دیگر عبادتوں میں ہم شیاطین پر لعنت بھیجیں اور تمام کفار اور منافقین سے اپنی برأت کا اعلان کریں۔

لہٰذا نماز کے تعقیبات میں دشمنان خدا و رسول و آل رسول سے بیزاری کرنا۔ آئمہ معصومین علیہم السلام کی سنت ہے۔

تسبیح زہراؑ

نماز کے تقیبات میں جناب فاطمۃ الزہراؑ کی تسبیح بھی ایک اہم جزء ہے جو اس طرح پڑھی جاتی ہے کہ چونتیس مرتبہ اللہ اکبر تینتیس مرتبہ الحمدللہ اور تینتیس مرتبہ سبحان اللہ اس تسبیح کو رسول خدا نے اپنی پارہ جگر جناب فاطمۃ الزہراؑ کو ہر واجب نماز کے بعد پڑھنے کے لئے کہا جسکی تاکید ہر امام معصومؑ نے کی ہے جس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں تسبیحات میں سب سے بہتر جناب فاطمۃ الزہراؑ کی تسبیح ہے جسے رسول خدا نے اپنی دختر خاتون محشر کو تعلیم فرمایا چنانچہ متعدد روایات میں یہ بات وارد ہوئی ہے کہ امام حسینؑ کے مرقد مطہر کی خاک پاک کی تسبیح کے دانوں پر جناب فاطمۃ الزہراؑ کی تسبیح پڑھنے کا زیادہ ثواب ہے۔ یہاں تک کہ بغیر ذکر کے تسبیح کے دانوں کو انگلیوں سے گردش دینے سے بھی ثواب ہے ایک روایت میں وارد ہے کہ جس وقت تسبیح پڑھنے والا خاموش ہوتا ہے اور اسکی انگلیوں میں خاک شفا کے تسبیح کے دانے ہوتے ہیں تو وہ دانے خود ذکر خدا کرنے لگتے ہیں اور یہ تسبیح ہمیں کربلا کے اس عظیم واقعہ کی یاد دلاتی رہتی ہے کہ جس میں سید الشھداء نے کس مظلومی کے عالم میں دشمنان دین خدا سے جہاد کیا اور شہید ہوئے۔

سجدہ شکر

خدوند عالم کی نعمتوں پر شکر بجالانا ہر عبادت کی تہذیب اور معرفت خدا کی نشانی ہے۔ جس کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے اللہ کی نعمتوں کا ذکر کرنے سے انسان کے اندر خدا کی محبت اور زیادہ پیدا ہوتی ہے۔ اور بندے پر اللہ کی نعمتوں کے نزول میں فراوانی کا سبب بنتی

ہے اگر چہ خداوند عالم کی نعمتوں کا واقعی شکر ادا کرنا انسان کی قوت و طاقت سے باہر ہے پھر بھی ہر انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنی طاقت کے مطابق شکرانہ ادا کرے خدا کے شکرانہ کی مختلف صورتوں میں ایک صورت سجدہ شکر کی ہے اس کے لئے انسان زمین پر اپنی پیشانی کو رکھ کر اس کا شکرانہ ادا کرے لہٰذا سجدہ شکر بھی نماز کے تعقیبات کا ایک جز قرار پاتا ہے۔

علامہ مجلسیؒ نے بحار الانوار میں نماز کے تعقیبات کے سلسلہ کی روایات آئمہ معصومین علیہم السلام سے نقل کی ہیں جن میں متعدد روایات سجدہ شکر کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں نما کے بعد کا یہ سجدہ شکر در حقیقت اس بات کا شکرانہ ہوتا ہے کہ بندہ خدا کو نماز کے مکمل کر کی توفیق حاصل ہوگئی۔

سجدہ شکر میں تین مرتبہ شکراً اللہ کہنا کافی ہے۔ لیکن ایک حدیث میں وارد ہوا کہ انسا اس سے پہلے ایک ہی سانس میں جب تین مرتبہ یارب یارب یارب کہتا ہے تو خداوند عا اس سے لبیک کہتے ہوئے خطاب کرتا ہے کہ (لبیک ما حاجتک؟) اے میرے بندے تیر کیا حاجت ہے؟ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد کا سجدہ شکر نماز کو مکمل کرتا ہے۔ اسکے بعد بندے کو مرضی خدا حاصل ہوتی ہے۔ اور آسمان کے فرشتے اسکی عباد پر فخر و مباہات کرنے لگتے ہیں اس وقت خداوند عالم ان فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ اے فرش ہمارے اس شاکر بندے کا ثواب کیا ہونا چاہیئے۔ تو فرشتے جواب دیتے ہیں کہ خدایا تیر رحمت تیری بہشت اسکی جزاء ہونی چاہئے اور اسکے تمام مشکلات دور ہونے چاہئیں۔ لیک خداوند عالم جب خاموش رہتا ہے تو فرشتے پھر عرض کرتے ہیں کہ خدایا ہم نہیں جانتے ک اس بندہ خدا کے سجدہ شکر کی کیا جزاء ہے تو اس وقت خداوند عالم فرماتا ہے جس صورت اس نے میرا شکر یہ ادا کیا ہے میں بھی اسکا شکریہ ادا کرتا ہوں تو اس وقت فرشتے سمجھتے ہیں ک اللہ کی رضا وہ عظیم شئی ہے جو اسکی جنت اور رحمت سے بھی بلند و بالا ہے۔

جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے خداوندہ عالم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا

تم نے جو ہماری نماز پڑھی اور اس میں جو سجدے کئے اس کی بناء پر میں نے تمہیں پیغمبری عطا کی۔

مستحی نمازیں (نوافل)

واجب نمازیں جو کہ سترہ رکعت ہیں جن کے مقابل میں اور بھی دوسری نمازیں جن کا ثواب واجبی نمازوں سے کہیں زیادہ ہے جن کا ادا کرنا ہر بندے کے لئے مستحب ہے اور ان کو نوافل بھی کہتے ہیں جو کہ نافلۃ کی جمع ہے اور نفل کے معنی لغت میں اضافہ کے ہیں نوافل نمازوں کی تعداد واجب نمازوں کی دوگنی یعنی چونتیس رکعت ہے۔

۱۔ نماز صبح کی نافلہ دو رکعت ہے جو نماز صبح سے پہلے ہے۔

۲۔ نماز ظہر کی نافلہ آٹھ رکعت ہے جو نماز ظہر کے قبل ہے۔

۳۔ نافلۃ نماز عصر بھی نماز عصر کے پہلے پڑھی جاتی ہے جو آٹھ رکعت ہے۔

۴۔ نماز مغرب کی نافلۃ چار رکعت جو نماز مغرب کے بعد میں ہے۔

۵۔ نماز عشاء کی نافلۃ دو رکعت ہے جو نماز عشاء کے بعد بیٹھ کر پڑھی جاتی ہے۔

۶۔ نماز شب گیارہ رکعت ہے جو فجر سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔

آٹھ رکعت نافلۃ شب کے نام سے پڑھی جاتی ہے جسے نماز تہجد بھی کہتے ہیں پھر دو رکعت نماز شفع کے نام سے پڑھی جاتی ہے اور آخر میں ایک رکعت نماز وتر کے نام سے پڑھی جاتی ہے حدیث میں ہے کہ نافلۃ نمازیں ایک ایسا ھدیہ ہے جن کو اللہ ہر حالت میں بندے سے قبول کرتا ہے۔

روایات میں ان نمازوں کی تاکید ہوئی ہے اور اللہ نے بندوں کو نوافل کی جو تشویق دلائی ہے تو اسکے لئے بندے کو عشق الٰہی میں سرشار ہو کر اس طرح ادا کرنا چاہئے کہ اسے اپنے اوپر

بار و بوجھ نہ سمجھے اور کوشش کرے کہ اس کا دل اور اسکی روح پوری طرح خلوص کے ساتھ اللہ کی کی طرف مائل ہو۔

امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بندہ خدا پر دو کیفیتیں طاری ہوتی ہیں کبھی اس کا دل اللہ کی طرف بڑھتا ہے اور کبھی نہیں بڑھتا ہے اور جب اللہ کی طرف دل بڑھ رہا ہو تو اس وقت مستحی نمازوں کو ادا کرے۔

اسی لئے مستحی نمازوں کی ادائیگی میں واجب نمازوں کے مقابل کچھ سہولتیں دی گئیں ہیں کہ جس سے بندہ خدا اللہ کی طرف زیادہ مائل ہو۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ مستحی نمازوں کو اختیاری حالت میں بھی کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر دونوں صورتوں میں پڑھا جاتا ہے۔

۲۔ مستحی نمازوں میں صرف سورہ حمد کی تلاوت کے بعد رکوع کیا جاسکتا ہے۔

۳۔ مستحی نماز میں پہلی اور دوسری رکعت کے درمیان شک ہو جائے تو نماز باطل نہیں ہوگی۔ اور نماز گزار کو اختیار رہتا ہے کہ وہ شک کی حالت میں پہلی رکعت قرار دے یا دوسری۔

۴۔ مستحی نماز میں سہواً اگر کوئی کمی یا زیادتی ہو جائے تو اسکی تلافی کے لئے سجدہ سہو نہیں ہوتا۔ مستحی نماز کو مسجد میں ادا کرنے کی تاکید نہیں ہے جبکہ واجب نماز میں اسکی تاکید کی گئی ہے یہ تمام آسانیاں اس لئے دی گئی ہیں کہ بندہ ان کی ادائیگی کا شوق پیدا کرے اور اسکا دل ان نمازوں کی طرف بڑھے اگر مستحی نمازیں قضا ہو گئیں تو اسکو کسی وقت بھی پڑھا جاسکتا ہے اور اس صورت میں بھی اسکے ثواب میں کمی نہیں ہوتی، اور خداوند عالم فرشتوں سے خطاب کرتا ہے کہ دیکھو ہم نے اپنے بندے پر یہ نمازیں واجب نہیں کی ہیں پھر بھی وہ قضا ہونے کے بعد ادا کر رہا ہے لہٰذا تم گواہ رہنا کہ میں نے اسکو بخش دیا ہے۔

نماز شب

نافلہ نمازوں میں نماز شب خاص اہمیت کی حامل قرار دی گئی ہے کہ جس کی تاکید قرآنی آیات اور احادیث میں کی گئی ہے اور دیگر مستحبی نمازوں میں ایک خاص فضیلت حاصل ہے۔اسی لئے اولیاء خدا راتوں کو جاگ کر اس نماز کو پابندی سے ادا کرتے رہے ہیں۔

خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ نے اس نماز کو اسی آیت کے ذریعہ فرض کی۔

وَ مِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِه نَافِلَةً لَّک.

(سورہ اسراء آیت ۷۹)

ترجمہ: اور رات کے ایک حصہ میں نماز تہجد پڑھا کرو یہ آپ کے لئے اضافہ خیر ہے۔

اسی طرح راتوں کو اٹھ کر نماز شب ادا کرنے والوں کی توصیف میں قرآن مجید نے بیان کیا ہے۔

وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ

(سورہ آل عمران، آیۃ ۱۷)

ترجمہ: اور ہنگام سحر استغفار کرنے والے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّداً وَّ قِيَامًا.

(سورہ فرقان آیۃ ۶۴)

ترجمہ: یہ لوگوں راتوں کو اس طرح گزارتے ہیں کہ اپنے رب کی بارگاہ میں کبھی سر بسجود رہتے ہیں اور کبھی حالت قیام میں رہتے ہیں۔

كَانُوْا قَلِيْلاً مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ.

(سورہ ذاریات آیۃ ۱۷)

ترجمہ: یہ رات کے وقت بہت کم سوتے تھے۔

(دوسری آیت میں بھی اس طرح کا بیان آیا ہے کہ اللہ والے نماز شب کے لئے صبح میں کافی پہلے اپنے گرم بستروں کو چھوڑ دیتے ہیں اور نماز شب میں مشغول ہو جاتے ہیں۔اور انکا ثواب بہشت اور حوران بہشت کے علاوہ دنیا میں انکے چہرہ کا وہ نور ہے جو اللہ نے نماز شب کے عوض ان کے لئے مخصوص کیا ہے، جیسا کہ اس آیت میں بیان ہوا ہے۔

فَلا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا اُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ.

(سورہ سجدہ آیہ ۱۷)

ترجمہ: پس کسی نفس کو نہیں معلوم ہے کہ اس کے لئے کیا کیا خنکی چشم کا سامان چھپا کر رکھا گیا ہے۔

اسی طرح نماز شب ہمیشہ تمام انبیاء کرام کا وظیفہ رہا ہے۔

اور رسول خدا نے حضرت علی علیہ السلام سے متعدد مقامات پر یہ کہہ کر تاکید فرمائی ہے:

عليک بِصلوٰة الليل عليک بصلوٰة الليل عليک بصلوٰة الليل شرف المومن صلاته بالليل

مومن کا شرف اسکی نماز شب ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں جن گھروں میں نماز شب پڑھی جاتی ہے اور قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے وہ گھر آسمانی فرشتوں کے لئے ستاروں کی طرح چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔نماز شب پڑھنے والا چونکہ سحر خیز ہوتا ہے لہٰذا وہ صبح کی تازی ہوا (جو کہ صحت کے لئے انتہائی مفید ہوتی ہے) سے پوری طرح نشاط اور سرور حاصل کرتا ہے۔

جیسا کہ اس حدیث میں وارد ہوا ہے۔

قیام اللیل مصحةٌ بدن

شب زندہ داری بدن کو صحت عطا کرتی ہے۔

اور دوسری حدیث میں اس طرح وارد ہوا ہے۔

و مَطرَدَة الداء عن اجسادکم

نماز شب تمہارے جسموں کے مرض کو دور کر دیتی ہے نماز شب پڑھنے والوں کا اللہ راستہ استوار کرتا ہے اور اسکے دل میں اللہ کی محبت کو نافذ کرتی ہے جس کی بناء پر وہ نیند سے اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور اپنے محبوب سے راز و نیاز میں مشغول ہو جاتا ہے۔

اور اگر یہ محبت و عشق نہ ہو تو کیوں کر انسان رات کی تاریکی میں اپنے گرم بستر سے اٹھ کر خلوت کے عالم میں اپنے معشوق و محبوب سے راز و نیاز کرے۔

حدیث قدسی میں خود خداوند عالم فرماتا ہے۔

کذب مَنْ زَعَمَ اَنّہ یُحِبّنِیْ فاذا جَنَّہُ اللیل نَامَ عَنّیِ اَلَیْسَ کُلُّ محب یحب خلوۃ حبیبہ

جو شخص مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور اسکے باوجود پوری رات سوتا رہتا ہے۔ وہ جھوٹا ہے۔ کیا ایسا نہیں ہے کہ ہر عاشق اپنے معشوق سے خلوت میں دوستی رکھتا ہے اور راز و نیاز کی باتیں کرتا ہے۔

نماز شب ایک ایسی توفیق چاہتی ہے جس کو خداوند عالم سے طلب کرنا چاہیئے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان اتنے جھوٹ بولتا اور گناہ کرتا ہے کہ جس کے سبب نماز شب کی توفیق سے محروم ہو جاتا ہے اور اس عظیم عبادت کی شیرینی سے لطف اندوز نہیں ہو پاتا ہے جیسا کہ اس حدیث میں وارد ہوا ہے:

اِنَّ الرَّجُلَ لَیَکْذِبُ الکِذْبَۃَ فَیُحْرَمُ بھا عَنْ صَلاۃَ اللّیل

کبھی انسان اتنا جھوٹ بولتا ہے کہ اس کے سبب نماز شب سے محروم ہو جاتا ہے لہٰذا وہ انسان جو مسلسل نماز شب ادا کرتا ہے۔ اس کے نفس میں وہ کمال و صفا پیدا ہو جاتا ہے کہ جس کے سبب خدا سے قربت کی اس منزل پر پہونچ جاتا ہے کہ اس کی آنکھ حق کے علاوہ کچھ دیکھتی ہی نہیں اسکے کان حق کے علاوہ کچھ سنتے ہی نہیں اور اسکے اعضاء و جوارح حق کے علاوہ کوئی دوسرا عمل انجام نہیں دیتے ہیں اور ایسی منزل میں اسکی ہر دعا قبول ہوتی ہے۔

اور ایک حدیث میں اس طرح وارد ہوا ہے۔

مَنْ حَقَّرَہُ فَاِنَّمَا یُحَقِّرُ اللّٰہَ

جس نے نماز جماعت کو حقیر جانا اس نے اللہ کو حقیر جانا۔

نماز جماعت میں مستقل شرکت کرنے سے انسان منافق ہونے سے محفوظ رہتا ہے اور ہر قدم جو نماز جماعت کے لئے مسجد کی طرف بڑھتا ہے اسکا ثواب محفوظ ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ شخص جو مسجد میں جا کر نماز جماعت کے لئے انتظار کرتا ہے اسکا بھی ثواب محفوظ ہو جاتا ہے اور یہ ثواب ایسا ہوتا ہے کہ جیسے نماز میں مشغول ہو۔

نماز جماعت میں نماز گزاروں کی تعداد میں جس قدر اضافہ ہو جاتا ہے اتنا ہی اسکا ثواب بڑھتا چلا جاتا ہے جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَا کَثُرَ فَھُوَ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ

جتنی نماز گزاروں کی کثرت ہوتی ہے اتنی ہی اللہ کی محبوبیت بڑھتی ہے جیسا کہ حدیث میں اس ثواب کو مندرجۂ ذیل تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

اگر مقتدی ایک شخص ہو تو اسکا ثواب ایک سو پچاس نمازوں کے برابر ہے اگر مقتدی دو نفر ہیں تو اس نماز کا ثواب چھ سو نمازوں کے برابر ہو جاتا ہے۔ اگر مقتدی تین نفر ہیں تو اسکا ثواب بارہ سو نمازوں کے برابر ہے اگر مقتدی چار نفر ہیں تو اسکا ثواب چوبیس سو نمازوں کے

برابر ہے۔ اگر مقتدی پانچ نفر ہیں تو اسکا ثواب اڑتالیس سو نمازوں کے برابر ہے اگر مقتدی چھ نفر ہیں تو اسکا ثواب چھیانوے سو نمازوں کے برابر ہے۔ اگر مقتدی سات نفر ہیں تو اسکا ثواب انیس ہزار دو سو کے برابر ہے اگر اقتداء کرنے والے آٹھ نفر ہیں تو اسکا ثواب چھتیس ہزار چار سو کے برابر ہے اور اگر اقتداء کرنے والے وامام جماعت دس نفر ہوئے تو اسکا ثواب بیاسی ہزار آٹھ سو کے برابر ہے لیکن اگر یہی عدد دس نفر سے زیادہ ہوئی تو اسکے ثواب کے حساب کو خدا کے علاوہ کوئی بھی جان نہیں سکتا۔ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے جو شخص نماز جماعت کو دوست رکھتا ہے تو خدا اور اسکے فرشتے اسے دوست رکھتے ہیں۔

پیغمبر ختمی مرتبت کے زمانے میں جب بھی نماز جماعت میں کچھ افراد کی کمی واقع ہوتی تھی تو آنحضرت کو ان افراد کے سلسلہ میں فکر لاحق ہو جاتی تھی۔

اور آپ فرماتے تھے کہ صبح اور عشاء نماز جماعت میں شرکت صرف منافقوں کو ہی بار محسوس ہوتی ہے۔

قرآن مجید نے بھی منافقوں کے اوصاف میں ایک صفت یہ بھی بیان کی ہے کہ وہ نماز میں سستی کرتے ہیں اور بدحالی اور بے حالی سے پڑھتے ہیں لہٰذا مسلمانوں کے درمیان وہ لوگ جو سحر خیز ہوتے ہیں اور دور دور سے گرمی سردی برسات ہر موسم میں مسافت طے کر کے نماز جماعت میں شریک ہوتے ہیں تو ان کی یہ شرکت انکے سچے ایمان اور مخلصانہ محبت کی گواہی بنتی ہے نماز جماعت میں شرکت کسی مخصوص جگہ یا حالت ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ انسان کو چاہئے کہ وہ ہر جگہ ہر حالت میں نماز جماعت میں شرکت کرے ہر انسان کے لئے یہ عظیم سعادت ہے کہ وہ ہر جگہ ہر حالت میں نماز جماعت کے لئے فکرمند رہے جیسا کہ رسول اللہ نے اسکا شوق دلایا ہے۔

صلوٰة الرجل فی جماعة خیرٌ من صلاته فی بیته اَرْبَعِیْنَ سَنَةٍ

قیل یا رسول اللّٰہ صلوٰةُ یوم فقال رسول اللّٰہ صلوةٌ وَاحدَةٌ

ایک نماز جو جماعت کے ساتھ ادا کی جائے وہ چالیس سال کی نمازوں سے جو گھر میں پڑھی جائے بہتر ہے آپ سے کسی نے پوچھا یا رسول اللہ ایک دن کی نماز تو آپ نے فرمایا ایک نماز نیز یہ بھی آپ نے فرمایا کہ نماز جماعت کی صفیں اس طرح ہیں کہ جیسے چوتھے آسمان پر فرشتوں کی صفیں پہلی وہ نماز جو جماعت کے ساتھ ادا کی گئی۔

اسکی امامت واقتداء، رسول خدا نے فرمائی اور حضرت علی اور انکے بھائی جعفرؓ طیار مقتدی اور ماموم قرار پائے اور یہ منظر جب ابوطالب نے دیکھا کہ ان کا بیٹا علی پیغمبر کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا ہے تو انہوں نے اپنے دوسرے بیٹے جعفر سے فرمایا کہ جاؤ تم پیغمبر کا دوسرا پہلو مکمل کرو اور یہ دو تین افراد کی جماعت:

فَاصْدَعْ بِمَا تُومَرُ

کی آیت کے نزول کے بعد ہوئی کہ جس آیت کے ذریعہ پیغمبر کو اعلانیہ تبلیغ کی دعوت دی گئی۔

نماز جماعت کے اثرات

نماز جماعت کے پابند لوگوں کو بے انتہا ثواب کے علاوہ دوسرے اجتماعی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں جن میں کچھ اثرات کو اشارۃً بیان کر رہے ہیں۔

ا۔ معنوی اثرات جیسا کہ ہم نے کہا کہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے میں بے حد معنوی اثر رکھتی ہے کہ اسکا ثواب پیش خدا بہت زیادہ ہے رسول خدا فرماتے ہیں۔

لِاَنْ اُصَلِّیْ الصُّبْحَ فِیْ جماعَةٍ اَحبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اُصَلِّی لَیْلَتِی حَتّٰی اُصْبِحَ

اگر میں نماز صبح جماعت سے پڑھ لوں تو وہ نماز مجھے ان ساری نمازوں سے زیادہ محبوب

وارد ہوئی ہے کہ جس جماعت میں نمازیوں کی تعداد دس سے زیادہ ہوجائے تو اگر تمام آسمان کاغذ بن جائیں سارے سمندر روشنائی بن جائیں اور سارے درخت قلم بن جائیں اور سارے فرشتے اسکا ثواب لکھنے بیٹھیں تو ایک رکعت کا ثواب اتنا زیادہ ہوگا کہ اسے وہ لکھ نہیں سکتے۔ وہ نماز جماعت جو تاخیر سے پڑھی جائے تو اس نماز فرادیٰ سے بہتر ہے کہ جو اول وقت میں پڑھی جائے۔

اجتماعی اثرات

نماز جماعت عالم اسلام میں مسلمانوں کے اتحاد و وحدت کا پیش خیمہ بنتی ہے اور برادری واخوت کی روح قرار پاتی ہے۔ اور لوگوں کو ایک دوسرے سے بے تکلف کردیتی ہے نماز جماعت دنیا کا وہ واحد اجتماع ہے کہ جس میں سب سے زیادہ کم خرچ ہے۔ اور سب سے زیادہ پاک وصاف فوائد ہیں اور لوگوں کی آپس میں ملاقات کا بہترین ذریعہ ہیں کہ جس سے ایک دوسرے کے مشکلات معلوم ہوتے ہیں اور ان کے حل کے سامان فراہم ہوتے ہیں اور تمام لوگ ایک دوسرے کے تعاون پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔

۳۔ سیاسی اثرات: نماز جماعت غیر مسلموں پر مسلمانوں کی قدرت وطاقت اور انکے صفوف کی اتحاد و وحدت کی دھاک بٹھاتی ہے آپس کے تفرقوں کو دور کرتی ہے اور دشمنوں کے دلوں کو مرعوب کرتی اور منافقوں کو مایوس کرتی ہے اور بدخواہوں کو دور کردیتی ہے۔ اور نماز جماعت امام کو امت سے ملادیتی ہے۔

۴۔ اخلاقی وتربیتی اثرات

نماز جماعت میں مختلف افراد ایک صف میں کھڑے ہوجاتے ہیں جس سے قومی لسانی صنفی اور مالی واقتصادی امتیازات دور ہوجاتے ہیں اور ایک دوسرے کے دلوں میں الفت و

کرنے لگتے ہیں اس سے آدمی وقت کا پابند بنتا ہے اور اپنے دیگر امور حیات میں نظم واصول کی پابندی کرتا ہے نماز جماعت کا پابند شخص کبھی اپنے کو تنہا نہیں سمجھتا اور نہ ہی اپنی طاقت پر غرور وگھمنڈ کرتا ہے۔ نماز جماعت گفتار وکردار میں وحدت پیدا کرتی ہے اور لوگوں سے احساس کمتری دور کردیتی ہے اور جو سب سے زیادہ علم رکھنے والا اور پرہیزگار ہوتا ہے وہی امام قرار پاتا ہے گویا ایک طرح سے نماز جماعت علم وتقویٰ اور عدالت کا شوق دلاتی ہے۔

نماز جماعت لوگوں کے سینوں سے بغض وحسد وکدورت کو دور کرتی ہے اور اسکی جگہ معرفت اور عبودیت اور خضوع وخشوع کو سینوں میں محفوظ کردیتی ہے یہی وہ اثرات ہیں جن کی بناء پر نماز جماعت کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے یہاں تک کہ ایک اندھا شخص رسول خدا کے پاس نماز جماعت میں شرکت نہ کرنے کے لئے اپنی نابینائی کا عذر پیش کرنے آیا تو آپ نے فرمایا کہ اپنے گھر سے مسجد تک ایک رسی باندھ لوجسکے سہارے سے نماز جماعت میں شریک ہوسکتے ہو ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص نماز جماعت میں شریک نہ ہوتا ہو تو اسکے یہاں رشتہ نہ کرو اور کسی سے اسکی سفارش نہ کرو۔

امام جماعت

نماز جماعت میں جو شخص آگے ہوتا ہے اور لوگ اسکی اقتداء کرتے ہیں تو اسے امام کہتے ہیں اور بعض لوگ اسے پیش نماز بھی کہتے ہیں اسلام کے سیاسی اور اجتماعی نظام میں وہ شخص جو کچھ لوگوں کا پیشوا ہوتا ہے وہ کچھ ایسی فضیلتوں کا حامل ہوتا ہے کہ جو دوسروں کے لئے پیروی کا سبب بنتا ہے ایسے ہی نماز جماعت میں بھی پیش نماز کے لئے علم وعمل وتقویٰ اور عدالت کی فضیلتوں کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے:

فَقَدِّمُوْا اَفْضَلَکُمْ وَ فَقَدِّمُوْا خیارَکُمْ

تم میں جو بہتر اور افضل ہیں انہیں آگے کرو۔ اور انکی اقتداء اور پیروی کرو۔

اب ہم امام جماعت کی کچھ صفتوں کی طرف اشارہ کریں گے امام جماعت کو ایسا ہونا چاہیئے کہ اقتداء کرنے والے لوگ اس کے ایمان پر مطمئن رہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ امام جماعت ایک ایسا رہبر ہے جو تم کو خدا کی طرف لے جاتا ہے لہٰذا تمہیں سوچنا چاہیئے کہ تم کس کی اقتداء کر رہے ہو۔

جناب ابوذرؓ فرماتے ہیں تمہارا امام قیامت میں تمہاری شفاعت کرے گا لہٰذا شفیع کو بیوقوف اور فاسق نہیں ہونا چاہیئے۔

وہ افراد جو بیوقوف ہوتے ہیں وہ اپنے دین اور امامت کے سلسلہ میں غلو کرتے ہیں ان کی امامت سے روکا گیا ہے اور وہ لوگ جو معاشرہ اور اجتماع میں اعلانیہ گناہ کی بناء پر سزا پائے ہوئے ہیں یا وہ افراد جو غیر حلالی ہوتے ہیں انکی امامت سے روکا گیا ہے۔

لہٰذا امام جماعت کو ایسا ہونا چاہیئے کہ لوگ اس پر اطمینان کریں ورنہ اسکی اقتداء میں نماز بارگاہ خداوندی میں قابل قبول نہیں ہوتی ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔

خذو زِیۡنَتَکُمۡ عند کل مسجد

(سورہ اعراف آیت ۳۱)

کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مسجد کی زینت شائستہ اور متقی امام جماعت سے ہوتی ہے اچھا پاکیزہ اور خوشبودار لباس بھی مسجد کی زینت کا ایک سبب بنتا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں امام جماعت کو عالم اور مُفکّر ہونا چاہیئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص عالم اور متقی امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے گویا وہ شخص میرے اور حضرت ابراھیم علیہ السلام کی اقتداء میں نماز پڑھتا ہے امام جماعت کو چاہیئے کہ کمزور تر افراد کی رعایت کرتے ہوئے نماز مین طول نہ دے مندرجہ بالا احادیث

امام جماعت کا انتخاب

جیسا کہ بیان ہو چکا امام جماعت کے لئے فضیلتوں کا ہونا شرط قرار پاتا ہے پس اگر کسی جگہ ان شرائط کے حامل کئی افراد پائے جاتے ہیں تو ان شرائط میں اولیت سب سے بہتر فرد کو دی جائے گی جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ جو سب سے اچھا قاری ہو۔

۲۔ جس نے ہجرت میں پیش قدمی کی ہو۔

۳۔ جو دین شناسی اور علمی مراتب میں اولٰی اور بہتر ہو۔

۴۔ جو عمر میں سب سے بڑا ہو۔

۵۔ جو قرآن سے زیادہ انسیت رکھتا ہو۔

۶۔ جو سب میں خوبصورت ہو۔

۷۔ جو شہر میں سب سے پہلے مقیم ہوا ہو اور صاحب مسکن ہو

۸۔ جس کی امامت قدیم ہو، اور ان تمام امتیازات میں اعلمیت کو پہلی فضیلت حاصل ہے۔

جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔

مَنۡ صَلّٰی بِقَوۡمٍ و فِیۡهِمۡ مَنۡ هُوَ اَعۡلَمُ مِنۡهُ لَمۡ یَزَلۡ اَمۡرُهُمۡ اِلی السِّفال ا،لٰی یَوۡمِ القیٰمة.

جو شخص کچھ لوگوں کی اقتدار کرتا ہے اور اس معاشرہ میں اس سے زیادہ علم رکھنے والا موجود ہوتا ہے جس کی اقتداء نہیں کی جاتی ہے تو ایسے معاشرہ کی حالت قیامت تک پستی اور سکوت تک چلی جاتی ہے احادیث میں وارد ہوا ہے کہ امام جماعت کو معاشرہ میں قابل اطمینان ہونا

اورلوگوں کواس سلسلہ میں لاپرواہی اورغفلت نہ برتنا چاہیئے اس لئے کہ منافق اور فاسق افراد جواسلام اورعلماء اسلام کے دشمن ہوتے ہیں انکی اقتداءاورامامت سے معاشرہ اتنا بدنام ہوجاتا ہے کہ زوال اور پستی کی طرف چلا جاتا ہے لہٰذا لوگوں کوخبرداراور ہوشیار رہنا چاہیئے کہ ایسے شیطان افراد کی اقتداء نہ کریں کہ جواسلام اور علماء اسلام کے ذلت وخواری کا سبب بنیں۔

امام جماعت کی عدالت

امام جماعت کے شرائط میں پہلی شرط علم اور دوسری شرط عدالت فقہ کی کتابوں میں فقہائے اسلام نے عدالت کی جوتعریف کی ہے ان تعریفات میں ہم اس مقام پر امام خمینی رضوان اللہ علیہ نے عدالت کی جوتعریف کی ہے اسکونقل کررہے ہیں کہ عدالت انسان کی ایسی اندرونی اورمعنوی حالت وکیفیت کو کہتے ہیں کہ جس کے سبب وہ گناہان کبیرہ کوترک کرتا ہے اور گناہان صغیرہ کی تکرارنہیں کرتا ہے حسن عمل تقویٰ گناہوں سے دوری یہ سب عدالت کی نشانیاں ہیں اسلامی نظام میں عدالت ان امتیازات میں سے ایک امتیاز ہے جس کو اسلام کے قانون اساسی میں خاص اہمیت حاصل ہے اور اسلامی حکومت کے تمام عہدیداروں کے لئے اس کا ہونا شرط ہے چند موارد جس میں عدالت کا ہونا شرط ہے۔

اسلام کے عبادی وسیاسی مسائل میں امام جماعت کا وامام جمعہ وخطیب کا عادل ہونا شرط ہے۔

اسلام کے سیاسی اورحقوقی مسائل میں فقہا کا عادل ہونا شرط ہے۔

اسلام کے حقوقی اورعدالتی مسائل میں ذمہ دار اور قاضی کے لئے عادل ہونا شرط ہے تاکہ وہ سچے اور عادل افراد کی گواہی پر فیصلہ کرے اسلام کے اخلاقی اورتربیتی مسائل میں اسکے ذمہ دارافراد کے لئے عادل ہونا شرط ہے۔

اسلام کے اقتصادی مسائل میں بیت المال کے نگراں افراد کے لئے عادل ہونا شرط ہے۔

اسلام کے اجتماعی اورفرہنگی مسائل میں بھی ذمہ دارافراد کا عادل ہونا شرط ہے۔تاکہ وہ فاسق افراد کی خبر پراعتماد نہ کرے اور تحقیق اور جستجو کے ساتھ اپنی ذمہ داری سے سبک دوش ہو۔

اسلام کے فوجی اور نظامی مسائل میں تینوں اقسام کی افواج کے ذمہ دارافراد کے لئے عادل ہونا شرط ہے تاکہ مظلوم افراد پرظلم نہ کرے۔

چنانچہ اسلام کے حکومتی نظام میں تمام ذمہ دارافراد کے لئے عدالت شرط ہے جس کی وجہ سے ایک صحیح اور منظّم حکومت سامنے آتی ہے۔

عدالت کوکیسے پہچانیں

اگرچہ عدالت وہ ملکہ ہے جس کاتعلق انسان کے باطن سے ہے لیکن وہ نشانیاں جوایک عادل فرد کی روزانہ کی زندگی میں ظاہر ہوتی ہیں ان سے اسکی عدالت کا پتہ چلتا ہے۔

جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ عادل کسے کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا:

اذا غَضَّ طَرَفَهُ من الْمَحَارِمِ و لِسَانَهُ عَنِ الماثم و كَفَّهُ عَنِ المظالم.

عادل وہ شخص ہوتا ہے جوحرام کاموں سے چشم پوشی کرے جس کی زبان غیبت اور تہمت جیسے گناہوں سے محفوظ رہے اور جس کا ہاتھ ظلم کی طرف نہ بڑھے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ عَامَلَ النَّاس فَلَمْ يَظْلِمْهُمْ وَ حَدّ ثهم فَلَمْ يَكْزِبْهُمْ وَ وَعَدَهُم

فَلَمْ يُخْلِفُهُمْ فهو ممن كَمَلَتْ مُرُوَّتُهُ و ظَهَرَتْ عَدَالَتُهُ

جوشخص لوگوں کے ساتھ معاملات میں ظلم نہ کرے اور بات کرنے میں جھوٹ نہ بولے اور وعدہ کرکے اس کی مخالفت نہ کرے تو وہ ان لوگوں میں ہے جس کی مروت کامل اور عدالت آشکار ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ ہم کسی کی عدالت کو کیسے پہچانیں تو آپ نے فرمایا کہ جوشخص باعفت اور باحیا ہو اور خوراک اور گفتار میں اصراف نہ کرتا ہو اور اپنے کو گناہوں سے آلودہ نہ کرتا ہو اور زنا، یا شراب خوری جیسے گناہان کبیرہ سے پرہیز کرتا ہو۔ اور مسلمانوں کے اجتماعات میں شریک ہوتا ہو تو ایسا شخص عادل ہے۔

پھر تم اسکے عیوب کی جستجو اور تفتیش نہ کرو اور اس سے پرہیز کرو جو ہر حال میں حرام ہے۔

جیسا کہ دیگر روایات میں وارد ہوا ہے کہ جوشخص نماز پنجگانہ با جماعت پڑھتا ہے اس سے تم خوش گمان رہو اور اسکی گواہی کو قبول کرو فقہا کی اصطلاح میں ظاہری عدالت اسی کو کہتے ہیں اور جوشخص مسلمانوں کی محافل اور مجالس میں شریک ہوتا ہو۔ اور فسق و فجور و فساد اور گناہ کے مراکز سے دور رہتا ہو اس پر اطمینان کرو اور اسے عادل سمجھو۔

امام محمد باقر علیہ السلام خواتین کی عدالت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ وہ خاتون عادل ہے جو پردہ کرتی ہو محترم خاندان سے ہو اپنے شوہر کی اطاعت کرتی ہو۔

ناروا اور ناجائز چیزوں سے پرہیز کرتی ہو۔

بعض روایات میں فاسق کی یہ تعریف کی گئی ہے جو فسادات کے مراکز سے وابستگی رکھتا ہو اعلانیہ گناہ کی بناء پر سزا پایا ہوا ہو اپنے اردگرد کی آبادی میں بدکاری میں مشہور ہو اور لوگ اس سے سوء ظن رکھتے ہوں البتہ کسی شخص کی عدالت کے معنی ہرگز یہ نہیں ہے کہ ساری عمر میں اس سے کوئی گناہ صادر نہ ہوا ہو۔ کیونکہ یہ صفت صرف معصوم افراد میں پائی جاتی ہے جو انبیاء اولیاء

ہوتے ہیں ہمارے لئے کسی شخص کی عدالت ثابت ہونے کے لئے، صرف، کافی ہے کہ ہم اسکو کسی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے ہوئے نہ دیکھیں۔

البتہ کوئی شخص خود کو عادل نہیں کہتا اور لوگوں میں یہ اعلان کرتا ہو کہ میں عادل نہیں ہوں۔ لیکن لوگ اسے عادل سمجھتے ہوں۔ اور متقی ہونے کی حیثیت سے پہچانتے ہوں تو اسکی اقتداء کی جاسکتی ہے اور اگر لوگ نماز جماعت کی امامت کے لئے آرزو کریں تو ایسے شخص کو ان کے آرزو کا خیال کرتے ہوئے امامت کے لئے آگے آجانا چاہیئے ایک اور مسئلہ یہاں پر اس طرح سامنے آتا ہے کہ امام جماعت کا فسق جب ظاہر ہوجائے تو اسکی قبل کی نمازیں جو اسکے پیچھے پڑھی گئیں ہیں صحیح قرار پائیں گی جن کا اعادہ کرنا ضروری نہیں ہے۔

کیوں بعض لوگ جماعت میں نہیں جاتے

اتنے زیادہ ثواب اور اثرات ہونے کے باوجود بعض لوگ اس عظیم فیض سے محروم رہتے ہیں اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وہ لوگ مسجد کے پڑوس میں رہتے ہوئے جماعت میں شریک نہیں ہوتے ہیں اور مسلمانوں کے دکھ و درد میں حصہ نہیں لیتے ہیں۔

تو اسکی چند وجہیں ہیں بعض لوگ تو واقعاً ایسے مریض اور بیمار ہوتے ہیں جن کے لئے گھر سے باہر نکلنا دشوار ہوتا ہے تو یہ عذر سچا عذر ہوتا ہے لیکن اکثر افراد بغیر عذر کے مسجد کے پڑوس میں ہوتے ہوئے جماعت میں شریک نہیں ہوتے اور اسکے بے پناہ ثواب سے محروم رہتے ہیں۔

اسکی چند وجہیں ہیں

۱۔ نماز جماعت کے عظیم ثواب سے ناواقف ہیں۔

۲۔ خود نماز گزاروں میں ایسے بدخلق افراد ہوتے ہیں جن کی بناء پر دوسرے لوگ نماز جماعت سے بے رغبت ہوجاتے ہیں۔

۳۔ بعض لوگ امام جماعت کی بدزبانی کا بہانہ کرکے نماز جماعت میں شریک اس لئے نہیں ہوتے ہیں کہ ان کی نظر میں وہ عادل نہیں رہتا بعض لوگ امام جماعت کو ہم فکر نہیں پاتے لہٰذا وہ جماعت سے دوری اختیار کرتے ہیں۔

بعض لوگ امور دنیا میں اپنے کو اتنا مصروف و مشغول کر لیتے ہیں جس کی بناء پر وہ نماز جماعت کے عظیم ثواب کے حصول کی توفیق حاصل نہیں کر پاتے ہیں بعض لوگ مسجد اور جماعت کے افراد سے ناراضگی کی بناء پر جماعت کو ترک کر دیتے ہیں بعض لوگ اس بناء پر نماز جماعت میں شریک نہیں ہوتے کہ ان کی شرکت سے پیش نماز کی اہمیت بڑھ جائے گی اور اسکو تقویت ملے گی۔

بعض لوگ ذاتی اور طبیعی غرور کی بناء پر نماز جماعت میں شریک نہیں ہوتے اور بعض لوگ سست اور تن پرور ہوتے ہیں جسکی بناء پر نماز جماعت کے ثواب کی توفیق حاصل نہیں کر پاتے کیوں کہ اسے بار تصور کرتے ہیں۔ بعض لوگ نماز جماعت کی طولانی ہونے کی بناء پر شرکت نہیں کرتے۔

بعض لوگ مسجد کے متولی اور منتظم سے ناراضگی کی بناء پر نماز جماعت کو ترک کر دیتے ہیں غرض یہ سارے دلائل ایسے ہیں جن کو بہانہ کے طور پر غافل افراد اپناتے ہیں کہ جو ہرگز قابل قبول نہیں ہیں واقعاً اگر معاشرہ میں دین کا صحیح تصور اور عبودیت کا حقیقی شعور حاصل ہو جائے تو تمام ان بہانوں سے درگزر کر کے خلوص و دل بستگی کے ساتھ نماز کی صفوں میں آ کر کھڑے ہو جائیں اور اسکے عظیم ثواب کو ہاتھ سے جانے نہ دیں اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر امام جماعت کو عدالت سے ساقط نہ کریں اور اس وقت مساجد پوری رونق کے ساتھ آباد ہو جائیں جو ان کا بہترین مصرف ہے۔

لہٰذا سب سے پہلے نوجوانوں میں یہ شعور پیدا ہونا چاہئے کہ وہ نماز جماعت کے اسرار و رموز سے واقفیت حاصل کریں اور اسکے معنوی اثرات کو درک کریں اس کے بناء پر انہیں یہ

حوصلہ اور جذبہ حاصل ہو کہ وہ ایک بھی نماز بغیر جماعت کے نہ پڑھیں تو اس وقت ساری مسجدیں شان و شوکت کے ساتھ آباد ہوں اور اپنی معنویت کو محفوظ کر لیں اس سلسلہ میں محترم اساتذہ اور معلم نیز ماں باپ کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ پہلے وہ خود نماز جماعت میں شریک ہوں۔ اسکے بعد اپنے شاگردوں اور فرزندوں کو نماز جماعت کا پورا فائدہ پہلے خود حاصل کریں پھر اسکی تشویق فرزندوں اور بچوں کو دیں۔

دینی مدارس اگر مسجدوں کے پڑوس میں بنیں تو یہ بھی مساجد کی آبادی کا وسیلہ قرار پائیں گی۔

نماز قصر کے شرائط

اسلامی فقہ میں مسافر کے اوپر اس وقت نماز قصر ہو جاتی ہے کہ جب سفر میں مندرجہ ذیل آٹھ شرطیں پائی جائیں۔

۱۔ اس کا سفر آٹھ فرسخ یا اس سے زائد ہو کم نہ ہو۔

۲۔ اپنے سفر کے شروع ہونے سے پہلے آٹھ فرسخ کا ارادہ کر کے چلے۔

۳۔ بیچ راستہ میں ارادہ ٹوٹ نہ جائے۔

۴۔ آٹھ فرسخ کی مسافت طے کرنے میں اپنے وطن سے نہ گزرے دس روز یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔

۵۔ اس کا سفر حرام کام انجام دہی کے لئے نہ ہوا ہو۔

۶۔ وہ کثیر السفر نہ ہو۔

۷۔ خانہ بدوش نہ ہو۔

۸۔ حد ترخص تک نہ پہونچے۔

سفر کے دوران اگر انسان کا ارادہ کسی ایک جگہ پر دس دن ٹھہرنے کا ہے تو اسکی نماز قصر

نہیں ہوگی اور وہ چار رکعتی نمازوں کو پورا پڑھے گا۔

اور اگر اسکا واقعی ارادہ کسی جگہ دس روز سے زیادہ ٹھہرنے کا نہیں ہے اور ظاہری طور پر دس دن کا ارادہ کرلے تو نماز قصر نہیں بلکہ تمام پڑھے گا۔

اگر کسی شخص نے روز اول سے دس روز تک ٹھہرنے کا ارادہ کرلیا اور کسی وجہ سے درمیان میں اسکا ارادہ بدل گیا تو وہ باقی ایام میں نماز تمام پڑھے گا۔

اگر کوئی مسافرت سے اپنے وطن کو آرہا ہے تو خواہ وہ ایک روز کے لئے کیوں نہ ہو تو اسکی نماز مکمل ہوگی ہاں اگر کسی نے اپنے وطن کو ترک کردیا اور اسکو وطن تسلیم نہیں کررہا ہے تو وہاں اسکی نماز قصر ہوگی انسان کی زادگاہ اسکا اصل وطن کہلاتا ہے۔لیکن اگر کسی نے ترک وطن کی واقعی نیت کرلی ہے تو وطن میں بھی اسکی نماز قصر ہے اور جہاں بھی اس نے مکان لیکر وطن بنالیا ہے اگرچہ وطن یہ غیر اصلی ہے تو وہاں اسکی نماز وطن کی طرح پوری ہوگی اگر کوئی شخص دو جگہ رہتا ہے تو دونوں جگہ اسکے وطن میں شمار ہوں گے اس وقت تک جب تک کہ وطن اصلی کے علاوہ ہمیشہ رہنے کا ارادہ وہاں نہ رکھتا ہو تو وہ جگہ اس کا وطن شمار نہیں ہوگا۔

البتہ اگر کوئی شخص کسی جگہ ہمیشہ رہنے کا ارادہ نہیں رکھتا لیکن وہ اتنا رہ چکا ہوتا ہے کہ پاس و پڑوس کے لوگ اسکا وطن کہنے لگتے ہیں تو وہاں بھی اسکی نماز پوری ہوگی جو شخص زیادہ تر مسافرت میں رہتا ہے جیسے ڈرائیور پائیلٹ کشتی بان تو یہ لوگ کثیر السفر کہلاتے ہیں یہ ہر سفر میں نماز تمام پڑھیں چار مقدس اور محترم جگہیں ایسی ہیں جہاں مسافر چاہے قصر پڑھے یا ان مقامات کی عظمت وتقدس کی بناء پر چاہے تو پوری اور تمام پڑھے۔

۱۔ مسجد الحرام (یعنی خانہ کعبہ)
۲۔ مسجد نبوی
۳۔ مسجد کوفہ
۴۔ حرم سید الشہداء و مسجد متصل بر حرم آنحضرت

نماز قضا

نماز وہ حق ہے جو ہر انسان پر خدا کی طرف سے عائد ہوتا ہے جسکی انجام دہی ہر بالغ اور مکلّف انسان کے لئے واجب ہے پس جو شخص کسی بھی دلیل اور عذر کی بناء پر نماز واجب کو اسکے وقت میں ادا نہیں کرتا (جیسے فراموشی بے ہوشی سرمستی) یا اور کوئی مجبوری تو اسے چاہیئے کہ کسی وقت بھی اس ترک شدہ نماز کو ادا کرے اور اسی کو نماز قضا کہتے ہیں البتہ وہ عورتیں جن کی نمازیں حیض ونفاس میں ترک ہوجاتی ہیں۔تو اسکی قضا نہیں ہے۔

جس شخص کے اوپر اگر کوئی نماز قضا ہے تو اسکے پڑھنے میں اسے کوتاہی نہ برتنا چاہیئے۔ البتہ فوری طور اسکا ادا کرنا واجب نہیں ہے۔

انسان جب تک زندہ ہے خواہ کتنا ہی مجبور کیوں نہ ہو اپنی قضاء نمازیں دوسروں سے نہیں پڑھوا سکتا ہے۔

نماز قضا کو نماز جماعت کے ساتھ پڑھا جاسکتا ہے اور ایسی صورت میں نماز قضا اور نماز جماعت میں مطابقت ضروری نہیں ہے۔

مثلاً نماز صبح کی قضا کو ہم مغرب وعشاء یا ظہر وعصر کی نماز جماعت میں پڑھ سکتے ہیں۔

انسان کی نماز جس حالت میں قضاء ہوئی ہے اسی حالت وکیفیت میں اسکی تلافی بھی اسے کرنی ہے مثلاً مسافرت کی قضاء نماز وطن میں قصر پڑھی جائے گی اور وطن یا قیام گاہ کی قضا نماز مسافرت میں بھی پوری اور تمام پڑھی جائے گی۔

دوسری نمازیں

اب تک ہم نے واجب اور مستحبی نمازوں اور انکے تعقیبات کا ذکر کیا ہے اور نماز مسافر و نماز قضا کو بیان کیا کہ جن کا تعلق بھی روزانہ کی نمازوں سے ہے لیکن کچھ واجب اور مستحب نمازیں ایسی ہیں جن کا تعلق ہفتہ میں ایک دن ایک وقت سے ہے جیسے نماز جمعہ کچھ نمازیں

ایسی ہیں جن کا تعلق سال میں ایک دن اور ایک وقت سے ہے جیسے نماز عیدین یا کچھ نمازیں ایسی ہیں جن کا تعلق کسی حادثہ یا بلاء سے ہے جیسے نماز آیات انکو بھی مختصراً ذکر کریں گے۔

نماز جمعہ

نماز جمعہ کو اسلامی عبادات میں بڑی اہمیت حاصل ہے جس کے ذریعہ اسلام کی شان و شوکت اور مسلمانوں کے اتحاد و وحدت اور انکے شکوہ وعظمت کا اظہار ہوتا ہے قرآن مجید میں نماز جمعہ کے لئے اس آیت میں صاف اعلان ہورہا ہے کہ اے ایمان والو جب تمہیں جمعہ کے لئے پکارا جائے تو جلد از جلد اپنی تجارتوں کو چھوڑ کر ذکر خدا کی طرف بڑھو۔ قرآن مجید نماز جمعہ کے بارے میں یوں فرماتا ہے؛

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوۡا اِذَا نُوۡدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنۡ یَّوۡمِ الۡجُمُعَۃِ فَاسۡعَوۡا اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہِ و ذَرُوا الۡبَیۡعَ.

(سورہ جمعہ آیت ۹)

ترجمہ: ایمان والو جب تمہیں جمعہ کے دن نماز کے لئے پکارا جائے تو ذکر خدا کی طرف دوڑ پڑو اور کاروبار بند کردو۔

فقہ جعفری میں جب تک امام زمانہ غیبت کے پردہ میں ہیں تمام شیعوں پر نماز جمعہ واجب تخیری ہے ہر شخص کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ چاہے تو نماز جمعہ پڑھے یا نماز ظہر۔

نماز جمعہ کی کیفیت

نماز جمعہ دو رکعت ہے کہ جس کے لئے نماز جماعت ضروری ہے وہ فرادیٰ ادا نہیں کی جاسکتی ہے۔

نماز جمعہ میں جماعت سے پہلے دو خطبہ امام کو دینے ہوتے ہیں جو واجب ہیں۔ اور ان خطبوں میں لوگوں کو عدالت اور تقویٰ کی وصیت وتلقین کی جائے۔

اور مسلمانوں کے اجتماعی مسائل اور مشکلات اور ان کے حل پر بحث کی جائے۔

نماز جمعہ کا وقت اول زوال سے لیکر اذان کے بعد ایک گھنٹہ تک ہے اسکے بعد نماز جمعہ کا وقت نکل جاتا ہے کم سے کم نماز جمعہ امام جماعت کو ملا کر پانچ افراد کے ذریعہ قائم کی جاسکتی ہے۔ اور دو نماز جمعہ ایک فرسخ کے اندر قائم نہیں کی جاسکتی ہے۔

اقتداء کرنے والوں کے لئے خطبوں کا سننا بھی نماز کی طرح واجب ہے اور شرائط کے ہوتے ہوئے بغیر عذر کے کسی کا شرکت نہ کرنا اسکے نفاق کی نشانی ہے امام جمعہ کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ رکعت اول میں سورہ حمد کے بعد سورہ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورہ حمد کے بعد سورہ منافقوں کی تلاوت کرے۔

رسول خدا ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ نے مؤمنین کے لئے سورہ جمعہ کو محترم ٹھہرایا ہے اسی لئے پیغمبر نے نماز جمعہ میں سورہ جمعہ کی تلاوت کو سنت قرار دیا ہے۔ اور منافقوں کی توبیخ کے لئے سورہ منافقون کی تلاوت کو سنت قرار دیا ہے۔

نماز جمعہ کی اہمیت

اس سلسلہ میں بہت سی احادیث اور روایات وارد ہوئی ہیں جن میں سے بعض احادیث یہاں پر ہم نقل کررہے ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کی نماز جمعہ مسکینوں اور فقیروں کا حج ہے اور نماز گزاروں کی آموزش بخشش کا ذریعہ ہے اس سے مسلمانوں کے درمیان وحدت کی نمائش ہوتی ہے اور یہ مؤمن نماز گزاروں کی بخشش کا ذریعہ ہے اس سے مسلمانوں کے درمیان وحدت کی نمائش ہوتی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابتدائے ھجرت میں جب مدینہ منورہ میں وارد ہوئے تو پہلی نماز جمعہ مسجد نبوی میں پڑھی اور یہ پہلا موقع تھا کہ جس سے مسلمانوں کی کثرت کا ایک

مقام پر اندازہ ہوا کہ جس کی بنیاد خود پیغمبر نے رکھی نماز جمعہ عبادی ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی اور حکومتی پہلو بھی رکھتی ہے۔ اسلامی سیاست میں اسی لئے اسکو خاص مرتبہ اور منزلت حاصل ہے۔

اسلامی جمہوری ایران میں امام جمعہ ولی فقیہ یعنی رہبر کا نمائندہ ہوتا ہے اور رہبر ہی اسکو اس جگہ پر منصوب کرتا ہے۔

نماز جمعہ کی برکتیں اور اسکے اثرات جہاں اجتماعی اور تربیتی ہیں وہیں سیاسی اور حکومتی ہیں جس کے چند نمونہ اس طرح ہیں۔

۱۔ نماز جمعہ کے ذریعہ لوگون میں برادری اور اخوت کی روح کو قوت و طاقت ملتی ہے اس لئے کہ ایک فرسخ کے بسنے والے تمام افراد ایک جگہ ایک مرکز پر جمع ہوتے ہیں اور مختلف رنگ ونسل وقبیلہ کے ہوتے ہوئے ایک صف میں کھڑے ہوجاتے ہیں اور ہفتہ بھر کے تمام مسائل اور مشکلات زیر بحث ہوتے ہیں جن سے ایک دوسرے کو واقفیت حاصل ہوجاتی ہے۔

۲۔ نماز جمعہ کے ذریعہ اسلام کی روح کو طاقت ملتی ہے جس سے اسلام کو دشمنوں کی سازشیں اور انکے منصوبے باطل ہوجاتے ہیں۔

۳۔ نماز جمعہ کے ذریعہ مسلمانوں کو اسلامی سیاست کا شعور حاصل ہوتا ہے اور انکی فاسد فکر صحیح وسالم ہوجاتی ہے خطبوں میں بیان کئے ہوئے مسائل کہ جو سیاسی اور عبادی ہوتے ہیں ان سے واقفیت حاصل کرکے نماز گزار افراد اپنی اصلاح کرتے ہیں اور آئندہ کے لئے اس اجتماع میں شرکت کا شوق پیدا ہوتا ہے۔

۴۔ نماز جمعہ: وہ اجتماع ہے کہ جس میں مختلف قطرہ ایک جگہ جمع ہوکر دریا بن جاتے ہیں اس سے اسلام کے دشمنوں پر رعب طاری ہوتا ہے اور مسلمانوں کو ان سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔

۵۔ نماز جمعہ ایک ایسی کمین گاہ ہے کہ جہاں سے لوگ جہاد و دفاع کا جذبہ حاصل کرتے ہیں اور اجتماعی مشکلات کا حل تلاش کرتے ہیں اس سے اسلام اور مسلمانوں کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔

صدر اسلام میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیر المؤمنین اور انکے باوفا اصحاب و انصار نے مساجد میں خطبوں کے ذریعہ لوگوں کو مشرکوں اور منافقوں کے خلاف جہاد پر آمادہ کیا اور دشمنوں پر کامیابی حاصل کرکے اسلام اور مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے سرخرو کیا۔

نماز جمعہ کے سلسلہ میں اولیاء دین کا طریقہ

رسول خدا اور آئمہ معصومین علیہم السلام نے نماز جمعہ کی اہمیت پر کافی روشنی ڈالی اور اسکی ضرورت پر زور دیا ہے ایک روایت میں حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ پنجشنبہ کے دن بدن کو کمزور کرنے والی غذا یا دوا استعمال نہ کرو لوگوں نے پوچھا کیوں تو آپؑ نے فرمایا کہیں ایسا نہ ہو کہ تم جمعہ میں ان کے سبب شرکت نہ کرسکو۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَ کَانَ اَصْحَابُ النَّبِی یَتَجَهَّزُوْنَ لِلْجُمْعَةِ یَوْمَ الخمیس لِضِیْقِ الوَقْتِ

پیغمبر کے اصحاب پنجشنبہ کے دن سے آنے والے جمعہ کی تیاری میں مشغول ہوجاتے تھے۔ اس لئے کہ خود جمعہ کے دن دوسرے امور کو انجام دینے میں وقت تنگ ہوجاتا ہے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام اپنی حکومت اور خلافت ظاہری کے زمانہ میں قید میں بند تمام مجرموں کو جمعہ کے دن باہر لاتے تھے تاکہ سب کے سب نماز جمعہ میں شریک ہوسکیں۔

اور اس دوران انکے اولیاء انکی ضمانت لیتے تھے یہ مجرم نماز جمعہ پڑھنے کے بعد دوبارہ جیل (قید و بند) میں واپس کردئے جاتے تھے۔

خود امیر المومنین علیہ السلام نماز جمعہ کی عظمت اور تقدس سے قطع نظر اسکی امامت کے لئے اس صورت میں بیت الشرف سے پا برہنہ روانہ ہوتے تھے کہ اپنی جوتیوں کو بائیں ہاتھ میں لئے ہوتے تھے۔ اور فرماتے تھے اس نماز کی اللہ کے نزدیک خاص منزلت ہے جو اپنے مخصوص شرائط کے ساتھ قائم ہوتی ہے لہٰذا اللہ جل جلالہ کی بارگاہ میں اس طرح حاضر ہونا ہے کہ آج کے دن اپنے نفس کو تواضع اور انکساری کا ثبوت دینا ہے اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ نماز جمعہ کو عالم اسلام میں آج بھی مخصوص حیثیت حاصل ہے جو عبادی ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی بھی ہے۔

امام خمینی رضوان اللہ علیہ نے نماز جمعہ کے لئے ارشاد فرمایا یہ عالم اسلام میں مسلمانوں کا بہترین مظاہرہ ہے کہ جو عبادی سے زیادہ سیاسی ہے لہٰذا نماز جمعہ جتنی زیادہ پرشکوہ با عظمت ہوگی اتنی ہی امت مسلمہ کی شان وشوکت میں اضافہ ہوگا۔

مسلمانوں کو چاہیئے کہ اسلامی کمین گاہ کو شان وشوکت بخشیں اور اسکی حفاظت کریں تاکہ اس کی برکت سے اسلام کے دشمنوں کی سازشیں ناکام ہو جائیں اور خائن اور مفسد افراد کے رخ سے نقاب الٹ جائے۔

(نماز عید) تیوہار

اسلام کی مختلف مناسبتیں مسلمانوں کی فکر وزندگی میں اللہ کی یاد کو زندہ رکھنے کے لئے اور اسکی طرف متوجہ رہنے کے لئے ایک ذریعہ ہے۔

بہت سی ان مناسبتوں کے لئے اعمال ومخصوص دعائیں اور نماز کا ذکر آیا ہے۔

نماز عید سے مراد وہ دو رکعتی نماز ہے جو عید فطر و عید قربان اور تیوہاروں کہ کے موقع پر پڑھی جاتی ہے۔ تمام دوسرے لوگوں کی عیدوں اور جشنوں اور تیوھاروں کہ جس میں غفلت اور شھوت اور ھوس رانی شامل رہتی ہے۔ اسکے برخلاف اسلامی عید ہے کہ جس میں نماز، دعا، انفاق، صدقات، غسل وطہارت و پاکیزگی شامل ہے۔

اب ہم مختصر طور پر ان دو عیدوں کی نماز کی وضاحت پیش کر رہے ہیں۔

نماز عید

ماہ شوال کا پہلا دن عید فطر ہے ایک مہینہ کی عبادت اور روزہ کی توفیق حاصل ہونے کے شکرانہ کے طور پر نماز پڑھنا چاہیئے۔ یہ نماز امام معصومؑ کے زمانے میں واجب ہے اور اسے جماعت سے پڑھنا چاہیئے۔ لیکن ہمارے زمانے میں یہ نماز مستحب ہے۔

اسکا وقت روز عید کے طلوع آفتاب سے لیکر ظہر تک ہے۔ لیکن دن کی ابتداء میں آفتاب کے بلند ہونے کے بعد پڑھی جائے۔

نماز عید کی کیفیت:

پہلی رکعت میں حمد اور سورہ پڑھنے کے بعد پانچ تکبیریں کہیں اور ہر تکبیر کے بعد قنوت ہے۔ قنوت میں جو دعا چاہیں پڑھ سکتے ہیں لیکن بہتر ہے کہ دعای اللھم اھل الکبریاء والعظمة پڑھی جائے۔

دوسری رکعت میں چار تکبیریں ہیں اور ہر تکبیر کے بعد قنوت لازمی ہے نماز عید فطر جو مخصوص معنویت کی حامل ہے۔ دلوں کو خدا کی طرف متوجہ کرتی ہے توبہ اور استغفار کی حالت کو دلوں میں پیدا کرتی ہے۔ مستحب ہے کہ انسان اس روز نماز عید سے پہلے غسل کرے اور مخصوص دعاؤں کو پڑھے اور کھلی ہوئی فضاء میں آسمان کے نیچے نماز کے لئے کھڑا ہو جائے۔

امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

انما جُعِلَ یومُ الفِطر العید لِیَکُون لِلْمُسلِمِینَ مُجتَمِعًا یَجتَمِعُوْنَ فِیْهِ و یَبْرُزُوْنَ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَیُمَجِّدُوْنَهٗ علیٰ مَا مَنَّ عَلَیْهِم فَیَکُوْنُ یَوْمَ عیدٍ و یَوْمَ اِجْتِماعٍ و یَوْمُ زَکوٰةٍ و یَوْمُ رَغْبَةٍ وَ یَوْمَ تَضَرُّعٍ۔

خداوند عالم نے روز فطر کو اس وجہ سے روز عید قرار دیا ہے تا کہ مسلمان ایک جگہ جمع ہوں اور خداوند عالم کی بارگاہ میں اسکی نعمتوں واحسان کا شکریہ ادا کریں۔

اسکی تمجید اور تعظیم بیان کریں تو وہ روز ان کے لئے روز عید روز اجتماع اور روز زکوٰۃ و روز رغبت و دعا قرار پائے۔

اس حدیث شریف میں امام علیہ السلام نے نماز عید اور روز عید کے فلسفہ کو اس طرح بیان کردیا ہے کہ جس سے چار چیزیں سامنے آتی ہیں۔

(۱) لوگوں کا اتحاد وحدت کے ساتھ ایک جگہ جمع ہونا اور آپس میں ایک دوسرے سے گلے ملنا۔

(۲) فقراء تک زکوٰۃ کا پہونچ جانا۔

(۳) خدا سے رغبت حاصل ہوجانا۔

(۴) خدا کی بارگاہ میں تضرع کے ساتھ توبہ کرنا اس نماز میں جہاں بہت سے عرفانی و معنوی پہلو بطور عبادت انجام پاتے ہیں وہیں اجتماعی اثرات کے ساتھ ساتھ اقتصادی فوائد بھی اس طرح ہیں کہ زکوٰۃ فطرہ ہر روزہ دار ادا کرتا ہے اور مستحق تک پہونچاتا ہے کہ جس سے فقراء کی معاشی حالت درست ہوتی ہے۔

اور یہ محروم افراد بھی دولت مند اور امیر افراد کے ساتھ عید کا جشن منانے میں شریک ہوجاتے ہیں۔

لہٰذا اگر عید فطر کو عید فقراء کہا جائے تو غلط نہ ہوگا نیز عالم اسلام میں عید فطر کا اجتماع وہ سالانہ اجتماع ہے جو اپنے دامن میں اسلامی شان وشوکت لئے ہوئے ہے جس سے امت مسلمہ کو تقویت اور توقیر حاصل ہوتی ہے۔

نماز عید اللہ کا عطیہ ہے

نماز عید میں جو بہترین چیز بندہ خدا سے چاہتا ہے وہ اسکی آمرزش وبخشش ہے کہ جو اس روز کو روز عید قرار دیتی ہے۔

توبہ کے ذریعہ سال بھر کی عبادتیں قبول ہوجاتی ہیں اور گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور یہی اللہ کی طرف سے بہترین تحفہ ہے کہ ہر روزہ دار نماز گزار کو عید فطر کے دن عطا ہوتا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا ارشاد فرماتے ہیں کہ یکم شوال عید فطر کے دن آسمان سے ایک منادی خداوند عالم کی طرف سے آواز دیتا ہے۔

اَیُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ اُغْدُوْا اِلٰی جوائز کم

ترجمہ: اے ایمان والو اپنے اپنے انعام لے جاؤ۔

اس حدیث کے بیان کرنے کے بعد امام محمد باقر علیہ السلام نے معروف صحابی جابر بن عبداللہ کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ اے جابر خدا کی طرف سے دیئے ہوئے انعام دنیا کے حکمرانوں اور بادشاہوں کے دیئے ہوئے انعام کے برابر و مقابل نہیں ہوسکتے آج روز عید ہے اللہ سے انعام حاصل کرنے کا دن ہے۔

عید کے دن محشر و قیامت کو یاد کرنا

عید فطر نماز کے تربیتی اور معنوی اثرات میں سے ایک مخصوص اور پہلو یہ ہے کہ انسان زیر آسمان اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجتوں کو بیان کرے اور اپنے گناہوں کے پیش نظر قیامت اور محشر کے منظر کو یاد کرے کہ اس دن رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے امیر المومنین علیہ السلام نے عید کے دن قیامت اور محشر کے منظر کو یاد کرنے کی اپنے خطبہ میں اس طرح سفارش اور وصیت کی ہے کہ اے لوگو عید فطر کا دن وہ دن ہے کہ اس میں نیک لوگ سے ثواب حاصل کرسکتے ہیں اور بدکار افراد نقصان اٹھاتے ہیں۔

لہٰذا یہ روز تمھارے لئے قیامت کے روز سے زیادہ مشابہ ہے اور وہ اس طرح کہ جس طرح آج تم اپنے گھر سے نکل کر زیر آسمان کھڑے ہو کر اسی طرح قیامت کے دن اپنی قبروں سے نکل کر زیر عرش کھڑے کئے جاؤ گے جس طرح آج تم نماز عید کے انتظار میں کھڑے ہوئے ہو اس طرح روز قیامت میدان محشر میں اپنے حساب و کتاب کے انتظار کے لئے کھڑے کئے جاؤ گے اور جس صورت سے آج تم نماز پڑھ کر اپنے گھروں کو واپس ہو گے اسی طرح محشر میں قیامت کے دن حساب و کتاب کے بعد بہشت یا دوزخ میں بھیجے جاؤ گے۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام عید فطر کے دن ان لوگوں کے درمیان سے گزرے کہ جو ہنسی اور ٹھٹھوں میں مصروت تھے۔

تو آپ اپنے صحابیوں کے ساتھ وہیں رک گئے اور ان سے فرمایا کہ خداوند عالم نے ماہ صیام کو تمھارے درمیان مسابقہ اور مقابلہ کا میدان قرار دیا ہے کہ جس میں اسکی رحمت اور رضوان کو حاصل کر سکتے تھے مگر اس میدان کے مسابقہ میں پیچھے رہے اور اسکی رحمت اور رضوان کو حاصل نہ کر پائے اور کتنا تعجب ہے کہ اس پر بھی خوشیاں منا رہے ہیں اور ہنس رہے ہیں۔

نماز عید قربان

دس ذی الحجہ کو روز عید قربان (عید اضحیٰ) ہے اسلامی عیدوں میں سب سے بڑی عید۔ عید قربان ہے کہ جس میں مخصوص اعمال اور دعائیں ہیں اس میں سے ایک **نماز عید قربان** ہے کہ جو مثل نماز عید فطر کی طرح دو رکعت ہے۔

اور اسی صورت و وقت اور انہیں شرائط کے ساتھ پڑھی جاتی ہے خواہ عید فطر ہو یا عید قربان دونوں نمازوں میں دس دس تکبیریں بھی کہی جاتی ہیں جس میں اللہ کی کبریائی اور وحدت کا اعلان ہے۔ قنوت میں جیسا کہ گزر چکا ہے دعائے اللھم اھل الکبریاء و العظمۃ بہتر ہے۔ اس دعا میں اللہ کی کبریائی و بزرگی کے اعلان کے ساتھ عفو و رحمت و

بخشش کو بھی طلب کیا جاتا ہے۔ اور محمد و آل محمد پر درود سلام کو خدا سے آرزو کرتے ہیں جو مسلمانوں کو ہر قسم کے خیر و برکات سے نوازتی ہے کہ جس میں اس طرح خدا سے درخواست کی جاتی ہے کہ ہر وہ خیر جو تم نے محمد و آل محمد پر نازل کیا ہے۔ اس میں ہم سب کو داخل کر اور ہر وہ برائی جس کو تو نے محمد و آل محمد سے دور رکھا ہے اس سے ہمیں بھی دور رکھ۔

اور اے خدا آج کے دن ہم لوگ تجھ سے وہ تمام چیزیں چاہتے ہیں جو تیرے صالح بندوں نے چاہی ہیں اور اے خدا آج کے دن ہم ہر برائی سے دور رہ کر تیری پناہ مانگتے ہیں کہ جس طرح تیرے مخلص بندے برائیوں سے دور رہ کر تیری پناہ میں آجاتے ہیں۔

نماز عید اسلامی حکومت میں ولی فقیہ کا حق ہے اگر کہیں واقعی اسلامی حکومت رائج ہے تو وہاں جمعہ کی طرح نماز عید بھی ولی فقیہ کی طرف سے انکے نمائندہ قائم کرتے ہیں کیونکہ جمعہ عید ؟؟ حج اور دیگر امور کی نگرانی اسلامی حکومت میں مسلمانوں کے ولی امر سے متعلق ہوتی ہے۔

پس جہاں اسلامی حکومت نہیں ہے وہاں اس قسم کے اختیارات کوئی اگر حاصل کرتا ہے تو اس سے خدا اور رسول و آل محمد ناراض ہوتے ہیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام ایک حدیث میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

مَا مِنْ عیدٍ لِلْمُسْلِمِیْنَ اَضْحٰی وَلاَ فِطْرٍ اِلاَّ وھُوَ یجدد فیه لِآلِ محمد حُزن قِیْلَ وَلِمَ ذَالِکَ؟ قَالَ لِاَنَّھُمْ یَرَوْنَ حَقَّھُمْ فِیْ غیرھِمْ۔

مسلمانوں کے لئے کوئی عید و قربان کے عنوان سے نہیں آئی مگر یہ کہ ان دونوں عیدوں میں آل محمد علیہم السلام کا حزن و رنج و غم بڑھ جاتا ہے لوگوں نے پوچھا مولیٰ یہ کیسے تو آپ نے فرمایا وہ اس لئے کہ ہم اہل بیت کا حق حکومت دوسروں کے قبضہ میں ہے پس آئمہ معصومین علیہم السلام کتنے مظلوم ہیں کہ ان کے لئے ایام عید بھی ایام غم بن کے آتے ہیں اور

عید کے دنوں میں اپنے حق کے غضب کا احساس اور بڑھ جاتا ہے۔

نماز آیات

بعض وہ آسمانی وزمینی بلائیں اور حوادث جو عام انسانوں میں وحشت و انتشار برپا کردیتے ہیں جیسے سورج گرہن اور چاند گرہن زلزلہ اور سیاہ وزرد آندھیاں ایسے حالات میں اسلام میں نماز آیات کو واجب قرار دیا ہے۔

کہ جس کی مخصوص شکل وصورت ہے تا کہ اس طرح نماز پڑھ کر لوگ خالق ہستی و دنیا کے آفریدگار سے ان حوادث میں پناہ طلب کریں اور اللہ کی قدرت کو پہچانیں۔

نماز آیات کو ایات اس لئے کہتے ہیں کہ مخصوص آسمانی حوادث کے ظاہر ہونے پر یہ پڑھی جاتی ہے یہ حوادث وتغیرات بھی اللہ کی نشانیوں میں شمار کی جاتی ہے اور نماز ایات ہمیں توحید کا درس دیتی ہے۔ آسمانی حوادث کے ظاہر ہونے پر عام طور پر سادہ لوح افراد کے ذہن میں یہ تصور آتا ہے کہ یہ اللہ کا قہر ہے اور خدا اپنے بندوں سے ناراض ہے لہٰذا وہ اسے صرف اللہ کا قہر وغضب جانتے ہیں کیوں کہ وہ اصلی کیفیت وحوادث کی علتوں سے بے خبر ہوتے ہیں ساتھ ہی ساتھ خدا کی ذات سے غافل ہوتے ہیں لہٰذا بے جان مخلوق کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں۔

خصوصاً ستارہ وسورج اور ماہ پرست افراد توہم آمیز فکروں میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں جب ان حوادث میں نماز آیات پڑھتا ہے تو وہ ذات خدا کی طرف متوجہ ہوکر اسکی قدرت کا قائل ہوجاتا ہے اور اسی سے ان حوادث میں پناہ طلب کرتا ہے جو کہ اس کے لئے مکمل توحید وعرفان کا درس ہے۔

روایت میں وارد ہوا ہے کہ جب پیغمبر اسلام کے بیٹے جناب ابراہیم کی مدینہ منورہ میں وفات ہوئی تو اس دن سورج کو گرہن لگا اس وقت مسلمان آپس میں کہنے لگے کہ یہ سورج

گرہن اس لئے لگا کہ آج رسول کا بیٹا ان سے جدا ہوگیا پیغمبر نے جب یہ سنا تو انکی فکروں کی درستی کیلئے منبر پر تشریف لے گئے اور حمد وثنائے پروردگار کے بعد یہ فقرے ارشاد فرمائے:

اَیُّهَا النَّاس اِنَّ الشَّمسَ وَالقَمَرَ آیتان مِنْ آیات اللّٰه یُجریان بامرِهٖ مُطِیعَانِ لَهُ لاَ یَنکَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلاَ لِحَیَاتِهٖ فَاِذاً انکسفتا اَوْ وَاحِدَةٌ منهما فَصَلُّوا۔

اے لوگ سورج اور چاند دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں اور اسکے حکم سے اپنے محور پر گھوم رہے ہیں دونوں اسکے مطیع اور فرماں بردار ہیں اور ان دونوں کو کسی کے مرجانے یا زندہ رہنے سے گہن نہیں لگتا ہے پس جب کبھی دونوں کو یا کسی ایک کو گہن لگے تو تم سب نماز آیات پڑھو۔ اس خطبہ کے بعد پیغمبر اسلام منبر سے نیچے تشریف لائے اور لوگوں کے ساتھ نماز کسوف ادا کی پیغمبر کی اس گفتگو سے دو درس ہمیں ملتے ہیں۔

پہلا یہ کہ آنحضرت نے لوگوں کی فکروں سے ان کے شبہات دور کئے اور یہ فرمایا کہ یہ حوادث فکری اور طبعی طور پر ظاہر ہوتے ہیں اسکے بعد آپ نے نماز ادا کرکے یہ بتایا کہ عبادت پر فکر وفہم مقدم ہے۔

دوسرا یہ درس ملتا ہے۔ آپ چونکہ رسول برحق تھے۔ آپ نے حق کہا لوگوں کو خدا کی طرف متوجہ کیا اس کے برخلاف خود فریب اور عوام فریب حیلہ گر اور مکار افراد ان حوادث میں طرح طرح کی باتیں کرکے لوگوں کے ذہنوں اور فکروں کو خدا سے دور کرتے ہیں۔

اور اس قسم کے طبعی اور فطری حوادث سے سوء استفادہ کرکے لوگوں کو بہکا دیتے ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے پدر بذرگوار سے نقل کرتے ہیں زلزلہ چاند گہن سورج گہن رعد وبرق وحشت تیز آندھیاں قیامت کی نشانیوں میں سے ہے جب بھی اس قسم کی کوئی آفت دیکھو تو قیامت کی یاد میں مشغول ہوجاؤ اور مسجدوں میں اللہ سے پناہ طلب کرو۔

اور نماز پڑھو اس روایت سے یہ بات ظاہر ہے کہ امام علیہ السلام نے لوگوں کو آسمانی حوادث میں خدا کی طرف متوجہ ہونے کی دعوت دی ہے۔

نماز آیات کی کیفیت

(۱) نماز ایات دو رکعت پڑھی جاتی ہے۔

جس کے ہر رکعت میں پانچ رکوع کئے جاتے ہیں پس حمد و سورے کی تلاوت کے بعد انسان رکوع میں جائے پھر رکوع سے بلند ہو۔ پھر دوبارہ حمد و سورے کی تلاوت کرے اسکے بعد رکوع میں جائے ایسے ہی ہر رکعت میں پانچ مرتبہ یہ عمل دہرائے۔ اسکی دوسری صورت یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ سورہ حمد کی تلاوت کے بعد دوسرے سورہ جو پڑھا جاتا ہے تو اس میں ایسا سورہ انتخاب کرے جس میں بسم اللہ کو ملا کر پانچ آیتیں ہوں ان ایتوں کو پانچ رکوع میں مکمل کرے۔

(۲) جو چیزیں روزانہ کی نماز میں لازم ہیں وہی چیزیں نماز آیات میں بھی واجب ہیں جیسے طہارت اور رو بہ قبلہ۔

(۳) نماز ایات کا پڑھنا فوراً اور اسی وقت واجب ہے، تاخیر نہیں کرنا چاہیئے۔

جس وقت چاند و سورج کو گہن لگ رہا ہو تو اسی وقت نماز ایات پڑھنا چاہیئے اگر کسی نے نماز ایات نہیں پڑھی ہے تو اس نے گناہ کیا ہے۔

نماز آیات کا پڑھنا اسکے آخری عمر تک واجب ہے۔ جب بھی پڑھے گا ادا ہوگی۔

(۴) نماز ایات کے وجوب کے اسباب و عوامل کسی ایک شہر میں ظاہر ہوئے تو بس اسی شہر کے لوگوں پر واجب ہوگی دوسرے شہر کے لوگوں پر جہاں یہ عوامل ظاہر نہیں ہوئے ہیں وہاں کے لوگوں پر نماز ایات واجب نہیں ہے۔

(۵) سورج گہن یا چاند گہن مکمل ہو یا تھوڑا دونوں حالتوں میں نماز ایات واجب ہے۔

نماز میت

جب بھی کوئی مسلمان دنیا سے کوچ کرتا ہے خواہ چھ سال یا اس سے زائد کا بچہ ہی کیوں نہ ہو اسے غسل دیا جاتا و کفن پہنایا جاتا ہے۔ اور ان مراحل کے انجام دہی کے بعد نماز میت پڑھی جاتی ہے۔ جو کہ واجب ہے۔

در حقیقت نماز میت ایک دعا ہے ورنہ حقیقت میں نماز نہیں ہے اس لئے کہ اس میں رکوع سجود و تشہد و سلام نہیں ہوتے اور نہ ہی وضو و غسل و تیمّم کی شرط ہے۔

یہاں تک کہ ظاہری طور پر کسی کا بدن یا لباس نجس ہے تو بھی نماز پڑھی جاسکتی ہے اگرچہ بہتر یہ ہے کہ نماز کے تمام شرائط موجود ہوں اور یہ نماز بشکل جماعت پڑھی جائے۔

نماز میت در حقیقت واجب کفائی ہے یعنی ایک فرد یا چند افراد کے ادا کرنے کے بعد دوسرے مسلمانوں کی گردن سے ساقط ہوجاتی ہے اور اس نماز میں میت کے لئے خدا سے رحمت و مغفرت طلب کی جاتی ہے اسی لئے مستحب ہے کہ زیادہ سے زیادہ قرابتداروں اور مؤمنین کو مرنے والے کی موت کی خبر دی جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک ہوکر میت کی مغفرت کے لئے دعائیں طلب کریں۔

معمولاً اس نماز میں کچھ مخصوص دعائیہ جملے چار تکبیروں کے بعد پڑھے جاتے ہیں جن کا پڑھنا سنت ہے لیکن جن جملوں کا ہر تکبیر کے بعد پڑھنا واجب ہے انھیں ہم یہاں بیان کررہے ہیں۔

نماز میت کی کیفیت

اس میں پانچ تکبیریں ہوتی ہیں۔ پہلی تکبیر کے بعد:

اشهد ان لا اله الا اللّٰه و انَّ محمداً رَسُولُ اللّٰهِ.

کہنا واجب ہے۔

دوسری تکبیر کے بعد

اللّٰھم صل علیٰ محمد و اٰل محمد

تیسری تکبیر کے بعد:

اللّٰھُمَّ اغْفِرِ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَات

چوتھی تکبیر کے بعد:

اللّٰھُمَّ اغْفِرِ لِھذا المیت

اگر میت مرد ہے

اور اگر میت عورت کی ہے تو اللھم اغفر لھذہ المیت پڑھنا واجب ہے۔

پھر پانچویں تکبیر کے بعد نماز تمام ہو جاتی ہے۔ جس شخص کو نماز میت پڑھنی ہے اسے چاہیئے کہ وہ خود روبقبلہ ہو اور میت کو اسکے سامنے اس طرح سے پشت کے بل لٹایا جائے کہ اسکا سر نماز گزار کے داہنی طرف اور اسکا پیر نماز گزار کے بائیں طرف ہو۔ نماز گزار کو میت سے دور نہ ہونا چاہیئے اور اگر نماز میت بشکل جماعت ہو رہی ہے تو دوسرے افراد کے دور ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن پھر بھی اتصال کا خیال رکھا جانا ضروری ہے۔ اگر کسی میت پر عمداً یا سہواً نماز نہیں پڑھی گئی یا بعد میں معلوم ہوا کہ جو نماز پڑھی گئی وہ باطل تھی تو ان دونوں صورتوں میں قبر کے اوپر نماز میت پڑھنا واجب ہے۔

نماز طلب باراں (استسقاء)

جس وقت اللہ کی رحمت کا سلسلہ منقطع ہو جائے یعنی بارش کے موسم میں بارش نہ ہو۔ جسکی وجہ سے آبادیوں کے چشمے کنویں اور نہریں خشک ہو جائیں یا اس میں پانی بہت کم رہ جائے تو اس وقت بارش کے نزول کے لئے جس نماز کے پڑھنے کو کہا گیا ہے اس نماز کو نماز

استسقاء نماز طلب باراں کہتے ہیں کہ جس سے مسلمانوں کے درمیان اتحاد و وحدت کا پیغام جاتا ہے۔ اور مسلمان اللہ سے رحمت الٰہی کو طلب کرتا ہے اس لئے کہ قحط اور خشک سالی کے عالم میں عام طور پر تمام انسانی آبادیوں کے درمیان جو بے بسی ظاہر ہوتی ہے اسے سوائے خدا کے اور کوئی دور نہیں کر سکتا۔

وہی خدا ہے جو بادلوں کو ھواؤں کے ذریعہ مختلف مقامات پر بھیج کر بارش کو نازل کرتا ہے جیسا کہ خود قرآن مجید نے ارشاد فرمایا ہے:

قُلْ اَرَئَیْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَاؤُکُمْ غَوْراً فَمَنْ یَّاْتِیْکُمْ بِمَاءٍ مَّعِیْنٍ

(سورہ ملک آیہ ۳۰)

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ تمہارا کیا خیال ہے اگر تمہارا سارا پانی زمین کے اندر جذب ہو جائے تو تمہارے لئے چشمہ کا پانی بہا کر کون لائے گا۔

بے آبی کم آبی قحط و خشک سالی اگر کسی ملک یا شہر میں ظاہر ہوتی ہے تو اسکے اسباب لوگوں کے وہ گناہان کبیرہ ہیں جن میں وہ لوگ مسلسل ملوث رہتے ہیں کہ جس کے سبب خشک سالی قہر خدا بن کر ظاہر ہوتی ہے۔

جس کے لئے گنہگار لوگوں کو تضرع وخاکساری کے ساتھ توبہ کرنی چاہیئے اور جب لوگ ایسا کرتے ہیں تو خداوند عالم اپنی عنایت شامل حال کر کے بارش کو نازل کرتا ہے جس سے قحط وخشک سالی دور ہو جاتی ہے نماز استسقاء خداوند عالم کی رحمت کو جوش میں لانے کے لئے پڑھی جاتی ہے قحط سالی کی علت و وجہ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ لوگوں کے معاصی اور گناہ اس کا سبب وعلت بنتے ہیں اس موقع پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس وقت خداوند عالم کسی امت پر غضبناک ہوتا ہے اور اگر اس پر کوئی عذاب نازل نہیں کرتا بلکہ زمین پر اسکا غضب اس طرح نازل ہوتا ہے کہ بازار کی اشیاء کی قیمتیں مہنگی ہو جاتی ہیں تاجروں کو فائدہ حاصل نہیں ہوتا لوگوں کی عمریں کم ہو جاتی ہیں درختوں میں میوے نہیں آتے

اور نہریں خشک ہونے کے قریب پہونچ جاتیں اور آسمان سے بارش کا سلسلہ منقطع ہوجاتا۔
شریر حکمراں لوگوں پر مسلط ہوجاتے ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام ایک حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَ اِذَا جاء الحکام فِیْ القضاء امسک القطر مِنَ السماء

جب حکمراں فیصلوں میں ظالمانہ انداز اختیار کرتے ہیں تو اس وقت آسمان سے بارش کا سلسلہ رک جاتا ہے جیسا کہ روایات میں وارد ہوا کہ گناہوں کی زیادتی اللہ کی نعمتوں کا کفراں حقوق کا روکا جانا ظلم وعیاری کا عام ہونا بازار میں کم فروشی کا رواج پا جانا زکوٰۃ کا نہ دینا امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا ترک کر دینا قحط وخشک سالی کے اسباب قرار پاتے ہیں۔

ایک حدیث میں اس طرح بیان ہوا ہے کہ جناب سلیمان علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ خشک سالی کے زمانے میں نماز استسقاء پڑھنے کی غرض سے صحراء میں تشریف لائے راستہ میں انہوں نے ایک چیونٹی کو دیکھا کہ وہ اپنے پیر کو آسمان کی طرف بلند کئے ہوئے خدا سے اس طرح فریاد کر رہی ہے کہ اے خدا ہم تیری بہت کمزور مخلوق ہیں اور تیری روزی کی ہمیں سخت ضرورت ہے لہٰذا انسانوں کے گناہوں کے سبب ہمارے جیسی کمزور مخلوق کو ھلاک نہ کر جناب سلیمان علیہ السلام نے جب چیونٹی کی فریاد سنی تو اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اس چیونٹی کی دعا قبول ہوگئی تم سب واپسی چلو خدا اس چیونٹی کے سبب ہم سب کو سیراب کر دے گا اس واقعہ سے اس بات کا شدید احساس ہوتا ہے کہ کسی انسان کو اپنے اوپر مغرور نہیں ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ کبھی خداوند عالم چیونٹی کی دعا کے ذریعہ اپنی رحمت کو اپنے بندوں پر نازل کر دیتا ہے یہاں تک کہ فرعون جیسے کافر کی دعا اس نے قبول کی جس کے سبب بارش کا نزول ہوا اور خشک سالی دور ہوئی اور اسکا واقعہ یوں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام ایک حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں کہ فرعون کے اصحاب اور اسکے پیروکار قحط سالی کے زمانے میں دریائے نیل میں پانی کی کمی پر فریاد کرنے آئے اور کہا کہ ہم اس طرح ھلاک ہوجائیں

گے فرعون نے انھیں اس وقت واپس کر دیا لیکن جب رات ہوئی تو اکیلا اس رات کے سناٹے میں دریائے نیل کے ساحل پر آیا اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے فریاد کے انداز میں کہا کہ اے خدا میری حالت کو تو جانتا ہے اور میں اس وقت یہ کہہ رہا ہوں کہ تیرے سوا کوئی بھی آسمان سے پانی نازل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے لہٰذا ہم سب کو پانی سے سیراب کرا سکی دعا قبول ہوئی اور جب صبح ہوئی تو دریائے نیل میں اتنا پانی تھا کہ وہ موجیں مار رہا تھا۔
جیسا کہ شاعر نے اس مقام پر کہا۔

ایمنی دیدند ونا ایمن شدند
دوستی کردم مرا دشمن شدند

ما که دشمن راچنین می پروریم
دوستان از نظر چوں می بریم

شاعر خدا کی زبان میں یہ کہتا ہے مری طرف سے لوگوں نے امن وسلامتی دیکھی لیکن آپسی انتشار کے سبب غیر محفوظ اور منتشر ہوگئے۔ خدا کہہ رہا ہے کہ میں نے تو بندوں سے دوستی کی اور بندے دشمن ہوگئے۔

خدا کہہ رہا ہے کہ میں نے جب دشمن کو اس طرح سے پالا ہے تو پھر دوستوں کو کیسے بھول سکتا ہوں حقیقتاً خدا تنہا مہربان ہے کہ وہ اپنے بندوں کی دعا جو تضرع اور خاکساری کے ساتھ کی جاتی ہے اسکا جواب وہ ضرور دیتا ہے۔

پس بندوں کو دل کے خلوص وقلب کے اقبال کے ساتھ خدا سے دعا کرنی چاہیئے تاکہ لطف الٰہی سب کے ساتھ شامل حال ہوجائے۔

جیسا کہ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

ای کریمی که از خزانه غیب
گبر وتر سا وظیفه خورداری

دوستان را کجا کنی محروم
تو که با دشمنان نظر داری

اے کریم خدا تو جب اپنے غیب کے خزانہ سے ہر مغرور اور خوف زدہ کو پالتا ہے تو پھر اپنے اطاعت گزار دوستوں کو کیسے محروم کرے گا جب کہ دشمنوں پر بھی تیری نظر رحمت رہتی ہے۔

نماز استسقاء کی کیفیت

نماز عید کی طرح نماز طلب باراں دو رکعت پڑھی جاتی ہے پہلی رکعت میں پانچ قنوت اور دوسری رکعت میں چار قنوت ہوتے ہیں اور بہتر یہ ہے کہ اسے جماعت سے ادا کیا جائے۔ قنوت میں کوئی بھی دعا پڑھ سکتے ہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ ایسی دعا پڑھی جائے کہ جس میں خداوند عالم سے طلب باراں کا مفہوم پایا جائے اور ہر دعا سے پہلے محمد وآل محمد پر صلوٰۃ بھیجنا مستحب ہے اور یہ بھی مستحب ہے کہ دونوں رکعتوں میں حمد وسورہ بلند آواز سے پڑھے اس نماز میں اللہ کی رحمت کو گریہ وزاری کے ساتھ طلب کرنا مستحب ہے کہ جس کے سبب اللہ کی رحمت جوش میں آئے اور بارش کا نزول ہو۔ اس نماز میں کچھ مستحبات اس طرح ہیں۔

اولاً: تین روز تک مسلمان روزہ رکھے اور تیسرے روز لا الہ الا اللہ کہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ ان تینوں کلمات کی تمام دوسرے لوگ تکرار کریں اسکے بعد اللہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہیں اور اسکی رحمت کو طلب کریں کہ تمام لوگ ہاتھوں کو بلند کر کے امام جماعت کے ساتھ اپنی اپنی زبانوں میں رقت وزاری کرتے ہوئے اللہ سے طلب باراں کی دعا کریں اسکے بعد امام جماعت خطبہ دے بہتر یہ ہے کہ امام جماعت وہ خطبہ پڑھے جو آئمہ معصومین علیہم السلام مثلاً حضرت علی علیہ السلام وامام زین العابدین علیہ السلام سے نقل ہوا ہے۔

نماز باراں کی تاریخ

جیسا کہ تاریخی روایات میں وارد ہوا ہے کہ گزشتہ انبیاء نے بھی قحط سالی کے زمانے میں نماز استسقاء پڑھی۔ جیسا کہ یہ بات رسول خدا کے اس خطبہ سے ظاہر ہوئی ہے جو آپؐ نے اپنے زمانے میں قحط سالی کے دوران نماز قائم کرنے کے بعد دیا اور یہی بات امیر المؤمنین اور امام زین العابدین علیہا السلام کے خطبوں سے ظاہر ہوئی ہیں یعنی انبیاء ماسبق نے اس عمل کو انجام دیا بڑے بڑے علماء اسلام اور فقہائے دہر نے طلب باراں کیلئے نماز استسقاء کو برپا کیا۔

یہ نماز اتنی حساسیت رکھتی ہے کہ اس کے قیام میں ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اگر خدا بندوں کی دعا کو قبول نہ کرے اور بارش کا نزول نہ ہو تو سارے نماز گزاروں کو ندامت اور شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا جیسا کہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے۔

اس بناء پر اس نماز کے قیام کا اقدام کرنا نماز گزاروں سے انکی جرأت اور انکے ایثار کو چاہتا ہے۔

پچھلی صدی کی معروف شخصیت آیۃ اللہ العظمیٰ سید محمد تقی خوانساری کا واقعہ ہے۔ جو اس طرح ہے۔ ۱۳۶۳ھ قمری میں شہر قم میں بارش نہیں ہوئی اور مضافات کے سارے باغ اور کھیت خشک ہوگئے شہر قم کے لوگوں نے اس قحط وخشک سالی کو دیکھتے ہوئے مرجع تقلید آیۃ اللہ العظمیٰ سید محمد تقی خوانساری کے ہمراہ دو روز پے در پے نماز استسقاء کے لئے اطراف قم کے صحرا میں حاضر ہوئے اگرچہ کچھ لوگ اس پر استہزاء کر رہے تھے لیکن دوسرے روز جب نماز طلب باراں ختم ہوئی تو اتنی بارش ہوئی کہ قم کی نہروں میں سیلاب آگیا یہ سارا اثر آیۃ اللہ العظمیٰ سید محمد تقی خوانساری کی روحانیت اور شہر قم کے لوگوں کی ان سے عقیدت کا تھا جو دوسرے روز ظاہر ہوئی۔

دیگر نمازیں

خدا اور بندے کے درمیان مستقل اور مسلسل تعلق اور ارتباط پیدا رکھنے کے لئے کچھ اور نمازوں کی بھی اسلامی شریعت کے ذریعہ سفارش کی گئی ہے۔

جو مندرجہ ذیل ہیں۔

نماز غفیلہ نماز حاجت ونماز وحشت قبر نماز اول ماہ اسکے علاوہ اور بھی دوسری نمازیں ہیں جو دعا کی مفصل کتابوں میں موجود ہیں اب ہم یہاں پر اس کتاب کو ختم کرتے ہوئے اللہ سے اس امید کے ساتھ طلب مغفرت کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب کو ہم سب کے لئے توشہ آخرت قرار دے امین یارب العالمین

مترجم: احقر سید شمیم الحسن رضوی پتاروی

روم نمبر ۳۰۱، یونیٹی کمپلیکس، بی وِنگ، یاری روڈ، ورسوا، اندھیری (ویسٹ) ممبئی ۶۱، مہاراشٹر (انڈیا)